وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَ ۹۷/۳
مَن كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ

سلسلہ دینیات اسلام نمبر ۴

کتاب الحج

حج اور اسکی حقیقت

جس میں مناسک حج کا فلسفہ قرآن کریم کی
روشنی میں بیان کیا گیا ہے

مرتبہ
عرفانی الکبیر

بار اول ۵۰۰ — نومبر ۱۹۵۵ء — قیمت تین روپے کلدار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

عرض حال

مئی ۱۹۰۷ء میں میں نے حقیقت نماز کے نام سے نماز کی فلاسفی پر ایک کتاب شایع کی جو بحمد اللہ بہت مقبول ہوئی اور بعد میں مختلف احباب نے اسے مختلف صورتوں میں شایع کرکے فائدہ اٹھایا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

میں ارکان اسلام پر ایک سلسلہ لکھنا چاہتا تھا لیکن وہ کسی نہ کسی وجہ سے ملتوی ہوتا آیا۔ پورے ۴۳ سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی کہ کِتَابُ الصِّیَام یعنے روزہ کی حقیقت اور فلاسفی شایع کروں جو اس سال مئی ۱۹۵۰ء میں شایع ہوئی اور اب اسی سلسلہ پر کتاب الحج شایع کرنے کی توفیق پاتا ہوں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

ارادہ یہ تھا کہ کتاب الحج اور کتاب الزکوٰۃ ایک ہی جلد میں شایع کروں مگر ایسا بوجوہات نہ ہوسکا اس لئے کتاب الزکوٰۃ بھی جلد شایع ہونے کے لئے دعا کرتا ہوں۔ احباب بھی میرے لئے دعا کریں اور ان کتابوں کی اشاعت میں حصہ لیکر میرے ساتھ تعاون کریں۔ فقط

۱۰؍ نومبر ۱۹۵۰ء

الہ دین بلڈنگ سکندرآباد دکن

خاکسار عرفانی الکبیر

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَ
مَن كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ

سلسلہ دینیات اسلام نمبر ۴

کتاب الحج

حج اور اسکی حقیقت

جس میں مناسک حج کا فلسفہ قرآن کریم کی
روشنی میں بیان کیا گیا ہے

مرتبہ

عرفانی الکبیر

(بار اول ۵۰۰) نومبر سنہ ۱۹۵ء قیمت تین روپے کلدار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۝

عرض حال

مئی سنہ ۱۹۰۷ء میں میں نے حقیقت نماز کے نام سے نماز کی فلاسفی پر ایک کتاب شایع کی جو بحمد اللہ بہت مقبول ہوئی اور بعد میں مختلف احباب نے اسے مختلف صورتوں میں شایع کرکے فائدہ اٹھایا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

میں ارکان اسلام پر ایک سلسلہ لکھنا چاہتا تھا لیکن وہ کسی نہ کسی وجہ سے ملتوی ہوتا آیا۔ پورے ۴۳ سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی کہ کتاب الصیام یعنی روزہ کی حقیقت اور فلاسفی شایع کروں جو اس سال مئی سنہ ۱۹۵۰ء میں شایع ہوئی اور اب اسی سلسلہ میں کتاب الحج شایع کرنے کی توفیق پاتا ہوں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

ارادہ یہ تھا کہ کتاب الحج اور کتاب الزکوٰۃ ایک ہی جلد میں شایع کروں مگر ایسا بوجوہات نہ ہوسکا اس لئے کتاب الزکوٰۃ بھی جلد شایع ہونے کے لئے دعا کرتا ہوں۔ احباب بھی میرے لئے دعا کریں اور ان کتابوں کی اشاعت میں حصہ لیکر میرے ساتھ تعاون کریں۔ فقط

۱۰ر نومبر سنہ ۱۹۵۰ء

الہ دین بلڈنگ سکندرآباد دکن

خاکسار عرفانی الکبیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم کیساتھ

کتاب الحج

ابتدائی کلمہ

میں نے سنہ ۱۹۰۷ء میں ارکان اسلام کی فلاسفی پر ایک سلسلہ شایع کرنے کا ارادہ کیا تھا اور مئی سنہ ۱۹۰۷ء میں اِس سلسلہ کی پہلی کتاب **حقیقت نماز** کے نام سے شایع کی پھر مختلف اسباب اور حقیقتاً اللہ تعالےٰ کی نہاں در نہاں مشیت کے ماتحت یہ سلسلہ معرض التوا میں رہا پورے ۳۴ سال کے بعد اللہ تعالےٰ نے مجھے توفیق دی کہ میں کتاب الصیام (روزہ اور اُس کی حقیقت) شایع کرنے کے قابل ہوا۔ اور معاً اس کی اشاعت کے بعد میں **کتاب الحج والزکوٰۃ** کی تالیف کی طرف اللہ تعالےٰ کے محض فضل و رحم کے ساتھ توجہ کر رہا ہوں اور آج ۲۴ جولائی ۱۹۵۰ء مطابق ۱۷ رمضان ۱۳۶۹ھ کو کتاب الصیام کی اشاعت

کے ایک ماہ بعد یہ سطور بطور پیش لفظ کے لکھ رہا ہوں اور کتاب الحج کو اللہ تعالیٰ کے پاک نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں اور اسی کے حضور نہایت ادب اور عجز سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اسکی تکمیل اور اشاعت کی توفیق دے اور مجھے ان حقائق و معارف کی طرف رہنمائی فرمائے جو حقیقت الحج کو واضح کردیں وہی تمام علوم اور معرفت کا سرچشمہ ہے اور میں اس کی ہی تعلیم کردہ دعا ربِّ زدنی علماً کے الفاظ میں اس کے علمی فضل کا سائل اور طالب ہوں وہ مجھے توفیق دے کہ اس کی حقیقت واضح کرسکوں اور پڑھنے والوں کو توفیق دے کہ وہ اسے سمجھ کر عملی روح پیدا کریں والحمد للہ اولاً وآخراً وظاہراً وباطناً ۔

خاکسار عرفانی الکبیر
۱۵ رمضان ۱۳۶۹ھ

تاسیس کعبہ اور اُسکے مقاصد قرآن کریم کی روشنی میں

قبل اس کے کہ میں حج کی حقیقت اور اس کے مسائل پر بحث کروں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ (بیت ایل) کی تاسیس اور اس بنائے مقدس کے اغراض و مقاصد کو قرآن کریم کی روشنی میں بیان کروں۔

مقصد تاسیس کعبہ

ہر عمارت کی تعمیر کا مقصد اور غرض ہوتی ہے وہ چھوٹی ہو یا بڑی شخصی ہو یا قومی یا بین الاقوامی اس تعمیر کے بانی اور معمار کی سیرۃ اس کے اغراض و مقاصد سے نمایاں ہوتی ہے جیسا کہ میں ابھی بیان کروں گا اس بیت عتیق کی تاسیس کے مقاصد علیم و خبیر رب العالمین نے آپ بیان کئے ہیں اس لئے کہ اس زمانے کی تاریخ ہمارے پاس موجود نہیں۔

اللہ تعالٰے نے اس بنائے مقدس کے متعلق بانی کے دلی جذبات کا اظہار آپ فرما دیا چنانچہ فرمایا۔ دیکھو سورہ آل عمران پارہ (۴) رکوع ۱۰ آیۃ ۹۴ و ۹۵۔

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۹۴)
اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ (۹۵)

کہدو کہ (اسلام کے متعلق جو کچھ اللہ تعالٰے نے فرمایا) وہ سب سچ ہے۔ پس ابراہیمی ملت کی اتباع کرو جو نہایت راست رو تھا اور مشرکوں میں سے نہ تھا (۹۴) بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا یقیناً وہی ہے جو بکہ (مکہ) میں ہے جو مبارک ہے اور تمام عالموں کے لئے (مرکز) ہدایت ہے (۹۵)۔

اللہ تعالےٰ کی عبادت کے لئے پہلا گھر

ان آیات سے آگے بھی اسی بیت اللہ کا ذکر ہے مگر میں سر دست تاسیس بیت اللہ کا ذکر کر رہا ہوں اس آیۃ میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ یہی گھر جو بیت اللہ کہلاتا ہے اور جو مکہ معظمہ میں واقع ہے سب سے پہلا گھر ہے جو ہدایت عالمین کے لئے تعمیر ہوا۔ وضع للناس میں بھی عمومیت کو پیش کیا اور ل نفع کے معنی دیتا ہے یعنے اس گھر کی تعمیر کا مقصد انسانیت کی نفع رسانی اور خیر تھا اور پھر اسکی وضاحت کر دی کہ یہ مرکز ہدایت قرار دیا گیا کسی خاص ملک اور قوم کیلئے نہیں بلکہ ہدی للعالمین یعنے جو چشمہ ہدایت وادی غیر ذی زرع کی اس بستی سے جاری ہوگا وہ دائمی اور ابدی ہوگا اور وہ ساری دنیا اور انسانیت کے لئے ہوگا۔

اس سے اس مقصد عظمیٰ کا کچھ اندازہ ہوتا ہے جو اس کی تعمیر میں زیر نظر تھا۔ آؤ ذرا غور کریں اور تاریخ مذہب کی روشنی میں دیکھیں کہ کیا قرآن مجید کا یہ دعویٰ اساس حقیقت پر ہے یا نہیں؟

اس کے جواب میں کسی لمبی بحث کی ضرورت نہیں دنیا کے جس قدر مذاہب اس وقت ہمارے سامنے ہیں انکی اپنی کتب مذہبی سے یہ ثابت ہے کہ وہ کبھی عالمگیر مذہب کی شکل میں پیش نہیں ہوئے ان کی تعلیمات ایک خاص طبقہ کے لئے محدود تھیں یہاں تک کہ دوسرے لوگوں پر ان کے مذہب میں داخلہ کے دروازے بند تھے اور وہ کبھی تبلیغی مذہب نہ تھے یہ فخر اور امتیاز

اسی مذہب (اسلام) کے حصہ میں آیا جس نے اپنی الہامی کتاب قرآن مجید کے متعلق یہ دعویٰ کیا اور وہ دعویٰ واقعات کی روشنی میں صحیح ثابت ہوا کہ وہ کل عالم انسانیت کے لئے ہے عجیب اور لذیذ بات یہ ہے کہ اس دعویٰ کے الفاظ کو اس مقصد تعمیر کعبہ کے ساتھ کامل مناسبت ہے چنانچہ قرآن مجید کے متعلق فرمایا۔ دیکھو سورہ فرقان پارہ ۱۸ آیت اول۔

تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا۔

وہ ذات بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تاکہ وہ تمام دنیا کے لئے ہوشیار و بیدار کرنے کا موجب ہے۔ دیکھو یہاں قرآن کریم کو عالمین کے لئے ہدایت نامہ قرار دیا جیسا کہ مکہ معظمہ کے البیت کو ہدی للعالمین قرار دیا۔ اور پھر جس بابرکت وجود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ابدی ہدایت نازل ہوئی اس کے متعلق فرمایا

ما ارسلناك الا رحمة للعالمين

میری اس کتاب کے موضوع میں اس پر تفصیلی بحث داخل نہیں میں نے ایک صداقت کی تفہیم کے لئے ذکر کیا ہے اب میں پھر اصل موضوع کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

پہلا گھر میں یہ بھی بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ پہلے گھر سے کیا مراد ہے کیا بیت اللہ کی تعمیر سے پیشتر دنیا میں گھر نہ تھے ؟ میں اس بحث کو طول دینا نہیں چاہتا۔

ہونگے مجھے انکار کی ضرورت نہیں یہاں پہلا گھر ایسے ایک خصوصیت کے لیئے کہا گیا ہے اور اُس خصوصیت کے لحاظ سے

یہی پہلا گھر ہے

اور وہ خصوصیت یہ ہے کہ اس گھر کو انسانیت اور عالمین کی ہدایت کا مرکز قرار دیا گیا ہے اور اس سے انکار کی واقعات۔ کی روشنی میں قطعاً گنجائش نہیں کہ اس سے پہلے کوئی گھر ایسا نہ تھا جو انسانیت کی ہدایت کے لیئے مرکزی حیثیت اور دائمی حیثیت رکھتا ہو۔

میں نے اس امر کو واضح کیا ہے کہ بیت اللہ کے اوّل بیت ہونے کی یہ خصوصیت اور امتیاز ہے کہ وہ نسل انسانی کی ہدایت کا مرکز قرار پایا اس سے پہلے مختلف ممالک و اقوام میں جو معبد بنائے گئے وہ وقتی اور قومی تھے۔ یہ امر کہ کیا فی الواقع اول بیت ہے تاریخی تحقیقات کی ضرورت نہیں دشمنان اسلام نے بھی اس کی اوّلیت کو تسلیم کیا ہے چنانچہ سر ولیم میور نے اپنی کتاب لائف آف محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اس کا اعتراف اسطرح پر کیا ہے۔

"مکہ کے مذہب کی نمایاں خصوصیات کی ابتدا کے لیئے ایک نہایت ہی قدیم زمانہ تجویز کرنا پڑتا ہے ڈیڈ ورڈس سکولس سنہ عیسوی سے نصف صدی بیشتر لکھتا ہوا عرب کا ذکر کرتے ہوئے جو بحیرہ احمر پر واقع ہے لکھتا ہے کہ

اس ملک میں ایک معبد ہے جس کی عرب لوگ بہت ہی
عزت کرتے ہیں ان الفاظ میں یقیناً خانہ کعبہ کا جو
مکہ میں ہے ذکر کیا گیا ہے کیونکہ اور کسی معبد کا عرب
میں نام بھی نہیں جس کی عزت عرب میں عام طور پر ہوتی
ہو زبانی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ قدیم ترین
زمانہ سے خانہ کعبہ کا حج عرب کے ہر گوشہ کے
لوگ کرتے رہے ہیں یمن اور حضر موت سے خلیج فارس
کے کنارہ سے شام کے صحرا سے عراق عرب اور حیرہ
سے لوگ ہر سال مکہ میں آکر جمع ہوتے ہوئے پائے
جاتے ہیں اس قدر عام طور پر سارے ملک کے اندر
اس عزت کا حاصل ہونا یقیناً ایک ایسے قدیم زمانہ
سے ہونا چاہیے جس کے پرے کوئی اور قدیم زمانہ
تجویز نہیں ہو سکتا"

یہ ایک دشمن اسلام کا اعتراف ہے اور قرآن مجید کی صداقت کا ثبوت

بیت اللہ کی تعمیر کن حالات میں ہوئی

یہ معلوم کرنے کے بعد کہ بیت اللہ کی
تعمیر کا ایک ہی مقصد تھا کہ وہ نوع انسان
کی ہدایت کا ابدی اور غیر فانی مرکز ہو۔
آؤ اب ہم دیکھیں کہ اس بنائے مقدس
کی تعمیر کس رنگ میں ہوئی۔ قرآن کریم سے صاف پتہ لگتا ہے کہ
اس بنائے اقدس کی تعمیر میں کوئی پتھر نہیں رکھا گیا کوئی کدال
زمین پر نہیں مارا گیا (جو بنیاد کھودنے کے لیے ضروری تھا) جسکے ساتھ

دعاؤں کے نغمے ہنوں

بیت اللہ کے معمار خلیل و اسماعیل علیہما السلام اس کی بنیادیں رکھتے ہوئے اور اس کی تعمیر میں دیواریں اٹھاتے ہوئے اللہ تعالےٰ کے حضور دعائیں کر رہے تھے چنانچہ قرآن مجید اس نظارہ کو پیش کرتا ہے (دیکھو سورہ بقرہ پارہ ۲ آیت ۱۲۸ و ۱۲۹)

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ رَبَّنَا
وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً
لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ ا
لتَّوَّابُ الرَّحِيْمُ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ
يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ
وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

اور جب ابراہیم علیہ السلام البیت کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور اسماعیل علیہ السلام بھی وہ اس وقت یہ دعائیں کرتے تھے اے ہمارے رب ہم سے اس بنیاد ہدایت کو قبول فرما بے شک تو سمیع العلیم ہے۔

اے ہمارے رب ہم کو اپنے فرمانبردار بنا اور ہماری ذریت

(نسل) میں بھی ایک امتہ مسلمہ پیدا کر جو تیری فرمانبردار ہو اور ہمیں ہمارے حج کے اعمال[1] بتا اور ہم پر رحمت سے توجہ فرما بے شک تو تواّب الرحیم ہے۔

اے ہمارے رب ہماری ذریت میں ایک ایسے رسول کو مبعوث فرما جو انہیں میں سے ہو جو ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے۔ اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاک کر دے بے شک تو غالب ہے اور حکیم ہے۔

غور کرو کہ اس مبارک گھر کی تعمیر کن اعلیٰ مقاصد کے لئے ہوئی۔ اور ان بلند پایہ معمار و مزدور (علیہما السلام) نے کن دلی دعاؤں کے ساتھ اس تعمیر کو مکمل کیا۔ اس کا آغاز نیک مقاصد اور پاک تمناؤں کے ساتھ ہوا۔ اور اس کی تعمیر کے دوران میں دعاؤں کا سلسلہ بدستور جاری رہا اور یہ دعائیں کسی ذاتی مقصد کے لئے نہ تھیں صرف اور صرف اس مقصد کے لئے کہ اس گھر سے اللہ تعالےٰ کی فرمانبردار جماعت (امتہ مسلمہ) کی روحانی تربیت ہو۔

میں جب اس حقیقت پر غور کرتا ہوں تو ایک وجد کی

---

[1] ۔ قرآن کریم میں مناسکنا کا لفظ ہے جس کے معنے حج کے اعمال مینے کئے ہیں۔ مناسک جمع ہے منسک کی اور اسکے معنے ہیں عبادت کے یا بہت عبادت کے اور مناسک خصوصیت سے اعمال حج پر بولا جاتا ہے اسلئے کہ اعمال حج میں انسان کو معمولی حالات سے نکل کر گویا ایک نیا رنگ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ گویا ایک قسم کی کامل ہجرت ہوئی ہے اور کامل قربانی ہے۔ (عرفانی الکبیر)

کیفیت طاری ہو جاتی ہے دنیا کی بڑی بڑی عمارتوں کی تاریخ بھی ایک حد تک میں نے پڑھی ہے مذہبی عبادت گاہوں کے حالات بھی بقدر ضرورت معلوم کئے ہیں ان کی تعمیر کے مقاصد میں یہ روح نہیں اور نہ ان کی تعمیر میں یہ روحانی جذبہ کار فرما نظر آتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے بیٹے کو ساتھ لیکر جن دعاؤں کے ساتھ اس مقدس گھر کی تعمیر میں مصروف تھے وہ سراسر خلق اللہ کی بھلائی اور حضرت احدیت کی فرمانبردار امت مسلمہ کی تخلیق کی دعائیں ہیں اور اس مقصد عظیم کے حصول کے لئے ایک عظیم الشان نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت کی دعا تھی۔

اس دعا کی قبولیت

جس اخلاص اور روح کی سچی تڑپ سے یہ دعا کی گئی تھی اس طرح اللہ تعالےٰ نے اسے شرف قبولیت بخشا اس دعا کے مختلف اجزا پر غور کرو تو اس کی قبولیت نمایاں نظر آتی ہے۔

(۱) پہلی دعا یہ تھی کہ اے ہمارے رب ہم سے اس خدمت تعمیر کو قبول فرما۔ اللہ تعالےٰ نے کیسی شاندار قبولیت عطا فرمائی۔ کہ اس گھر کو ایک چشمہ برکات بنا دیا چنانچہ فرمایا (سورہ بقرہ پارہ اول رکوع ۱۵ آیۃ ۱۲۶)

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا

اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے لئے مرجع اور بیت الامن بنا دیا۔

یہ قبولیت کا ایک دائمی اور غیر فانی نشان ہے جو ابدالاباد کے لئے

ہر زمانے میں ابراہیمی دعا کی قبولیت کو ظاہر کرتا ہے کہ قیامت تک لوگ اس مقام پر جمع ہوتے رہیں گے کوئی زمانہ اس پر ایسا نہ آئے گا کہ لوگ یہاں نہ آئیں اور نہ کوئی ایسا وقت آئے گا کہ یہ مرکز نہ رہے۔ دنیا میں بڑے بڑے انقلاب ہوئے خطرناک تباہ کن لڑائیاں ہوئیں مگر اللہ تعالیٰ نے

اس گھر کو محفوظ رکھا

اور اس کے بیت الامن ہونے کی پیشگوئی فرمائی جو ہر زمانے میں پوری ہوتی آئی ہے یہاں تک کہ خود عرب کی جنگ جو قوم ایام جاہلیت میں بھی غیر شعوری طور پر اس میں قیام امن کی عملاً عقیدت مند رہی۔ اور خدا کے اس گھر کے علاقہ میں کبھی خون ریزی نہ ہونے پائی۔

مقام امن میں یہ بھی بشارت ہے کہ وہ غیروں کے تسلط سے محفوظ رہے گا اور دجال کا دخل کبھی نہ ہوگا۔ غرض ابراہیمی دعا کے جزو اول کی قبولیت کا یہ ایک ایسا مبین ثبوت ہے جس کو کوئی دہریہ بھی جھٹلا نہیں سکتا۔

(۲) دعا کا دوسرا جزو یہ تھا کہ اے اللہ ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنا۔ اس دعا کی قبولیت بھی وہی شان اپنے اندر رکھتی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے کامل فرمانبردار ہونے کی شہادت دیں فرمایا (دیکھو سورۃ النحل پارہ ۱۴ آخری رکوع آیتہ ۱۲۲ ا ۱۲۳ ا ۱۲۴ ا ۱۲۰)

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۱۲۳)

شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهِ اِجْتَبٰهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۱۲۳)
وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (۱۲۴)

بے شک ابراہیم ہر ایک خیر کا جامع نیکی کی تعلیم دینے والا امام اور بے نظیر شخص تھا اللہ تعالےٰ کے لئے کامل تذلل اختیار کرنے والا اور ہمیشہ اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کرنے والا تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا (کامل موحد تھا) اور وہ اللہ تعالےٰ کے انعامات کا شکر گزار اس کے رب نے اس کو برگزیدہ کیا اور صراط مستقیم کی طرف اس کی رہبری کی اور ہم نے اس کو دنیا میں ہر قسم کے حسنات دیئے اور آخرت میں بھی یقیناً صالحین میں سے ہوگا۔

ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صفات عالیہ کا ذکر فرمایا اور یہ اس دعا کی قبولیت کا نشان ہے جو آپ نے کی تھی کہ اے رب ہم کو اپنا فرمانبردار بنا۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اور بھی صفات آئے ہیں میں نے یہ بطور نمونہ لکھے ہیں اسی طرح پر اس دعا کے تمام اجزا ایک جلالی شان سے پورے ہوئے اور سب سے نمایاں قبولیت کا ظہور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود میں ہوا۔ اس لئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک ایسے رسول کی بعثت کی دعا کی تھی جو دنیا کے تزکیہ نفس کا موجب ہو آیات اللہ کی تلاوت کرے اور کتاب و حکمت سکھائے۔ ان مقاصد عظیم کی تکمیل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے ہوئی چنانچہ فرمایا (سورہ جمعہ پارہ ۲۸ پہلی آیت)

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۔

یعنے اللہ تعالےٰ وہی تو ہے جس نے امیوں میں انھیں میں سے ایک رسول کو مبعوث کیا جو ان پر اس کی آیات پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور وہ اس سے پیشتر کھلی کھلی گمراہی میں تھے ۔

میں نے ان آیات کو صرف **قبولیت دعائے ابراہمی** کے ثبوت میں پیش کیا ہے ان پر تفصیلی بحث میں نے اپنی کتاب رحمتہ للعالمین میں کی ہے

غرض

بیت اللہ کی تاسیس نہایت پاک مقاصد کے لئے ہوئی اور دعاؤں کے ساتھ ہوئی ۔ اور ان دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ آج بھی دنیا کے ہر گوشہ سے مسلمان وہاں حج کے لئے جمع ہوتے ہیں ۔ یہ تمہیدی بیان مینے اس لئے لکھا ہے تاکہ معلوم ہو کہ کس مقصد عظیم کو مدنظر رکھکر اور کن پاک جذبات سے متاثر ہو کر اس بیت اللہ کی تعمیر ہوئی ۔ اور حج اسی **بیت اللہ** کے متعلق بعض مناسک اور ارکان حج کا نام ہے ۔ اور حج کا مقصد کبھی پورا نہیں ہو سکتا جب تک اس روح کے ساتھ وہ نہ کیا جاوے ۔ مگر افسوس ہے کہ اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا گیا

(الا ماشاء اللہ) اور آج یہ نعوذ باللہ تصور کیا گیا ہے کہ حج ایک کفارہ کی صورت ہے مکہ جا کر تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ اس مقام کی برکات سے صحیح فائدہ اٹھایا جاوے اکثر لوگ اس سے محروم ہو جاتے ہیں (الا ماشاء اللہ)

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل اور رحم سے اس خاکسار (عرفانی) کو بھی حج کی سعادت سے بہرہ اندوز فرمایا (۱۹۲۷ء میں) اور میں نے بچشم خود حاجیوں کے حالات کا معائنہ کیا۔ بہت ممکن ہے کہ اس کتاب میں میں اپنے تاثرات کا بھی کسی قدر اظہار کروں و باللہ التوفیق۔

مکہ معظمہ کے قرآنی اسماء

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں قرآن مجید میں مکہ معظمہ کے جو نام آئے ہیں ان کا بھی مختصر ذکر کروں اور یہ اس لئے کہ ان نام اسماء میں اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت اس کی اہمیت اور عظمت کو ثابت کرتی ہے جیسا کہ میں نے دکھایا ہے کہ اس بستی کی آبادی اور اس میں کعبۃ اللہ کی تعمیر لبتی دعاؤں اور اللہ تعالیٰ کے ایک عظیم الشان مقصد کا مظہر ہے۔ اسی طرح اس کے اسماء میں بھی ایمان افزا اسرار ہیں اور جب ایک شخص خالی الذہن ہو کر سوچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے عجائبات اور آیات اسے نظر آتے ہیں اور اگر قلب سلیم ہو۔ اور آنکھیں کھلی ہوں تو وہ بے اختیار ہو کر اس

بنائے مقدس کو اللہ تعالےٰ کی ہستی کا ایک کھلا ہوا ثبوت یقین کرتا ہے۔ میں ان اسماء پر بہت مختصر بحث کروں گا۔ ایک عظیم الطبع انسان اس پر غور کر کے معرفت کی راہوں پر پے بپے جا سکے گا و باللہ التوفیق۔

قرآن مجید میں مکہ معظمہ کا ایک نام ام القریٰ ہے جیسا کہ فرمایا سورہ الانعام پارہ ۷ آیۃ ۹۲ رکوع ۱۲۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ۔

ترجمہ:۔ اور یہ محفوظ کتاب جس کو ہم نے اتارا مبارک ہے اور اس کی مصدق ہے جو اس کے پہلے ہے (اس کے نزول کا مقصد یہ ہے) کہ تو اہل مکہ کو اور ان کو جو ان کے ارد گرد ہیں آگاہ کرے (ڈرائے) اور جو لوگ آخرۃ پر ایمان لاتے ہیں اس پر بھی ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔

تفسیری نوٹ اس آیتہ میں قرآن مجید کی عظمت و صداقت اور اس کے دائمی اور ابدی ہدایت ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ کیونکہ مبارک کے معنی و مفہوم میں یہ امر داخل ہے کہ اس میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے خیر کثیر مضبوطی سے داخل

و لازم ہو۔ اور منقطع نہ ہو۔ میں نے اسماء القرآن فی القرآن میں تفصیل اسے بحث کی ہے یہاں تو اس آیۃ کو میں نے اس امر کے اظہار کے لئے پیش کیا ہے کہ مکہ معظمہ کا ایک نام ام القریٰ قرآن کریم میں ہے اس کے لفظی معنی تو ظاہر ہیں بستیوں کی ماں اس نام میں اس خصوصیت کا اظہار ہے کہ ساری دنیا کے فرزندوں کے لئے روحانی دودھ اس ماں کی چھاتیوں سے دیا جاوے گا۔ اس لئے کہ جو ہدایت نسل انسانی کے لئے کامل ہو کر دائمی اور ابدی ہدایت قرار پاکر نازل ہوئی اس کا آغاز یہیں سے ہوا۔ اور جو بنی نسل انسانی کی ہدایت و رہنمائی کے لئے رحمتہ اللعالمین ہو کر آیا وہ یہاں سے ہی مبعوث ہوا اور قرآن کریم جو اسے دیا گیا وہ فیہا کتب قیمۃ کا مصداق اور آپ کی دعوت کا اعلان انی رسول اللہ الیکم جمیعا کے الفاظ میں ہوا اور یہ بھی فرمایا گیا وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (سورہ سبا رکوع ۳ آیۃ ۲۹)۔

جیسے سورہ فاتحہ کو ام الکتاب کہا گیا اسی طرح مکہ کو ام القریٰ کہا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ابوت جسمانی کی نفی کر کے آپ کو رسول اللہ اور خاتم النبین کے الفاظ میں ابوت روحانی کا درجہ عطا ہوا۔ غرض بجا طور پر اس کا نام ام القریٰ ہوا۔ اور ام القریٰ اور مکہ کو ایک نسبت خاص بھی ہے عربی زبان میں مک کے معنے دودھ کا ماں کی چھاتی سے چوسنے کے ہیں۔ اور اسی لئے اس کا نام مکہ ہے کہ وہ ام القریٰ ہے غرض ام القریٰ

کے نام کی حقیقت یہ ہے کہ

وہ ساری دنیا کیلئے رُوحانی غذا کے لئے بطور ماں کے ہے اسی کی چھاتیوں سے توحید الٰہی اور اسلام کا دودھ پیا جائے گا۔

(۲) دوسرا نام قرآن مجید میں مکہ معظمہ کا البلد الامین ہے جس کے معنے ہیں امن والا شہر چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا (دیکھو سورۃ التین پارہ ۳۰ آیۃ ۴۔

وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ

اس سورۃ التین میں اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے دلایل کو ایک تاریخی شہادت کی تائید سے پیش کیا ہے اور یہ شہادت بطور قسم کے ہے اور قسم کو قائمقام شہادت قرار دیا گیا ہے یہ ایک مسلمہ ہے جس پر تفصیلی بحث کی ضرورت نہیں اور نہ یہ اس کتاب کا موضوع ہے۔

امین کے معنوں میں دو باتیں داخل ہیں (۱) یہ کہ وہ دوسروں کو امن دیتا ہے۔ (۲) یہ کہ وہ خود مامون ہے یعنے اس کو امن دیا گیا ہے اور یہ دونوں معنے مکہ معظمہ کو بلد امین کہنے میں صحیح ثابت ہوتے ہیں اور اس کی مختصر تشریح میں آگے چل کر کرتا ہوں۔

پہلے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ خود حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے بھی اس شہر کے بلد امین ہونے کی دعا کی تھی جو سورۃ البقرہ آیۃ ۱۲۶ میں وہ دعا اس طرح پر آئی ہے ۔

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (سورہ بقرہ آیۃ ۱۲۶)

اے میرے رب اس کو (مکہ معظمہ کو) امن والا شہر بنا دے اور اس کے باشندوں میں سے ان کو جو اللہ اور یوم آخرۃ پر ایمان لاتے ہوں پھلوں کا رزق عطا فرما۔

حضرت ابراہیم کی اس دعا میں بھی مکہ معظمہ کی عظمت اور اس کے بہت بڑا شہر بن جانے کی پیشگوئی ہے اس لئے کہ جوں جوں کسی شہر کی آبادی بڑھتی جاتی ہے وہاں مختلف قسم کی بدامنیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور کثرت آبادی کی وجہ سے معاشی حالتیں بھی مخدوش ہو جاتی ہیں حضرت ابراہیم کی یہ دعا ایسی قبول ہوئی کہ دنیا میں ہزاروں انقلاب ہوئے اور بڑے بڑے امن کے مدعی شہروں اور حکومتوں میں فساد اور بے چینیاں پیدا ہوئیں مگر

مکہ معظمہ اب تک بلد امین ہے

فی الحقیقت وہ ایک دار الامان اور دار السلام ہے ۔
اور جیسا کہ پہلے بھی بیان کر آیا ہوں ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کی قبولیت کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ دنیا بھر کے پھل وہاں پہنچ جاتے ہیں۔

اسی دعا کو ایک دوسرے مقام پر سورۃ ابراہیم میں یوں دیا گیا ہے

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

ترجمہ :۔ اے میرے رب! اس شہر کو امن کی جگہ بنا دے اور مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے بچا کہ وہ بتوں کی پرستش کریں اے میرے رب انھوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر رکھا ہے پھر جو میری اتباع کرے گا وہ تو مجھ سے ہے اور جس نے نافرمانی کی تو غفور الرحیم ہے۔ (سورہ ابراہیم پ ۱۳ ع ۱ آیۃ ۳۶ تا ۴۴)۔

(تفسیری نوٹ) اس دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو علم دیا گیا تھا کہ ایک وقت مکہ پر بھی ایسا آجائے گا کہ وہاں شرک کی بلا پھوٹ پڑے گی اس لئے آپ نے یہ بھی دعا کی کہ میری اولاد وہی ہوگی جو میری اتباع کرے گی۔ انبیاء علیہم السلام کی فطرت کتنی رحیم ہوتی ہے ان لوگوں کے لئے جو مبتلائے شرک ہو جائیں گے بد دعا نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفات غفور الرحیم کو اپیل کر دی ہے

غرض بلد الامین جو مکہ معظمہ کو کہا گیا حقیقی معنوں میں وہ بلد الامین ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ سورۃ التین مکی سورۃ ہے اور جب کہ یہ سورۃ نازل ہو رہی تھی مکہ بلد الامین نہ تھا۔

خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی مختصر سی جماعت ہی ہر قسم کے مصائب کا نشانہ بنی ہوئی تھی اس لئے اس جگہ بلد الامین کہکر ایک پیشگوئی بھی کر دی ہے۔ اور اس کا کامل ظہور اس وقت ہوا جب کہ فتح مکہ ہوئی۔ اور ہر قسم کا امن قائم ہوگیا۔

بلد الامین میں ایک اور پیشگوئی بھی ہے جسکا احادیث سے پتہ ملتا ہے احادیث میں دو بڑے فتنوں کا ذکر کیا گیا ہے ایک فتنہ دجال کا ہے جو روحانی فتنہ ہے دجال کفر اور بے دینی پیدا کرے گا اور تلبیس حق کی طرف اپنی ساری طاقتوں کو لگائے گا۔ اس فتنہ سے مراد نصاریٰ کا غلبہ اور عیسائی مذہب (جو اب پولوسی مذہب ہے) کی اشاعت کے لئے ہر قسم کے مکائد اور تدابیر کرے گا۔ اللہ تعالےٰ اس فتنہ دجال سے اس کو محفوظ رکھے گا اور دوسرا فتنہ جو جسمانی ہے وہ طاعون کا عذاب ہے اور اللہ تعالےٰ اس سے بھی محفوظ رکھے گا۔ چنانچہ اب تک اللہ تعالےٰ نے اسے محفوظ رکھکر قرآن کریم کی صداقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر مہر کر دی ہے۔ اور اس طرح پر اس بلد امین کو عملاً بلد امین قرار دیا ہے۔

(۴) پھر قرآن کریم میں اس کا ایک نام البلد بھی ہے اور اس نام کی ایک سورۃ بھی قرآن کریم میں ہے جو ۳۰ ویں پارہ میں ہے اور وہ سورۃ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی یعنی مکی سورت ہے۔ البلد کہکر اس کی آیندہ ترقیات کی طرف اشارہ کیا ہے یہ سورۃ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابتدائی زمانہ بعثت

کی ہے عیسائی مصنفین تو اسے پہلے ہی سال نبوت کی وحی قرار دیتے ہیں میں اس جگہ اس کی تاریخی حیثیت پر بحث نہیں کرتا صرف اتنا ہی کہتا ہوں کہ یہ سورۃ ابتدائی زمانہ کی ہے جو تیسرے اور چوتھے سال سے آگے نہیں جاتی۔ اس وقت مکہ معظمہ کو اللہ تعالےٰ کے کلام میں البلد کہا گیا جس میں آنے والی ترقیات کی طرف اشارہ کر دیا نہ صرف شہر کی ترقیات بلکہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامیابیوں اور برکات کی طرف بھی اشارہ فرمایا۔

(۴ و ۵ و ۶) البیت۔ بیت العتیق۔ بیت الحرام یہ تینوں اسماء اپنے اندر ایک تاریخی عظمت اور روحانی رفعت کے مظہر ہیں۔

مکہ معظمہ یا کعبۃ اللہ کے اسماء دراصل ایک ہی موسوم کو ظاہر کرتے ہیں مکہ معظمہ کی عظمت بیت اللہ ہی کی وجہ سے ہے اور مقصد ہر ایک نام میں یہی ہے۔

قرآن کریم جہاں البیت کا استعمال کرتا ہے تب بھی وہ اس مخصوص گھر کا ذکر کرتا ہے جو ان اول بیت وضع للناس میں مذکور ہوا ہے چنانچہ جب حج کا حکم دیتا ہے تو البیت کا نام لیتا ہے۔

(۱) سورۃ بقرہ پارہ ۲ رکوع ۲۰۔ آیۃ ۱۵۸۔

فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ۔

پس جو کوئی بیت اللہ کے حج کا ارادہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں صفا اور مروہ کا طواف کرے اور جو کوئی شوق سے نیکی کرتا ہے تو یقیناً اللہ بڑا ہی غفور اور رحیم ہے۔

میں یہاں ان آیات کی تفسیر نہیں کروں گا اس لئے کہ حقیقت الحج میں مجھے تفصیل سے بیان کرنا ہے۔ یہاں تو قرآن مجید کی ان آیات کی طرف اشارہ کر رہا ہوں جن میں البیت کا ذکر ہے اور اس کے ساتھ حج کو وابستہ کیا ہے۔

(۲) سورۃ آل عمران پارہ ۴ رکوع ۱۰ آیۃ ۹۷ میں اس آیۃ کو تاسیس کعبہ کے باب میں لکھ آیا ہوں۔

(۳) سورۃ البقرہ پارہ اول رکوع ۱۵ آیۃ ۱۲۵۔

اور جب ہم نے البیت (خانہ کعبہ) کو لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ اور امن بنایا۔ اس کے متعلق بھی میں اوپر بحث کر آیا ہوں۔

البیت العتیق قرآن کریم میں بیت اللہ کو البیت اور البیت العتیق کا نام دیا گیا ہے البیت تو اسی آیۃ میں ہے جو میں شروع میں لکھ آیا ہوں اور البیت العتیق سورۃ حج پارہ ۱۷ آیۃ ۲۹ میں فرمایا

وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ

اور چاہیئے کہ قدیم گھر کا طواف کریں۔ میں نے یہ اشارہ صرف

بیت اللہ میں بیان کئے ہوئے کعبۃ اللہ کے نام کے لئے
کیا ہے ورنہ اس پر تفصیلی بحث انشاء اللہ مناسک الحج کے سلسلہ
میں کروں گا۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیئے کہ عربی زبان اپنی
جامعیت کے لحاظ سے ایک ایسی کامل زبان ہے کہ اس کا
مقابلہ کوئی دوسری زبان نہیں کر سکتی اور اس کے اسماء میں
وجوہ تسمیہ بھی ہوتے ہیں اب یہاں **عتیق** کے مفہوم کی
وسعت کو دیکھو۔

عتیق اسے کہتے ہیں جو دوسروں سے آگے بڑھا ہوا ہو
خواہ زمانے کے لحاظ سے یا مکان کے لحاظ سے یا رتبہ کے
لحاظ سے اس لئے قدیم کو بھی **عتیق** کہتے ہیں اس لئے اس مفہوم
کے لحاظ سے بیت العتیق کا لفظ بیت اللہ کے اس شرف
اور عظمت کا مظہر ہے جو اول بیت وضع للناس میں کہا
گیا ہے کہ اسے دنیا میں پہلا گھر خدا کا ہونے کا شرف حاصل ہے،
پھر **عتیق** اسے کہتے ہیں جو غلامی سے آزاد ہوا اور بیت اللہ کو
یہ فخر حاصل ہے کہ وہ ہمیشہ آزاد رہا اور کوئی اس پر قابض نہ
ہو سکا جس نے کبھی ارادہ بد کیا تباہ ہو گیا جیسے اصحاب الفیل۔

بیت الحرام قرآن کریم میں مکہ معظمہ یا بیت اللہ کا نام
بیت الحرام یعنے عزت والا گھر مندرجہ ذیل
مقامات پر کیا ہے سورۃ المایدہ پارہ ۷ رکوع ۱۳ آیۃ ۹۸۔

جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَۃَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰماً لِلنَّاسِ۔

اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو عزت والا گھر لوگوں کو قائم رکھنے والا اور رہنے والا گھر بنایا ہے۔

اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے کعبہ کے لفظ میں اس کی عظمت ورفعت کی پیشگوئی کی ہے اس لئے کہ لفظ کعبہ کے لغوی معنوں میں شرف اور علو مرتبت داخل ہے اور اس علو مرتبت سے اس کی عمارت کی شان وشوکت یا ظاہری رفعت مراد نہیں ہے کہ جیسا کہ میں اپنے موقعہ پر صراحت کروں گا۔ (وباللہ التوفیق) یہ رفعت اس روحانی مرتبہ کی طرف اشارہ کرتی ہے جو اس گھر سے تعلق رکھنے والے اور اس کے مقصد تاسیس کو سمجھنے والے حاصل کرتے ہیں اور اس کی یہ رفعت اور عظمت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے محفوظ رہے گی اور جس قدر پیشگوئیاں اس کے متعلق ہیں وہ اس کی تعمیر سے لیکر اب تک پوری ہوتی آئی ہیں اور ہمیشہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک رفیع الشان ثبوت رہینگی وللہ الحمد۔

(۲) مکۂ معظمہ کے متعلق پیشگوئیوں کی وضاحت

اگرچہ تاسیس کعبہ کے باب میں کسی قدر بحث ان پیشگوئیوں کے متعلق کر آیا ہوں لیکن میں مخصوص کرتا ہوں کو کعبۃ اللہ کی عظمت در نعت کے اظہار کے لئے (جو اس کے نام میں بھی موجود ہے) اس پر کسی قدر تفصیل سے بحث کروں۔

میں نے بتایا ہے کہ اس شہر اور اس بیت اللہ کی تاسیس و تعمیر ابراہیمی دعاؤں کے نغموں میں ہوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اولاد صالح کے لئے دعا کی اپنی اولاد میں آئمہ ہدیٰ کے پیدا ہونے کی دعا کی۔ اس بستی کے (جہاں وہ اپنے مہجور لخت جگر اور رفیقہ حیات علیہما السلام کو چھوڑ رہے تھے اسکے لئے دعائیں کیں اور ان کی زندگی کے بود و بسر اور معاشی ضروریات کے لئے دعائیں کیں ان کے لئے مقدس عبادت گاہ کی تعمیر کے لئے دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھا اور اللہ تعالےٰ نے ان دعاؤں کو قبول فرمایا اور اس بیت اللہ کی تعمیر و تاسیس کی دعاؤں کے سلسلہ میں وہ عظیم الشان دعا کی جو ایک عظیم المرتبت رحمۃ للعالمین کی بعثت کی دعا کی تھی۔ ان تمام دعاؤں پر جب بہ ہیئت مجموعی ہم غور کرتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ

یہ سب کچھ حضرت رحمۃ للعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت کے مقدمات تھے

اور چونکہ حضور کی بعثت عامہ اور ابدی تھی اس لئے اس بیت اللہ کو بھی غیر فانی شرف عطا کیا گیا۔ اور اسے ایک ایسا نشان صداقت قرار دیا جو ہر زمانہ میں آنے والی قوموں

اور نسلوں کے لئے وہ ایک مجسم آیتہ اور برہان ثابت ہوتا رہے گا۔ اس لئے میں نے پسند کیا کہ قرآن کریم نے اس کے متعلق جو پیشگوئیاں کی ہیں ان کی کسی قدر مزید صراحت کروں وباللہ التوفیق۔

جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں۔

قرآن کریم نے مختلف رنگوں میں مکہ معظمہ کے متعلق ایسی پیشگوئیاں کی ہیں جو ہر زمانہ میں اپنی اعجازی صورت کا ثبوت دیتی ہیں اور کعبۃ اللہ کی تاریخ بھی نہایت لطافت کے ساتھ بیان کی ہے قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلا گھر جو بیت اللہ کہلایا اور مخصوص عبادت الٰہی کے لئے بنایا گیا وہ اسی مکہ معظمہ میں تھا جس کو کعبۃ اللہ۔ بیت اللہ کہتے ہیں میں اس وقت اس کی تاریخ تعمیر یا معمار اول کا ذکر نہیں کروں گا بلکہ مجھے ان بعض پیشگوئیوں کا ذکر کرنا ہے جو اس مقدس مقام کے متعلق قرآن کریم نے کی ہیں اور جو ایسے واضح رنگ میں پوری ہو رہی ہیں کہ ایک دشمن کو بھی اسکا انکار نہیں ہو سکتا۔ (دیکھو سورۃ بقرہ پارہ اول رکوع ۱۴ آیتہ ۱۱۹)۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ط وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ط وَعَهِدْنَا اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ٥

اور جب ہم نے کعبہ کو لوگوں کے لئے مرجع اور مقام امن بنایا (اور حکم دیا کہ) مقام ابراہیم کو قبلہ نماز بناؤ۔ اور ہم نے ابراہیم

اور اسمٰعیل کو حکم دیا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاک کر دو۔

تفسیری نوٹ:۔ اس آیۃ میں کعبۃ اللہ کے متعلق عظیم الشان پیشگوئیوں کا ذکر ہے۔ پہلی پیشگوئی تو یہ ہے کہ یہ گھر (بیت اللہ) دائمی طور پر لوگوں کا مرجع رہے گا اور لوگ یہاں جمع ہوتے رہیں گے۔ اسی پیشگوئی میں یہ بھی داخل ہے کہ یہ ہمیشہ آباد رہیگا اور کوئی طاقت اس پر قبضہ اور غلبہ حاصل نہ کر سکے گی اور دنیا کے انقلاب میں بھی اس کی حیثیت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ تاریخ شاہد ہے کہ یہ پیشگوئی ہر زمانہ میں اپنی صداقت کی آپ نظیر ہے۔ مکہ معظمہ کی تاریخ میں عام الفیل کا ایک واقعہ ہے جب ابرہہ نامی ایک عیسائی گورنر نے بیت اللہ کو تباہ کر دینے کے عزم سے فوج کشی کی اور اپنے اس حملے میں ہاتھی بھی استعمال کیا لیکن وہ نہ صرف اپنے ارادہ میں ناکام و نامراد رہا بلکہ وہ اور اس کا لشکر تباہ ہو گیا۔ گذشتہ چودہ سو برس کی تاریخ ہمارے سامنے ہے اس عرصہ میں دنیا میں بڑے سے بڑے انقلاب آئے حکومتیں بدل گئیں ملک تباہ ہو گئے مگر اللہ تعالےٰ نے اپنے وعدہ کے موافق اس گھر کو محفوظ رکھا اور دنیا کے نہایت تکلیف دہ اوقات و حوادث میں بھی لوگوں کا اجتماع یہاں ہوتا آیا ہے۔

دوسری پیشگوئی اس میں یہ ہے کہ یہ ہمیشہ دارالامن رہے گا۔ اور اسکا نام ہی حرم ہے جیسا کہ سورہ عنکبوت پارہ ۲۱ رکوع ۶ آیۃ ۶۷ میں فرمایا۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ یُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ط اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ یَكْفُرُوْنَ ہ

کیا انھوں نے یہ مشاہدہ نہیں کیا کہ ہم نے حرم کو امن والا بنایا ہے اور لوگ اس کے ارد گرد سے اچک لئے جاتے ہیں تو کیا باطل پر ایمان لاتے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں!

حرم کے اندر کسی قسم کی خونریزی نہیں ہو سکتی۔ زمانہ جاہلیت میں بھی یہ اعجاز نمایاں تھا۔ حرم کے حدود کے باہر مختلف قسم کے حملے ہوتے اور خونریزیاں ہوتی تھیں اس لیے کہ عرب ایک جنگ جو قوم تھی۔ ان کی باہمی لڑائیوں کا سلسلہ لمبا ہوتا تھا اور معمولی معمولی امور میں وہ لڑ پڑتے تھے۔ لیکن حرم کے حلقہ میں ان کے جوش ٹھنڈے ہو جاتے اور ان کے ہتھیار کند ہو جاتے۔ یہ تبدیلی انسانی طاقت سے نہیں ہو سکتی بلکہ

یہ اعجاز تھا تصرفات الٰہیہ کا

اس کے علاوہ مقام امن قرار دینے میں یہ پیشگوئی بھی ہے کہ اس پر دشمن کا کبھی قبضہ نہ ہوگا بلکہ ہمیشہ ان لوگوں کو اس کی خدمت کا شرف دیا جائے گا۔ جو اس آیتہ اللہ کا احترام کرتے ہیں۔

غرض یہ ایک آیتہ ہی کعبتہ اللہ کی دائمی حفاظت اور دائمی امن کی پیشگوئی پر حاوی اور تاریخ دنیا کے واقعات اس کی صداقت کا اعلان کرتے ہیں۔ عالمگیر پہلی اور دوسری جنگ میں

جو نیا ہی دنیا پر آئی وہ اپنی نظیر آپ ہے مگر اللہ تعالےٰ نے اپنے
اس گھر کو چشم زخم سے محفوظ رکھا۔ پھر اسی مکہ معظمہ کے متعلق
یہ بھی وعدہ رہا ہے کہ وہاں کے رہنے والوں کے لئے ہر قسم
کے ثمرات اور رزق ہو تختیار ہے گا۔ چنانچہ ہر شخص جس کو
وہاں جانے کی توفیق ملی وہ شہادت سے دے سکتا ہے کہ
دنیا بھر کے پھل وہاں موجود ملتے ہیں۔

الحمد للہ خاکسار عرفانی کو بھی اللہ تعالےٰ نے اس سعادت
سے نوازا۔ میں جب ۱۹۲۷ء میں یورپ سے واپس ہوتے ہوئے
حج کے لئے گیا تو ان تمام شعایر اللہ اور آیات کا بچشم خود مشاہدہ کیا۔

اور بیت اللہ کی تطہیر بھی وہاں سے بتوں کو دور کر دینا
بھی ہے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے فتح مکہ کے دن اسے بتوں
سے پاک کر دیا گیا۔ آج تک کہ چودہ سو برس کے قریب ہونے ہیں
پھر اس باطل کو جگہ نہ ملی۔

قرآن مجید نے متعدد مقامات پر اس کے متعلق پیشگوئیاں
کی ہیں۔ غرض قرآن کی حفاظت۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
حفاظت اور قبلہ اسلام کی حفاظت کی پیشگوئیاں اپنے اندر
ایسے آیات اور اعجاز رکھتی ہیں کہ انکار کی گنجایش نہیں۔

بتوں سے پاک ہوجانے کی پیشگوئی اگرچہ اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم
اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام سے

ایک عہد لیا تھا جیسا کہ فرمایا۔ (سورۃ البقرہ رکوع ۱۶ آیۃ ۱۲۶۔
وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ۔

اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل (علیہما السلام) کو حکم دیا کہ میرے گھر کو پاک کر دو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے۔

تطہیر ہر قسم کی پلیدی اور ناپاکی کو دور کرنے کے لئے کہتے ہیں جسمانی ہو یا روحانی یہاں ایک ہی لفظ میں اللہ تعالےٰ نے کامل طہارت جسم وروح کو جمع کر دیا ہے میں یہاں جسمانیات سے بحث نہیں کر رہا ہوں کعبتہ اللہ کی تعمیر روحانی تزکیہ اور تعلق باللہ پر رکھی گئی ہے قرآن کریم نے بتوں کی پرستش کو بھی رجس کہا ہے چنانچہ سورۃ الحج پارہ ۱۷ رکوع ۵ آیۃ ۳۰ میں فرماتا ہے۔
فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ۔
پس بتوں کی ناپاکی سے بچو اور جھوٹ کی نجاست سے بھی بچو۔
یہاں جھوٹ اور بتوں کی نجاست اور پلیدی قرار دیا ہے اس طرح پر اللہ تعالےٰ نے ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کو بیت اللہ اسی طرح پر ہر شے کرنے کا حکم دیا۔ اور اس پاکیزگی اور طہارت کو متعلق کیا طوف کرنے والوں اعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں سے

اس میں اشارہ کیا کہ ان عبادات کا کمال اور مثمر بہ ثمرات ہونا اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ طہارت نفس اور تزکیہ باطن ہو۔ اور اس کے تباہ کرنے والی دو چیزیں بطور بنیاد کے ہیں ایک جھوٹ اس لیئے کہ تمام اخلاقیات کی بنیاد اور اعمال حسنہ کی تکمیل صدق سے ہوتی ہے قول الزور کا مرتکب اس حقیقی طہارت نفس کو حاصل نہیں کرسکتا صدق راس الحسنات ہے۔ اور بت پرستی تو روحانیت کو تباہ کر دینے والی چیز ہے اس لئے قرآن کریم

اسے رجس قرار دیتا ہے

اور کعبہ اور حج کے ذکر میں اس حکم کا دینا یہ ایک پیشگوئی تھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ایک مزکی ہو کر آنے والے تھے اور آپ کے عہد تک بیت اللہ میں سینکڑوں بت جمع کر دیے گئے تھے جن کی پوجا اول المسلمین اور حنیف اور قلب سلیم رکھنے والے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کر رہی تھی۔ اور کعبہ کا ان بتوں سے پاک ہونا اسی عظیم الشان مزکی کے ہاتھ پر مقدر تھا چنانچہ جب مکہ فتح ہوا اور آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے تو اس وقت وہاں ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک میں ایک چھڑی تھی آپ اس کو ہر ایک بت پر مارتے اور یہ آیت پڑھتے (سورۃ بنی اسرائیل پارہ ۱۵ رکوع ۱۰ آیتہ ۸۲۔

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ہ
کہو حق آگیا اور باطل ہلاک ہو گیا بے شک باطل اپنی نحوست کے ساتھ ہلاک ہونے والا ہی تھا اور اُس کے ساتھ ہی یہ آیتہ بھی پڑھتے تھے (سورہ سبا پارہ ۲۲ آخری رکوع آیتہ ۵۰)۔

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ
کہو حق آگیا اور باطل (نابود ہو گیا) اس لئے اب نہ کسی امر کی ابتدا کرسکتا ہے نہ واپس آسکتا ہے۔

اور اس پیشگوئی کی عظمت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ یہ اپنی بےکسی کے ایام میں اللہ تعالےٰ کی وحی پاکر آپ نے مکی زندگی میں کی۔ اور اُس کی شان کا کون اندازہ کرسکتا ہے آج بھی یہ حقیقت ہر دہریہ اور میٹیریلسٹ کے لئے ایک برہان قاطع ہے اور اس کے پورا ہونے کا اعتراف کئے بغیر چارہ نہیں کہ آج قریباً چودہ سو برس ہونے کو آئے بتوں کا داخلہ وہاں نہ ہو سکا۔ اور یہاں حق آپ کے اسم مبارک کا اظہار ہے۔ آپ حق ہی لیکر آئے تھے اور خود آپ کا وجود عملاً پیکر حق تھا (صلی اللہ علیہ وسلم)

قیاماً للناس ہونیکی پیشگوئی اللہ تعالےٰ نے اس اپنے گھر کے متعلق فرمایا کہ وہ قیاماً للناس ہے۔

(دیکھو سورۃ مایدہ پارہ ۷ رکوع ۱۲ آیۃ ۹۸)

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

ترجمہ :۔ اللہ تعالےٰ نے کعبہ بیت الحرام (عزت والا گھر) کو لوگوں کے لئے قائم رہنے والا اور رکھنے والا بنایا ہے۔ اور قربانیوں اور گانی والے جانوروں کو۔ یہ اس لئے کہ تم کو علم ہو جاوے کہ اللہ تعالےٰ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس کو جانتا ہے اور اللہ تعالےٰ تو ہر چیز کا علیم ہے

تشریحی نوٹ اس آیۃ میں کعبۃ اللہ کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ یہ لوگوں کے قیام کا ذریعہ ہے اس میں معاشی قیام ہی مراد نہیں اور نہ یہ مخصوص مکہ والوں کے لئے ہے بلکہ یہ انسانیت کے قیام کا ذریعہ ہے۔ اور اس مقام میں انسانی اخلاق اور انسان کی روحانی زندگی کے قیام کو واضح کیا گیا ہے کہ اس جگہ سے وہ نور نمایاں ہوگا جو دنیا کی روحانی روشنی کا ذریعہ ہوگا۔ اور اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتا ہے کہ وہ ہر قسم کی تاریکیوں سے نکال کر روشنی اور نور کی طرف لاتا ہے۔

اس طرح پر یہ کعبہ دنیا کے لئے باعث قیام ہو گیا۔ اور قیام کے یہ معنے بھی ہیں خود قائم رہنے والا اور کبھی منسوخ نہ ہونے والا۔

ان معنوں کے رو سے یہ مراد ہوگی کہ کعبہ کو ایک دائمی اور غیر فانی مقام حاصل ہے اور جو چشمہ ہدایت یہاں سے جاری ہوا وہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ وہ شریعت اور ہدایت کو کبھی منسوخ ہوگی اور اس معنے کی تصدیق قرآن کریم کے متعلق پیشگوئی سے ہوتی ہے جو انا له لحافظون میں فرمائی گئی۔ یہ تو کعبۃ اللہ کے دائمی اور غیر فانی عبادت گاہ ہونے اور اس کے قیاماً للناس ہونے کے متعلق ہے اس کے بعد اس آیۃ میں تین اور پیشگوئیاں موجود ہیں۔ یعنے صرف کعبۃ اللہ کے قیام ہی کی پیشگوئی نہیں بلکہ ان شعایر کے بھی قائم رہنے کی پیشگوئی ہے جو کعبۃ اللہ سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ ہیں حرمت والے مہینے (جن میں حج ہوتا ہے) اور ہدی اور قلاید یعنی قربانیاں جو ارکان حج کا ایک لازمی جزو ہیں اور اس میں روح حج ہے جس کا ذکر میں اپنے موقعہ پر کروں گا۔ اس میں یہ بتایا ہے کہ بیت اللہ کا حج ہمیشہ ہوتا رہے گا اور قربانیاں ہوتی رہیں گی۔ کعبہ کے وجود اور اس کے متعلق امور کو اللہ تعالے نے اپنی علیم ہستی کے ثبوت میں پیش کیا ہے جیسا کہ خود آیت کے الفاظ ذالک لتعلموا کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں میں الفاظ نہیں پاتا کہ اس پیشگوئی کی عظمت کا اظہار کرسکوں کعبۃ اللہ کی تاریخ اور اس عرصہ میں دنیا کے انقلابات پر جس قدر ہم غور

کرتے ہیں اسی قدر اس علیم خدا کے حضور ہماری روح سجدہ میں گر جاتی ہے۔

عیسائیوں نے خصوصیت سے مذہبی اور سیاسی تدابیر سے مختلف رنگوں میں اس پر حملہ کیا مگر وہ ناکام رہے اور خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ جو اس کے مٹانے اور برباد کرنے کے لئے اٹھیگا وہ آپ برباد اور ہلاک کر دیا جائے گا چنانچہ اس سے اگلی آیت میں اس کی تنبیہ ہے۔

اعلموا ان اللہ شدید العقاب و ان اللہ غفور الرحیم

جان لو اللہ شدید العقاب ہے اور یقیناً اللہ غفور الرحیم ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے کہ اگر تم اس کی بربادی کی طرف قدم اٹھاؤ گے تو اللہ تعالیٰ اس قسم کے حرکات کی سخت سزا دیگا۔

مکہ معظمہ پر حالت فقر نہ آئیگی مکہ معظمہ کے متعلق جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں بھی ہے کہ اس کے ساکنین کو رزق دیا جائے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا کہ ان پر حالت فقر واقع نہ ہوگی چنانچہ فرمایا (سورۃ توبہ پارہ ۱۰ رکوع ۴ آیتہ ۲۸)

یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا وَاِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ

مومنو! مشرک نجس ہیں (شرک نے ان کے دلوں کو آلودہ کر دیا ہے) پس چاہیئے کہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے نزدیک نہ آئیں اور اگر تم کو یہ خطرہ ہو کہ اس حکم سے تم کو فقر و فاقہ کا سامنا ہوگا (تو یاد رکھو) اللہ تعالےٰ چاہے گا تو عنقریب تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ اللہ تعالےٰ علیم و حکیم ہے

تفسیری نوٹ یہ آیت عظیم الشان پیشگوئی پر مشتمل ہے اس وقت تک مکہ والوں کی معاشی حالت کا انحصار اس پر تھا کہ حج کے لئے لوگ بلا لحاظ اعتقاد و مذہب آتے تھے اور ہر قسم کی تجارت سے مکہ والوں کو فائدہ پہونچتا تھا لیکن اللہ تعالےٰ جو عالم الغیب ہے اُسے معلوم تھا کہ آیندہ دنیا کے سیاسی تعلقات اور تغیرات کا رنگ کس طرح بدلے گا۔ اس لئے اس نے حکم دیا کہ مشرکین آیندہ مسجد الحرام کے نزدیک بھی نہ آئیں یاد رہے کہ مشرکین کی نجاست نجاست بدنی نہیں بلکہ ان کی نجاست قلبی اور روحانی ہے ان کو طہارت نفس نصیب نہیں۔ اس لئے طہارت کا چشمہ تو خدائے قدوس ہے جب اس کے تخت پر بتوں کو بٹھا دیا جائے تو پھر وہ تاثیر طہارت و تقدس باقی نہیں رہ سکتی اس لئے یہ نجاست روحانی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید دوسرے مقام پر اس کی صراحت کرتا ہے (پارہ ۱۷ سورۃ الحج آیۃ ۳۱)۔

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۔

ہیں بتوں کی ناپاکی سے بچو اور جھوٹ کی نجاست سے بھی پرہیز کرو۔

غرض جسمانی لحاظ سے انسان کو وہ کسی ملک اور قوم کا ہو اللہ تعالٰے نے ایک ہی درجہ دیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسلام چھوت چھات کا قایل نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی جو اسوہ حسنہ ہے ہم کو بتاتی ہے کہ یہودیوں اور مشرکوں سے تعلقات معاشرۃ رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے وفود آتے تھے تو اپنی مسجد میں ٹھہرا لیتے تھے اس لئے پایا جاتا ہے یہ

حکم خصوصاً مسجد الحرام سے ہے

اور یہ ایک ابدی امتناع ہے۔ حج کے ایام سے مخصوص نہیں اور اس پر برابر عمل ہوتا چلا آیا ہے اور مشرک کے لفظ میں ہر غیر مسلم داخل ہے کوئی خاص قوم مراد نہیں اب سوال یہ ہوتا ہے کہ ایسا حکم کیوں دیا گیا؟ یہ تو بین الاقوامی تعلقات کی مضبوطی کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ بین الاقوامی تعلقات کے خلاف تب ہو سکتا تھا جب مسلمانوں کو دوسری اقوام سے تعلقات رکھنے سے منع کر دیا جاتا جب کہ یہ حکم مخصوص مسجد الحرام سے ہے تو بین الاقوامی تعلقات پر اثر انداز نہیں ہو سکتا بلکہ یہ حکم مسجد الحرام اور بلد امین کے مستقبل کی حفاظت کی پیشگوئی ہے۔ اور اس لئے اس مقام پر اس حکم کی وجوہات کی طرف اللہ تعالٰے کی

عفت علیم وحکیم اشارہ کر رہی ہے اللہ تعالےٰ نے اپنے اس علم کی روشنی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تغیرات سے آگاہ کر دیا جو تیرہ سو سال بعد دنیا میں پیدا ہونے والے تھے کہ کس طرح پر غیر مسلم طاقتیں اسلامی ممالک میں اپنا اثر و نفوذ پیدا کریں گی۔ اور یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو ہماری نظروں کے سامنے ہے اور تاریخ اس انقلاب سیاسی کی گواہ ہے پس مکہ کی حفاظت اور بلد الامین کے امن کے دائمی قیام کیلئے یہ ضروری احکام دئے گئے اور اس میں اس خوف و فکر کو بھی دور کر دیا گیا جو اس امتناع سے فقر و فاقہ کا پیدا ہونا تھا اس لئے فرمایا کہ یہ اندیشہ مت کرو کہ اس امتناع سے تمہاری نوبت فقر و فاقہ کی آجائیگی ہر گز نہیں اس لئے کہ

اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے سامان غنا پیدا کر دیگا اور
اسلام اکناف میں پھیل جائیگا اور اس طرح پر موجودہ حالت
سے بھی زیادہ آسانیاں اور راحتیں میسر آجائیں گی۔

غرض اللہ تعالےٰ نے اسطرح پر مکہ معظمہ (بلد امین) کے متعلق یہ بشارت دی کہ

اس پر فقر و فاقہ کی حالت نہ آئیگی

اور دنیا دیکھتی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے وعدہ کو کس نمایاں رنگ میں پورا کیا اور یہ میں بیان کر چکا ہوں کہ مکہ معظمہ میں ہر قسم کے ثمرات پہونچتے ہیں۔

والحمد للہ علیٰ ذالک

کعبہ کے متولی دائماً مسلمان ہونگے۔

اب میں کعبۃ اللہ کی تولیت کے متعلق آخری پیشگوئی لکھکر اس باب کو ختم کر دیتا ہوں۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو انسانیت کے قیام کا ذریعہ امن کی جگہ۔ اور تزکیہ نفس کا باعث اور مومنوں سے ابدالآباد کے لیئے پاک ہونے کی بشارتیں دیں وہاں یہ بھی فرمایا کہ اس خدا کے گھر کے متولی اور خادم

ہمیشہ مسلمان رہیں گے

اور جس طرح پر بت پھر وہاں داخل نہیں ہوسکتے۔ مشرکوں اور بت پرستوں کا داخلہ بھی نہیں ہوسکتا چنانچہ فرمایا پارہ ۹ سورۃ الانفال رکوع ۵ آیۃ ۳۴

وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَهُ إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝

کیوں اُن پر عذاب نہ آوے جب کہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں وہ اسکے ولی نہیں رہ سکتے اس کے متولی متقیوں کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتے لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے۔

اس آیۃ میں صاف بتادیا کہ مسجد حرام کے متولی مشرک نہیں ہوسکتے۔ اس لیئے کہ مسجد حرام تو توحید کا مرکز ہے سگ را بہ مسجد چہ کار۔ اس کی تولیت مسلمانوں کے پاس رہیگی جو توحید کے ماننے والے ہیں آیۃ میں متقی فرمایا ہے مشرکوں کے مقابلہ میں توحید اتقا کا ابتدائی درجہ ہے۔ غرض اس میں کعبہ کی دائمی تولیت کی پیشگوئی ہے۔

ان تمام امور پر جواب تک میں نے تاسیس کعبہ سے لیکر بیان کئے ہیں اس گھر کی عظمت اور اس کے مرکز انسانیت و توحید ہونے اور اسکے برکات و ثمرات کا سمجھ میں آ جانا نہایت آسان ہے اسی گھر کے حج کا حکم ہے اور جیسا کہ میں اپنے وقت پر بیان کروں گا۔

حج ہی وہ آخری عمل ہے جو انسانیت کے حقیقی مقصد اور انسانی پیدائش کی حقیقی غرض کو پورا کرتا ہے۔

لوگ حج کی حقیقت سے واقف نہیں (الا ما شاء اللہ) وہ مختلف مقاصد و اغراض یا اپنے پیش نظر ایک عقیدہ کی بنا پر حج کرتے ہیں۔ اور جب اس کے اثرات و ثمرات کو اپنے اندر نہیں پاتے تو انھیں خوشی نہیں ہوتی۔ افسوس تو یہ ہے کہ اعمال کے متعلق تعلیم نہیں دیجاتی۔ علماء کا مقصد ایک مقررہ نصاب کو پڑھ لینا اور اسکے ظاہر پر اپنے خیال کے موافق عمل کر لینا (بشرطیکہ کیا جاوے) کافی سمجھ لیا جاتا ہے۔ لیکن اس کی طرف توجہ بہت کم ہے کہ اعمال کے حقیقی مقاصد اور روح کو سمجھا جاوے۔

اللہ تعالےٰ مجھے توفیق دے کہ اس حقیقت کو نمایاں کر سکوں۔
ہو نعم المولیٰ و نعم الرفیق ہو المستعان وعلیہ التکلان

——(۶)——

حج اور اُسکے مقاصد

اس وقت تک میں نے ماشیں و تعمیر کعبہ اور اس کے متعلق پیشگوئیوں کا ذکر کیا ہے اور اس سے پایا جاتا ہے کہ اس بیت اللہ کی تعمیر ابوالانبیاء ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے فرزند رشید حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کی اور نہایت اخلاص اور دلی اضطراب سے وہ دعاؤں کے ساتھ مصروف تعمیر رہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے ان دعاؤں کو قبول فرمایا اور اس بیت ایل کو ایک بڑی شرف اور امتیاز عطا فرمایا کہ وہ تمام انسانوں کے لئے مقصد روحانی قرار پایا۔ اور اسی گھر سے وہ چشمہ ہدیٰ جاری ہوا۔ جو ابراہیمی دعاؤں کا مظہر تھا۔ اور اسی گھر کے مقصد اور ارادہ سے سفر کو حج قرار دیا۔

امتیاز اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات میں یہ امر بھی داخل ہے کہ آپ نے عبادت کے مقاصد اور مفہوم کے تصور کو تبدیل کر دیا اور اس کو ایک عام جسمانی مشغل کی بجائے روحانیت کا ذریعہ بتا دیا یا واضح الفاظ میں ایسا کہو کہ

حقیقی مقصد کو نمایاں کر دیا

قرآن مجید نے عبادات کی غایت مقصود ذہن نشین کرنے کے لئے فطرتی دلائل کو پیش کیا ہے اس نے اولاً بتایا کہ انسان کے ظاہری اعمال کا اثر اس کے باطن پر پڑتا ہے اور اس لئے تمام عبادات

میں کچھ ظاہری اعمال مقرر کئے گئے ہیں ان کی تفصیل میں اس وقت نہیں جاتا صرف اس قدر بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اسلامی عبادات میں چار اصول زیر نظر ہیں۔ اول جس عبادت کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ تعلق پیدا ہوتا ہے اور محبت کے ذریعہ قرب الٰہی کی راہ کھلتی ہے۔ دوم جو انسانی جسم کی اصلاح کے ساتھ اسکی روحانی تخلیق یعنی اخلاق فاضلہ کے نشوونما کا ذریعہ ہوتی ہے اور انسان میں ضبط نفس اور جذبات انسانی پر حکومت کی روح پیدا کرکے اللہ تعالےٰ کی راہ میں ہر قسم کی قربانی کو آسان کر دیتی ہے۔ سوم جو انسان کو مرکزیت کی اہمیت کا احساس پیدا کرتی ہے اور اتحاد انسانی کا راستہ کھولتی ہے۔ چہارم جس عبادت کے ذریعہ انسان کی اقتصادی وحدت کی روح پیدا ہوتی ہے۔ میں اسلامی عبادات کے فلسفہ پر بحث نہیں کر رہا ہوں یہ اصولی تقسیم میں نے اس لئے پیش کی ہے کہ اسلام نے نظریہ عبادت کو انفرادی رنگ نہیں دیا بلکہ ان میں اجتماعی حقیقت کو مدنظر رکھا ہے اور نیز یہ کہ وہ انسان کے تمام اعمال کو ایک مقصد اعلیٰ کے پیش نظر عبادت بنا دیتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی توحید اور وحدت نسل انسانی ان میں ملحوظ خاطر ہے۔ بظاہر ان تمام اعمال میں کچھ ظاہری حرکات و افعال ہیں لیکن وہ ان اعمال عبادت کا جسم ہیں ان کی روح تقوی اللہ اور تقرب باللہ ہے۔

اور تمام عبادات کی روح اسی کو قرار دیا ہے
مجھے اس موقع پر صرف حج کے متعلق بیان کرنا ہے اور یہ تیسری قسم کی عبادت ہے۔ اس عبادت کا مقصد مرکزیت کی اہمیت اور نسل انسانی کی وحدت کی روح پیدا کرنا ہے اور بالآخر انسان کو دنیا اور اس کے مالوفات سے الگ کر کے اس میں اس حقیقت کو پیدا کر دینا ہے جو روح ہجرت ہے۔

حج کا اصلاحی نظام[1] جیسا کہ میں نے اس باب کے شروع میں بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادات کے مقاصد کا نظریہ تبدیل کر دیا اور اس کے مفہوم میں وہ حقیقت

---

[1] حج کے اصلاحی نظام کا سلسلہ ۹ھ ہجری میں شروع ہوا۔ ۶ھ ہجری کے آخر میں صلح حدیبیہ ہوئی تھی اور شرائط صلح میں قرار پایا تھا کہ مسلمان سال آئندہ آکر عمرہ کریں اور تین دن قیام کریں اس شرط سے استفادہ کیلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مع ان صحابہ کے (جو صلح حدیبیہ کے وقت ساتھ تھے اور جنہوں نے بیعت رضوان کی تھی اور اس وقت تک زندہ تھے) عمرہ کے لئے روانہ ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لبیک کہتے ہوئے حرم کی طرف چلے اور عبداللہ بن رواحہ نے آپ کے اونٹ کی نکیل پکڑی ہوئی تھی اور یہ رجز پڑھتے تھے۔

"کافرو سامنے سے ہٹ جاؤ آج تم نے اترنے سے روکا

پیدا کر دی جو انسان کے تعلق باللہ کو بڑھاتی اور اُس کی پیدائش کی علت غائی کو نمایاں کرتی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے پہلے بھی حج ہوتا تھا اور عرب کے مختلف حصوں سے لوگ جمع ہوتے تھے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹) تو ہم تلوار کا وار کرینگے وہ وار جو سر کو خوابگاہ سر سے الگ کر دیگا اور دوست کے دل سے دوست کی یاد بھلا دے"۔

صحابہ کی بڑی جماعت حضوری میں تھی اور ظاہر ہے کہ کئی سال کی تمنا جسے گذشتہ سال کے معاہدہ نے اور بھی تیز تر کر دیا تھا دل میں ایک لہر پیدا کر رہی تھی۔ مکہ والوں کو خیال تھا کہ مسلمانوں کو مدینہ کی آب وہوا نے کمزور کر دیا ہے اس لئے حضور نے حکم دیا کہ طواف کے پہلے تین چکروں میں اکڑتے ہوئے چلیں چنانچہ مسلمانوں نے اس پر عمل کیا یہ سنت اب تک جاری ہے جس کو رمل کہتے ہیں چونکہ معاہدہ میں تین دن قیام کی شرط تھی حسب معاہدہ اپنے وقت پر حضور روانہ ہو گئے۔

۸ھ ہجری میں مکہ فتح ہو گیا لیکن ابھی تک عام نظم ونسق قائم نہ ہوا تھا اس لئے اس سال مشرکین کے ہی زیر اہتمام حج کے ارکان ادا ہوئے۔ مسلمانوں نے عتاب بن اسید کے ساتھ جو مکہ کے امیر مقرر ہوئے تھے حج ادا کیا۔ لیکن ۹ھ ہجری وہ پہلا سال تھا کعبہ ہر قسم کے بتوں اور آلائشوں سے پاک ہو کر حقیقی معنوں میں بیت اللہ بن چکا تھا اس لئے حضور نے

اور ارکان حج بجالاتے تھے مگر ان میں مشرکانہ رسوم داخل ہو چکی تھیں اور وہ ایک عبادت کا ذریعہ ہونے کی بجائے ایک قسم کا میلہ بن گیا تھا۔ اور خود بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر قافلہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نقیب اسلام اور سعد بن وقاص۔ جابر اور ابو ہریرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو معلم بنا کر تین سو مسلمانوں کا ایک قافلہ حجاج مکہ کو روانہ کیا۔ اور قربانی کے لئے بیس اونٹ بھی ساتھ روانہ کئے اس حج سے (جس کو قرآن کریم حج الاکبر قرار دیتا ہے) اصلاحی نظام کا آغاز ہوا۔ اور سنت ابراہیمی کا حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے ذریعہ احیا ہوا۔ اور اس احیائے اسلام کے ساتھ ہی گویا حکومت کے زوال اور عروج حکومت اسلام کی ابتدا کا بھی اعلان ہوا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مناسک حج کی تعلیم دی اور یوم النحر میں خطبہ دیا اور احکام حج بیان کئے۔ اور حضرت علیؓ نے سورہ برأت کی چالیس آیتیں پڑھکر سنائیں اور اعلان کر دیا گیا کہ

آج کے بعد کوئی مشرک مکہ معظمہ میں داخل نہ ہو سکے گا اور نہ کوئی برہنہ طواف کر سکے گا اور مشرکین نے معاہدات کو توڑ ڈالا ہے آج سے چار ماہ کے بعد تمام معاہدات ختم ہو جائیں گے ۱۷۔ (بخاری باب حج ابی بکر)۔

اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بہت بڑا اصلاحی کام تھا۔ خود قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل حقیقت مفقود ہو کر اس کی جگہ بعض بدعات اور غیر مشروع حرکات قائم ہو گئی تھیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالٰے کی وحی سے اس عظیم المنفعت عبادت میں داخل شدہ خس و خاشاک اور بدعات کو دور کر دیا قرآن کریم نے مختلف مقامات پر ان بدعات کی اصلاح کر کے اصل حقیقت کو واضح کیا۔

(۱) سنت ابراہیمی کو ترک کر کے قومی مفاخرہ کو ذکر اسے بدل دیا

حج کے اس مقصد کو (جو ذکر الہٰی اور تقرب الی اللہ کے لئے اپنے کامل وقف کا تھا) امتداد زمانے کے ساتھ اپنے ذاتی فضایل اور مفاخر کے بیان کرنے کا ذریعہ قرار دے لیا گیا تھا۔ عربوں میں ذاتی مفاخر کا بیان ایک قومی کریکٹر کی حیثیت رکھتا تھا اور اس نے ان میں تکبر اور رعونت پیدا کر دی تھی سچ تو یہ ہے کہ دوسرے بتوں کے علاوہ

مفاخرت قومی کا ایک بہت بڑا بت ان کا معبود تھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس اعلان کی اس قوت اور جوش سے منادی کی کہ گلا پڑ پڑ گیا۔ غرض یہ ہے مختصر تاریخ حج کے اصلاحی نظام کی اور تفصیلات متن میں آتی ہیں (عرفانی الکبیر)

اور اس کے لئے حج کی تقریب سے بہتر کونسا موقع تھا اسلئے کہ ہر قبیلہ اپنے اسلاف کے تذکرے فخر و مباہات سے کرتا تھا اور دوسروں پر سبقت لے جانے کے لئے کوشش کرتا تھا۔ مجھے اس کے لئے کسی تاریخی حوالہ کو پیش کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ عربوں کے عادات و مراسم قبل اسلام میں یہ چیز نمبر اول پر ہے۔ مگر میں قرآن کریم کی شہادت پیش کرتا ہوں چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے (دیکھو سورۃ بقرہ پارہ ۲ رکوع ۲۵ آیتہ ۲۰۰)۔

فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا ط

پھر جب تم اپنے حج کے ارکان کو پورا کر لو۔ تو اللہ کا ذکر کرو جس طرح پر تم اپنے آباء و اجداد کا ذکر کیا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

اس آیتہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مناسک حج ادا کر چکنے کے بعد خاندانی مفاخر کے تذکرے کرتے تھے جو انسان کو تکبر و رعونت کی رہنمائی کرتا ہے اور انسانیت کو ترک کر کے گو نہ اس کو اپنا بت بنا لیتا ہے اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بازارِ مفاخرت کی منڈی کو ذکر اللہ سے تبدیل کر دیا۔ نہ صرف تبدیل کیا بلکہ فرمایا کہ اس ذکر مفاخرت اباء سے بھی بہت بڑھ کر ذکر الٰہی کرو۔ اس لئے کہ حج کا مقصد ہی یہ تھا اور ہے کہ

انسان اللہ تعالیٰ کے قریب ہو

(۲) طواف میں برہنگی کو دور کیا

طواف کعبہ میں قریش نے اپنی امتیازی خصوصیت کو نمایاں کرنے کیلئے ایک نہایت شرمناک طریق رائج کر دیا تھا کہ سوائے قریش کے دوسرے قبائل کے لوگ طواف کرتے وقت برہنہ ہوتے تھے اس مقصد کے لئے خانہ کعبہ میں لکڑی کا ایک تختہ رکھا ہوا تھا جس پر لوگ اپنے کپڑے اتار کر رکھدیتے اور طواف کرتے قریش کپڑے پہنکر طواف کرتے تھے ستر پوشی کے لئے قریش مستعار کپڑا دیدیتے تھے اور جس کو نہ ملے وہ برہنہ طواف کرے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں مفاخرت نسبی کو ختم کیا اس بے حیائی کو جو زمانہ جاہلیت کی یادگار تھی دور کر دیا اور اللہ تعالےٰ نے حکم دیا (دیکھو سورۃ الاعراف پارہ ۸ رکوع ۳ آیتہ ۳۰)

یٰبَنِیٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ۔

اے اولاد آدم ہر عبادت کے وقت اپنے لباس پہنو۔ یہاں لفظ زینت ہے اور قرآن کریم نے دوسری جگہ اس کو لباس کے معنوں میں استعمال کیا ہے اور علاوہ بریں اس رکوع کو شروع ہی مسئلہ لباس سے کیا ہے اور اسے ستر پوشی کا ذریعہ اور زینت کا موجب ٹھیرایا اور لباس التقویٰ کی فضیلت بیان کی۔

غرض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بے حیائی کو دور کیا اور آپ نے ۹ سنہ کے موسم حج میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو

مامور کر کے بھیجا کہ وہ اعلان کریں آیندہ کوئی شخص برہنہ طواف نہ کرنے پائے۔ اور یہ آپ کی قوت تاثیر تھی کہ اس اعلان کے ساتھ اس قدیم رسم جہالت کا خاتمہ ہو گیا۔

قیام عرفات کے احکام کا اجرا

(۳) قریش نے اس مفاخرت قومی کے سلسلہ میں اپنے لئے یہ بھی امتیاز خصوصی قرار دے رکھا تھا کہ برخلاف دوسرے لوگوں کے وہ حدود حرم کے اندر سے باہر نکلنا خلاف شان سمجھتے تھے اس لئے جہاں تمام دوسرے لوگ عرفات میں قیام کرتے قریش مزدلفہ میں ٹہیرتے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو قومی مفاخرت کے تمام بتوں کو توڑنے اور بنی نوع انسان میں ایک مساوات عامہ قائم کرنے کے لئے آئے تھے آپ نے اللہ تعالےٰ سے وحی پا کر حکم دیا کہ تمام انسان ایک ہی جگہ سے کوچ کریں فرمایا (سورۃ البقرہ رکوع ۲۵ آیتہ ۲۰۰)۔

ثُمَّ اَفِیضُوا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ غَفُورٌ رَّحِیْمٌ ○

پھر جہاں سے دوسرے لوگ چلتے ہیں تم بھی چلو اور استغفار کرو بے شک اللہ غفور الرحیم ہے۔

اس حکم کے بعد وہ قدیم رسم جہالت جو تکبر اور رعونت پیدا کرتی تھی اور مساوات انسانی کے مخالف تھی دور ہو گئی۔

حج میں اخلاقی معیار کی بلندی

(۴) جیساکہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں امتدادِ زمانہ کی وجہ سے اور نورِ نبوت سے بُعد کے باعث حج کی اصل غرض و غایت مفقود ہو کر بدعات اور رسومات نے اپنا ڈیرہ جما لیا تھا۔ اور اُس کی حیثیت ایک میلے کی سی ہو گئی تھی جس میں وہ تمام برائیاں جمع ہو گئی تھیں جو ایسے اجتماعوں میں ہوتی ہیں روحانیت کی بجائے نفسانیت اور اُس کے تقاضوں کی ہنگامہ آرائی ہوتی تھی۔ ہر قسم کے فسق و فجور اور بے حیائیوں کا مظاہرہ ہوتا تھا۔ حضور نے اللہ تعالیٰ کی وحی سے علم پاکر ان تمام قباحتوں کو دور کر دیا اور امرِ الٰہی سے حکم دیا کہ

فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللهُ۔ سورۃ بقرہ رکوع ۲۵ آیۃ ۱۹۸۔

اور ان حج کے مہینوں میں جس نے حج فرض کر لیا (یعنے عزم حج کیا) تو اُسے یاد رہے کہ حج میں کسی قسم کی شہوت انگیز باتیں کرنا اور بدزبانی (گالی گلوچ) اور جھگڑا فساد نہ کرنا۔ اور تم جو کچھ بھی نیکی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُسے جانتا ہے۔

اس آیۃ میں تین باتوں سے منع کیا ہے اوّل اس قسم کی باتیں جن سے جنسی تعلقات کی تحریک ہوتی ہو اشارۃً یا کنایۃً کسی رنگ میں بھی اس کا اظہار نہ ہو تاکہ انسان شہوت کا غلام نہ ہو بلکہ اُس پر حکومت

کر سکے اور اللہ تعالےٰ کی محبت اُس کا مقصد اولی ہو
دُوم ہر قسم کی بدزبانی جس کی انتہا گالی گلوچ ہوتی ہے اس سے بھی انسان تقویٰ کی راہوں سے دُور چلا جاتا ہے اور اس پر اس سے تیسری صورت جدال کی پیدا ہوجاتی ہے اس لیئے اس سے بھی روک دیا۔ اور ان تینوں چیزوں کو باہم تعلق ہے۔
غور کرو کہ جو اصلاح حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی اس میں قرب الہٰی اور تقویٰ اللہ کے حصول کے ذرائع کو بنایا ہے اور یہی غایت اور مقصود حج ہے۔
(۵) اہلِ یمن خصوصیت سے حج کے لئے جب سفر کرتے تو کسی قسم کا زاد راہ نہیں لیتے تھے اور اس کو اپنے توکل علی اللہ کا مظاہرہ قرار دیتے تھے اور اس حالت کا نتیجہ یہ ہوتا کہ گداگری کرنی پڑتی گداگری جو انسانیت کے شرف ہی کو تباہ نہیں کرتی اس کو اخلاق فاضلہ سے محروم کر کے مختلف قسم کے رزایل پیدا کرتی ہے اس لئے اسلام نے گداگری کی سخت مذمت اور ممانعت کی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم کی ہدایت کے ماتحت حکم دیا کہ زاد راہ لیکر سفر کرو۔
(دیکھو سورہ بقرہ پارہ ۲ رکوع ۲۵ آیتہ ۱۹۸)۔
وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی وَاتَّقُوْنِ یٰاُولِی الْاَلْبَابِ ۝
ترجمہ:۔ اور زاد راہ لے لیا کرو البتہ بہترین زاد راہ تقویٰ ہے اور اے عقلمندو میرا تقویٰ اختیار کرو۔

جیسا کہ میں نے اوپر کی قریبی سطور میں ذکر کیا کہ اس بد رسم کو جو گداگری یا دوسرے جرائم کی محرک ہو سکتی تھی اور جس کو اہل یمن نے توکل قرار دیا تھا اس طرح پر روک دیا تاکہ سوال سے جو عزت نفس کو صدمہ پہونچتا ہے یا مفلسی کی حالت میں دوسری قسم کے جرائم کا ارتکاب ہو سکتا ہے اس سے بچایا جاوے اس لئے حج کے لئے جو شرائط اور قواعد تجویز کئے ان میں اس خصوصیت کو داخل کیا کہ استطاعت حج کی ہو یعنے نہ صرف یہ کہ زاد راہ کافی ہو بلکہ اپنے متعلقین کے لئے بھی اپنی غیر حاضری میں سامان معیشت کا انتظام کر سکتا ہو اور پھر اصل مقصد کی طرف توجہ دلائی۔ کہ اس سفر میں اور آخرت کے سفر میں کام آنے والی چیز تقویٰ ہی ہے۔

(۶) مناسک حج کے بعد واپس آنے والے لوگوں میں دو قسم کے لوگ تھے اور دونوں ہی اپنے طریق عمل کو صحیح قرار دیکر دوسرے کو گناہ قرار دیتے تھے ایک تو وہ لوگ تھے جو کہتے تھے ایام تشریق میں جو لوگ واپس ہوتے ہیں وہ گناہگار ہیں۔ اور ان کے بالمقابل وہ تھے جو واپسی میں دیر کرنے والوں کو گناہ گار بتاتے تھے۔ چونکہ اس عجلت اور تعویق میں فی الحقیقت کوئی گناہ نہ تھا اس لئے قرآن کریم نے فیصلہ کیا کہ دونوں حالتوں میں کسی گناہ کا ارتکاب نہیں تعجیل بھی درست ہے اور تعویق میں بھی حرج نہیں چنانچہ فرمایا (دیکھو سورۃ بقرہ رکوع ۲۵ پارہ ۲ آیۃ ۲۰۴)

فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَىٰ ط۔

پس جو شخص عجلت کر کے (ایام تشریق کے) دو ہی دنوں میں واپس آیا اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے اور جس نے دیر کی ہے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ اُس نے تقویٰ اختیار کیا ہو۔ ۱۱

تقویٰ اس کیفیت قلب کا نام ہے جس کی وجہ سے انسان کو گناہوں سے نفرت اور نیکی سے محبت اور رغبت پیدا ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اس کا قیام اور وقوف بھی اس مقصد سے ہو۔ اور یہی وہ حقیقت ہے جو انما الاعمال بالنیات کے اندر کام کرتی ہے۔

(۷) منجملہ دوسری بدعات اور توہمات کے ایک یہ بات تھی کہ عرب کے مشرکین میں یہ ایک رسم تھی کہ حج کے مہینے کا چاند دیکھکر احرام باندھ لینے کے بعد اگر گھروں میں داخل ہونا چاہتے تو گھر کے دروازے سے نہ آتے بلکہ پچھواڑے سے پھاند کر یا دیوار توڑ کر آتے اسلام نے اس توہم پرستی کو دور کیا اور قرآن مجید میں فرمایا (دیکھو سورۃ بقرہ رکوع ۲۴)

لَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ۔ وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

گھر کے پچھواڑے سے آنا کوئی نیکی نہیں نیکی تو اسکی ہے جس نے

تقویٰ اختیار کیا اور گھروں میں گھر کے دروازہ سے داخل ہُوا کرو اور تقویٰ اللہ اختیار کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ (فلاح پاؤ)

اگرچہ اس آیتہ میں اس رسم بد کے استیصال کا حکم دیا ہے لیکن اس میں کامیابی کا ایک گُر اور اصل بھی بتا دیا ہے کہ ہر قسم کی کامیابی کے لیئے تقویٰ ہی ایک ذریعہ ہے۔ اور یہ بھی کہ عمل نیک کے لیئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے ارشاد کے موافق ہو۔ محض اپنے خیال سے تجویز کردہ کوئی عمل نیک نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے موافق ہو۔

(۸) یہ بھی ایک دستور تھا کہ بعض لوگ جو حج کے لیئے آتے وہ تجارت کو ممنوع قرار دیتے اور جو لوگ تجارت کے لیئے آتے تھے وہ حج نہیں کرتے تھے یہ دونوں باتیں اپنے اندر افراط و تفریط کا رنگ رکھتی تھیں جو لوگ تجارت کے لیئے آتے وہ شعایر اللہ کو چھوڑ کر ایک میلہ کی سی حیثیت دیدیتے اسلام نے ان دونوں طریقوں کے نقصانات کو پیش نظر رکھکر اس کی اصلاح کی۔ اور فرمایا (دیکھو سورۃ بقرہ رکوع ۲۵)

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ

یعنے تمہارے لیئے کوئی گناہ نہیں کہ (حج کے زمانہ میں) اپنے رب کے فضل کی تلاش کرو۔ یعنے بذریعہ تجارت کچھ نفع حاصل کر لو۔

اصل بات یہ ہے کہ جو لوگ محض تجارت کے خیال سے آتے تھے وہ رعایت تقویٰ نہ رکھ سکتے تھے اور جس طرح پر دوسرے میلوں میں یا ایام جاہلیت کے بازاروں میں ہر قسم کی بدعنوانیاں ہوتی تھیں وہ اس قسم کے رنگ میں رنگین ہوتے اور لہو ولعب کو اپنا شعار بنا لیتے بجائیکہ حج کا نظام تو بین الاقوامی اصلاح اور مرکز کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے اور جیسا کہ میں بیان کروں گا وہ نسل انسانی کی مساوات اور قربانی کے صحیح جذبہ کو پیدا کرتا ہے۔ اور معاشی مفاد کے خلاف نہیں بلکہ وہ تو عالم اسلامی کی ایک کانفرنس ہے بہر حال اس قسم کی بدعات اور توہمات زمانہ قبل اسلام میں رائج ہو گئی تھیں اور اس کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ مقصد جو حج سے رکھا گیا تھا مفقود ہو چکا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس کے لئے بڑی تڑپ تھی آخر وہ وقت آگیا جب اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم سے ان بشارات کے موافق جو پہلے سے دی گئی تھیں مکہ فتح ہو گیا اور دوسرے سال اصلاحات کا آغاز ہو گیا اور اس طرح پر ایک بار پھر اس امر الٰہی کی تجلی کا ظہور ہوا جو حضرت ابو الانبیاء ابراہیم علیہ السلام کو دیا گیا کہ

میرے گھر کو طواف کرنیوالے اور رکوع و سجود
کرنے والوں کیلئے پاک کرو

(۹) صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے متعلق بھی اختلاف تھا۔ انصار صفا اور مروہ کا طواف کرتے تھے اور ایک کثیر حصہ عرب کا صفا اور مروہ کا طواف بھی کرتے تھے اس اختلاف کو حضور نے اللہ تعالیٰ سے وحی پاکر دور کیا (دیکھو سورۃ بقرہ رکوع ۱۹ آیۃ ۱۵۸)

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ

بلاشبہ صفا اور مروہ (پہاڑیاں) اللہ تعالیٰ کے نشانات میں سے ہیں پس جو شخص حج یا عمرہ کی نیت سے اس گھر (کعبہ) کا قصد کرے تو اس کے لئے کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے اور جو کوئی بشاشت قلب سے نیکی کا کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ یقیناً اس کی قدر کرنے والا اور علیم ہے۔

مجھے اس تمام تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں کہ انصار کیوں سعی میں مضایقہ کرتے تھے بلکہ مجھے تو صرف اس اصلاح کو دکھانا ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی اور اللہ تعالیٰ کی وحی کے ماتحت کی آپ نے اس اختلاف کو مٹا کر ایک اصل پر سب کو متحد کر دیا اور وہ یہ تھا کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کو ارکان حج میں داخل کر دیا اور انصار کے اس خیال کے خلاف فیصلہ فرمایا

بظاہر آیتہ کے عام مفہوم سے یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صفا اور مروہ کے درمیان طواف گناہ نہیں کیا تو

اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اگر سعی نہ کی جائے تو کچھ ہرج نہیں؟ اس کا جواب خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل نے دیدیا اور آپ نے عملاً اس کو ارکان حج میں داخل کردیا اور تعامل امت اور احادیث سے یہ ثابت ہے۔

(۱۰) احادیث میں بعض واقعات اس قسم کے بھی ملتے ہیں کہ بعض لوگ طواف کرتے وقت اپنے گناہوں کے اظہار کے لئے نفس کو ایذا دہی کے مختلف طریقے استعمال کرتے تھے اور یا بعض لوگ عجیب و غریب قسم کی نذور مان لیتے تھے آپ نے ان کو منع کردیا مثلاً آپ نے دیکھا کہ ایک شخص نے ناک میں نکیل ڈالی ہوئی ہے اور اسے ایک شخص پکڑ کر کھینچ رہا ہے اور طواف کررہا ہے۔ حضور نے اس کی نکیل کٹوا دی اور ایک بار آپ نے دیکھا کہ دو شخص ایک رسی میں جڑے ہوئے ہیں اور جب ان سے پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ ہم نے یہ نذر مانی تھی کہ اسطرح پر جڑے ہوئے حج کرینگے آپ نے فرمایا

"اس شکنجہ کو دور کردو یہ نذر نہیں ہے نذر وہ ہے جس سے خدا کی ذات مقصود ہو"

غرض اس قسم کی متعدد بدعات اور توہمات نے مناسک حج میں راہ پائی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سب کو دور کردیا درا صل یہ وہ طوق اور اغلال تھے (جن کا ذکر قرآن کریم میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے احسانات کے ذیل میں آتا ہے) جن سے آپ نے آزادی بخشی۔ میں نے چند اصلاحات کا ذکر بطور نمونہ کر دیا ہے۔ احادیث کے مطالعہ سے جو کتاب الحج کے متعلق ہیں اس قسم کے امور پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

حقیقت الامر یہ ہے کہ حضور نے عبادات کا اصل اور مغز قائم کیا جو اللہ تعالیٰ کا قرب اور رضا ہے اور اس کی صحیح رہنمائی فرمائی جو امور حقیقی نہ تھے اور ان سے اس مقصد عظیم میں کوئی مدد نہ ملتی تھی ان کو دور کر دیا۔

اور نہ صرف یہ کہ آپ نے ان بدعات اور توہمات کو دور کیا بلکہ ان کی جگہ حسنات کو دیدی۔ یہ ایک لطیف اصلاحی نظام ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے سامنے ایک تعمیری نظام رکھا۔ صرف عمل تخریب کبھی زیر نظر نہیں ہوا۔ یہ بجائے خود ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا موضوع ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں رحمۃ للعالمین فی کتاب مبین میں کسی موقعہ پر بیان کروں گا۔ وباللہ التوفیق۔

ہر بدی کو جسے آپ نے دور کیا اس کے مقابل میں ایک عمل صالح کی بنیاد رکھی اور حقیقت میں تعمیر کردار اور سیرت کیلئے اسی کی ضرورت ہے۔

حج کی اصطلاحات اور مقامات کی تشریح

حج کی اصطلاحات اور مقامات کی تشریح

اب میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ حج کے متعلق جو بعض اصطلاحات ہیں اور جن مقامات پر قیام و وقوف وغیرہ اعمال حج کا حکم ہے ان کی مختصر تشریح کروں تاکہ حج کی حقیقت اور اس کے اعمال و مناسک کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ مجھے افسوس سے ذکر کرنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں نے اِلّا ماشاء اللہ عبادات کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی اور بعض عبادات جو سال میں ایک مرتبہ یا ساری عمر میں ایک مرتبہ آتی ہیں ان کے متعلق وہ صرف ایک رسم و عادت کے طور پر تقلیداً کرتے ہیں۔ جب مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحم سے حج بیت اللہ کی سعادت سے نوازا اور میں نے وہاں دیکھا کہ عام طور پر لوگ معلموں کے ذریعہ حج کرتے ہیں معلم جو دعائیں پڑھتا جاتا ہے لوگ اسے دوہراتے جاتے ہیں جس سے ان کے قلب میں وہ جوش اور حقیقت نہیں پیدا ہوتی اس لئے کہ وہ اسکے مفہوم اور مطلب کو بھی اکثر نہیں سمجھتے اور معلّم کو اپنی مزدوری کیلئے کام کرنا ہوتا ہے۔ میں نے اس نظارہ کو دیکھا تو مجھ پر امت مرحومہ کی حالت پر درد پیدا ہوا۔ میرا معلّم تو آگاہ تھا اور میں نے اسے کہدیا تھا کہ

میں خود دعائیں کروں گا اور پڑھوں گا

اس لئے اسے میری طرف سے اپنی ذمہ داری کے بارے سے تو نجات ہوگئی۔ مگر اس خدمت کے مصارف تو پہلے ہی لے لئے جاتے ہیں میں

اپنے تاثرات میں شاید اور وضاحت کر دوں یہاں یہ ذکر ضمناً آگیا۔

میرا مقصد یہ ہے کہ میں ان اصطلاحات اور مقامات کی تشریح اس لئے کرنا چاہتا ہوں کہ اس کتاب کے پڑھنے والے اس عبادت کی عظمت اور اس فریضہ کی اہمیت سے واقف ہو جاویں اور جب ان کو اس کے ارکان کے مطالب کا صحیح علم ہو جائے گا تو جب بھی انہیں اپنی زندگی میں اس سعادت کا موقعہ ملے گا تو انشاء اللہ العزیز اس کے مفاد سے متمتع ہو سکیں گے۔

حج کا مفہوم

حج کے لغوی معنے تو قصدِ زیارت ہے لیکن اصطلاح شریعت میں حج سے مراد بیت اللہ کا قصدِ زیارت ہے اور یہ حج اس وقت مکمل ہو سکتا ہے یا اس مقصد میں روح حقیقت پیدا ہو سکتی ہے جبکہ اسے ان تمام شرائط کی پابندی سے بجالایا جاوے۔

اس امر کو کبھی بھولنا نہیں چاہئے کہ اسلام نے عبادات کو تادیبی یا تعزیری رنگ نہیں دیا بلکہ وہ ان اعمال کو انسان کی روحانی ترقی اور مقصدِ انسانیت کے حصول کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ اور شعائر اللہ کی تعظیم کو تقویٰ کے لئے لازمی ٹھہراتا ہے۔

چنانچہ جب اس نے عبادت کا حکم دیا تو اس کا مقصد اور غایت بھی تقویٰ ہی قرار دیا جیسا کہ فرمایا (سورۃ بقرہ پارہ اول رکوع ۳)

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ

اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا نہ صرف تم کو بلکہ

ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے تھے (یعنے تمہارے آباؤ اجداد)
اس عبادت کا مقصد یہ ہے کہ تم متقی بن جاؤ۔

انسان فطرتی طور پر نظام ربوبیت کو دیکھتا اور بآسانی
سمجھ لیتا ہے اس لئے عبادت کے مفہوم کو سمجھانے کے لئے کہا کہ
اپنے رب کی عبادت کرو۔ اور ربوبیت ایک مستقل نظام ہے
اس لئے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ کسی چیز کو یکے بعد دیگرے اس کی
مختلف حالتوں اور ضرورتوں کے مطابق اس طرح نشو ونما دیتا
رہے کہ وہ اپنے حد کمال کو پہونچ جاوے۔ یہی نظام ربوبیت
اپنے اندر ارتقا کی حقیقت رکھتا ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ اس
نظام میں ایک خاص ترتیب اور تجدید اوقات بھی موجود ہے۔
اللہ تعالے کی ہستی پر اگر نظام ربوبیت ہی کو دیکھکر غور کیا جاوے
تو اس کا ایک ثبوت نظر آتا ہے کہ انکار نہیں ہوسکتا۔

غرض عبادت کا (وہ خواہ کسی رنگ میں ہو) مقصد تقوی اللہ ہے۔
تقوی ایک قلبی کیفیت ہے جس کے حاصل ہوجانے پر انسانی قلب
گناہ سے نفرت کرتا ہے اور نیکی کے لئے اس میں ایک اضطراری کیفیت
پیدا ہوجاتی ہے اس کو دوسرے الفاظ میں گناہ سوز فطرت کہتے ہیں
اور حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے گناہ کی تعریف میں فرمایا کہ جس امر کا
ارتکاب تمہارے دل میں خلش پیدا کرتا ہے وہ گناہ ہے۔

میں اس مقام پر نہ تو گناہ کی حقیقت پر تفصیلی بحث کرتا ہوں نہ

تقویٰ کے مختلف مدارج بلکہ میرا مقصد صرف اسی قدر ہے کہ

عبادت کا اصل مقصد تقویٰ ہے

اور اس کے حصول کے لئے عبادت کے مختلف شعبے اور صورتیں ہیں لیکن بنیادی طور پر وہ تعظیم الامر اللہ اور شفقت علی خلق اللہ کے مرکز پر گردش کرتی ہیں۔ اور اسلام نے ان کی بنیادی تقسیم چار ارکان پر رکھی ہے۔ نماز روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ اور میں اس کتاب میں حج کی حقیقت بیان کر رہا ہوں اور میں نے بتایا ہے کہ شرعی اصطلاح میں حج سے مراد

بیت اللہ کی زیارت کا قصد ہے

اور یہ زیارت بیت اللہ کا قصد بھی اس وقت تک حج نہیں ہو سکتا جب تک اس کے تمام لوازمات اور شرائط کی بجا آوری نہ ہو اور وہ بھی اس رنگ میں جس طرح پر اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کر کے دکھا دیا ہے۔ اس لئے میں ذیل میں ان تمام امور کو بفضلہ تعالےٰ بیان کرتا ہوں۔ اس مقصد کے لئے اولاً میں قرآن کریم پارہ ۲ سورۃ البقرہ رکوع ۲۴ کا کچھ حصہ اور ۲۵ کو لکھنا ضروری سمجھتا ہوں اس طرح پر سمجھنے میں آسانی ہو گی۔

الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَاتُ قِصَاصٌ
فَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ
وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ۝ وَأَنْفِقُوا
فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ
وَأَحْسِنُوا ۛ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَأَتِمُّوا الْحَجَّ
وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ ۚ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۖ
وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ ۚ
فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ
فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ ۚ فَإِذَا
أَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ
مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ
أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ۗ تِلْكَ
عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۗ ذَٰلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ
حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا
أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ الْحَجُّ أَشْهُرٌ
مَعْلُومَاتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ
وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ
يَعْلَمْهُ اللَّهُ ۗ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ
التَّقْوَىٰ ۚ وَاتَّقُونِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ
فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ
الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ
مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ
اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ۝ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ
كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا فَمِنَ النَّاسِ
مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِى
الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا
فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ
النَّارِ ۝ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا
وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ
مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ
عَلَيْهِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقٰى
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

ان آیتوں کا ترجمہ صفحہ ۷۳
سے ملاحظہ ہو

ترجمہ :۔ (میں ترجمہ میں مفہوم و مطلب کی وضاحت کو پیش نظر رکھوں گا انشاء اللہ العزیز) ۔

حرمت کے مہینے میں حرمت کو مدنظر رکھنا چاہیئے اور تمام حرمت والی چیزوں میں بدلہ زیر نظر رہے (یعنے حرمت والے مہینوں میں احترام حرمت کو قائم رکھا جاوے لیکن اگر دشمن اس کا لحاظ نہ کرے تو قصاص کے تحت عمل درآمد کیا جا سکتا ہے) پس جو کوئی زیادتی کرے تو تم بھی اس کے موافق اسے سزا دو۔ ہر حال میں تقویٰ اللہ پر قائم رہو اور یہ یقین رکھو کہ اللہ تعالےٰ کی معیت متقیوں کے ساتھ ہوتی ہے (۱۹۵)

اور اللہ تعالےٰ کی راہ میں مال خرچ کرو۔ (ایسا نہ ہو کہ انفاق فی سبیل اللہ سے غفلت کر کے) اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لو۔ اور اپنے اعمال نیک میں رنگ احسان پیدا کرو۔ لاریب اللہ تعالےٰ المحسنین کو پیار کرتا ہے (۱۹۶)

اور (یاد رکھو) حج اور عمرہ کو اللہ تعالےٰ کی رضا کے حصول کے لئے پورا کرو اور اگر ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ تم حج یا عمرہ کے لئے نکلے اور ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ تم روکے جاؤ تو جو کچھ بھی قربانی سے بآسانی میسر آئے کر دو۔ اور اپنے سروں کو نہ منڈواؤ جب تک وہ قربانی اپنے ٹھکانے تک پہنچ جائے۔ ہاں اگر کوئی شخص بیمار ہو جائے یا اس کے سر میں کوئی اور تکلیف ہو جاوے تو وہ سر منڈوا دے مگر اس کا فدیہ دیدے جو یہ ہے کہ روزہ رکھے۔

یا صدقہ دے یا قربانی کرے یہ جب تم امن میں ہو جاؤ (یعنے وہ موانعات نہ رہیں) تو جو شخص حج اور عمرہ کو ملا کر تمتع کرے تو جو قربانی ایسے آسانی سے میسر ہو کر دے۔ اور جس کسی کو قربانی میسر نہ آئے تو وہ تین دن کے روزے ایام حج میں رکھے اور سات روزے واپس ہو کر یہ پورے دس دن کا شمار ہے (ہاں یہ یاد رکھو کہ یہ حکم اس کے لئے ہے جس کا گھر بار مکہ میں نہ ہو اور (ان تمام امور کے سرانجام دینے میں مقصد) تقویٰ اللہ ہو اور یقیناً جان لو کہ اللہ تعالیٰ (نافرمانوں کو) سخت سزا دینے والا ہے جو ان کے اعمال کا بدلہ ہے (۱۹۷)

حج کے مہینے تو مشہور ہی ہیں پس جس شخص نے حج کے مہینوں میں اپنے اوپر حج فرض کر لیا اور حالت حج میں ہو گیا) تو اس کو چاہیے کہ ایام حج میں نہ تو ایسی باتیں کرے جو حیوانی اور شہوانی جذبات کو ابھارتی ہیں۔ اور نہ کسی قسم کی ایسی حرکت کرے جو گالی گلوچ سے شروع ہو کر لڑائی کا رنگ اختیار کرے اور (حقیقت تو یہ ہے کہ) جو بھی تم نیکی کا کام کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے (اور یاد رکھو کہ) حج کے لئے بے سرو سامان مت روانہ ہو زاد راہ لیکر چلو! اور سب سے بہتر سرو سامان تقویٰ ہے اور اے عقلمندو! تقویٰ ہی اختیار کرو۔ (۱۹۸)

اور تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ ایام حج میں تم اپنے رب کے

فضل کو بھی تلاش کرو (یعنے تجارت بھی منع نہیں مگر تجارت اصل مقصد نہیں اس لئے فرمایا کہ گناہ نہیں ہے) ۔

اور جب تم عرفات سے لوٹو تو مشعر الحرام (مزدلفہ) میں ٹھہر کر ذکر اللہ کرو ۔ اور ذکر اللہ اس طرح کرو جس طرح پر تمکو ذکر اللہ کی ہدایت کی گئی ہے اگرچہ اس سے پہلے تم بھی انہیں لوگوں میں سے تھے جو گمراہ تھے (۱۸۹) ۔

پھر تم وہاں سے ہوکر آؤ جہاں سے لوگ ہوکر آتے ہیں اور اللہ تعالےٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہو بے شک اللہ غفور الرحیم ہے (۲۰۰) ۔

پھر جب تم حج کے تمام ارکان پورے کرچکو تو جس طرح پر (اس سے پیشتر) اپنے باپ دادا کے کارنامے بیان کرتے تھے (اس کی جگہ) اللہ تعالےٰ کا ذکر کرو بلکہ اس سے بہت بڑھ چڑھ کر ۔ (اس لئے کہ مقصد حج تو یہی ہے) اور کچھ لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اللہ تعالےٰ سے دنیا ہی طلب کرتے ہیں (اس کا نتیجہ یہ ہے کہ) آخرة میں ان کا کچھ حصہ نہیں ہوتا (۲۰۱) ۔

اور ایسے بھی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں دنیا اور آخرت کے حسنات سے بہرہ ور فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچائے (۲۰۲) ۔

یہی وہ لوگ ہیں جن کو ان کے اعمال کا اجر ملے گا اور اللہ

سریع الحساب ہے (۲۰۳)۔

اور اللہ تعالےٰ کا ذکر کرو حج کے گنتی کے دنوں میں (یعنے ایام تشریق میں جو ۱۱-۱۲-۱۳ تاریخ ہیں) اور پھر جو شخص (واپسی میں) جلدی کرے اور دو ہی دن میں چلا آئے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو کوئی تاخیر کرے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں لیکن (ان اعمال تعجیل وتاخیر میں مقصد) تقویٰ ہو (یعنے تقویٰ کی بنا پر ہو تو یہ اعمال نیک ہی ہوں گے) اور تقویٰ ہی اختیار کرو اور اسے خوب یاد رکھو کہ ایک دن

اللہ تعالیٰ ہی کے حضور حاضر ہونا ہے (۲۰۴)

(تشریحی نوٹ) ان آیات میں حج کے متعلق ضروری مسائل بیان ہوئے ہیں اور ان میں سے بعض کا ذکر پہلے حج کے اصلاحی نظام میں بھی ہیں کر چکا ہوں۔ اس لئے کسی مزید بحث کی ضرورت نہیں سمجھتا ہاں جس امر کو واضح کرنا ضروری ہوگا اس کے متعلق تفصیلی بحث سے مضایقہ نہ ہوگا۔ ان آیات کو درج کرنے سے میرا مقصد ان اصطلاحات اور مقامات کی تشریح بھی جو حج کی تکمیل کے لئے ضروری ہیں۔ اور ہر مسلمان کو ان سے واقف ہونا ضروری ہے۔ اس لئے میں ان اصطلاحات اور مقامات کا ذکر کرتا ہوں جن کا حج سے تعلق ہے۔

اقسام حج قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ حج کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) افراد (۲) قران (۳) تمتع۔

کتاب الحج

(۱) حج افراد یہ ہے کہ حج اور عمرہ الگ کرے اور صرف حج کی نیت سے احرام باندھے یا اگر ایام حج ہی میں یہ عزم ہو تو اولاً حج کی نیت سے احرام باندھے اور حج سے فارغ ہو کر عمرہ کر لے۔ اور اس کا احرام باندھے اور یا حج کے مہینوں سے پہلے عمرہ کرے اور پھر اسی سال حج کے مہینوں میں حج کرے۔ ایسا حاجی مفرد کہلاتا ہے۔

(۲) حج قران کیا ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ اور حج کی نیت کر کے احرام باندھے۔ احرام دونوں کے لئے ہوگا۔ اور عمرہ کر لینے کے بعد احرام کھولنا ہوگا جب تک حج کی تکمیل نہ کرے! اس قسم کا حاجی قارن کہلاتا ہے۔

(۳) تمتع یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں پہلے عمرہ کا احرام باندھے اور پھر عمرہ کر کے احرام کھول دے اور حج کے ایام تک بغیر احرام کے رہے اور ایام حج میں حج کا احرام باندھ لے ایسے شخص کو متمتع کہتے ہیں اور اس طرح پر گویا وہ عمرہ کو ساتھ ملا کر فایدہ اٹھا لیتا ہے۔

ایام حج حج کے ایام کے لئے (جیسا کہ میں اوپر قرآن کریم کی آیات لکھ چکا ہوں) حج کے مشہور مہینے ہیں قرآن مجید ہی کہتا ہے الحج اشھر معلومات یہ مہینے شوال۔ ذی قعدہ۔ ذی الحجہ کے دس دن۔ ان مہینوں میں ہر قسم کا قتال جدال منع ہے ہاں اگر دشمن اشہر الحرام کی حرمت کا احترام نہ کرے اور کسی قسم کی فتنہ انگیزی کرے تو اس کی مدافعت منع نہیں ہے اس لئے کہ وہ تو بطور قصاص ہوگی

اور اس حرمت کے قیام کے لیئے ایسا کرنا پڑے گا۔ ان ایام حج میں جو شخص اپنے لیئے حج فرض کرے اس کے لیئے کیا دستور العمل ہوگا۔ قرآن کریم نے نہایت وضاحت سے مختصر الفاظ میں اسے بیان کر دیا ہے (رکوع ۲۵ سورۃ بقرہ)

فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ

ان تین الفاظ میں حاجی کی زندگی کا ایک دستور العمل پیش کر دیا ہے اور اس کی تمام بہیمی اور شہوانی قوتوں پر ایک تحدید قائم کر کے اس کو اپنے جذبات پر حکومت اور قدرت کا سبق دیا ہے اور اسطرح پر ایک

مخصوص فضائے امن پیدا کر دی ہے

ایک نکتہ معرفت حج کی فرضیت کو اختیار کرنے والے کے لیئے تین باتوں سے منع کیا ہے۔ رفث۔ فسوق۔ جدال۔ گویا یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ان میں سے کسی حد کو توڑ دینے سے حج کی حقیقت مفقود ہو جاتی ہے۔

رفث سے مراد یہ ہے کہ اس قسم کا کلام یا اشارہ کیا جائے جو مرد و عورت کے صنفی تعلقات کی طرف۔ اشارہ ہو۔ اس ایک لفظ کے اندر انسان کو عفت اور اسکے خلاف مختلف اور متعدد مقدمات سے بچنے کی ہدایت ہے اور اس کو مقدم اس لیئے کیا ہے کہ بداخلاقیوں کی جڑھ ہی شہوی قوت ہے افسوس یہ ہے کہ فلسفہ اخلاق پر

لکھنے والوں نے فلسفہ جذبات پر غور نہیں کیا یہ امتیاز صرف قرآن کریم ہی کا ہے کہ اُس نے جذبات فطرت کو مولدات گناہ نہیں بتایا بلکہ ان جذبات کے استعمال بد سے گناہ پیدا ہوتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کی فطرت کی مثال معدنیات سے دی ہے۔ اس حقیقت پر لوگ غور کریں تو انہیں فلسفہ جذبات کا حسن نظر آ جائے دیکھو یہ چٹانیں یہ ریگ زار کے ذرے جب ہم دیکھتے ہیں تو کچھ خوش آیند نہیں ہوتے۔ لیکن جب ان سے صحیح کام لیا جاوے تو وہ کتنی بیش قیمت چیزیں بن جاتے ہیں۔ ان پتھروں اور سنگ ریزوں سے کیسا قیمتی سمینٹ تیار ہو جاتا ہے اور ریگستان کے ذرے نو آج عجیب و غریب چیزوں کی شکل میں تبدیل ہو جاتے ہیں اسطرح پر قوائے شہویہ اپنی ذات میں تو بُرے نہیں ان کا صحیح استعمال انسان میں بعض نہایت اعلیٰ درجے کے حسنات پیدا کر دیتا ہے کیا یہ صحیح نہیں کہ اسی قوت شہویہ سے وہ محبت پیدا ہوتی جو عشق الٰہی کے لیئے بطور ایک بیج کے ہوتی ہے اور اس لیئے قرآن کریم فرماتا ہے۔

(سورۃ بقرہ پارہ ۲ رکوع ۲۰ آیۃ ۱۶۵)۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللهِ اَنْدَادًا
يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا اَشَدُّ حُبًّا لِلهِ ط

اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر اس کے شریک ٹھیرا لیتے ہیں اور ان سے ایسی ہی محبت کرتے ہیں جو اللہ تعالےٰ سے

ہونی چاہیئے۔ اور مومن کی محبت کا انتہائی مقام اللہ تعالےٰ ہی سے محبت ہوتی ہے۔

اس رکوع میں اللہ تعالےٰ نے مناظر قدرت کو پیش کرکے عقل سے کام لینے کی طرف رہنمائی فرمائی اور عقل و محبت کے نظام و اختیار کو ظاہر کیا ہے جب انسان مظاہر قدرت کو دیکھکر اور ان پر غور کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ پر ایمان لے آتا ہے تو اسکے جذبات محبت صرف اللہ تعالےٰ ہی کے لیئے ہو جاتے ہیں اور اس راہ محبت میں وہ ہر قربانی کو تیار ہو جاتا ہے۔

میں ذوق مضمون میں دور چلا گیا میرا مقصد یہ بتانا تھا کہ قرآن کریم نے فلسفہ اخلاق و جذبات میں قوائے شہویہ کو صحیح طریق پر فائدہ اٹھانے کی طرف توجہ دلائی ہے اس کی ابتدا شہوانی خیالات کلام اور اشارات سے شروع ہوتی ہے اس لئے منع کر دیا کہ حج میں اس طرف توجہ نہو۔ گالی (جس کو فسوق کے لفظ میں شریک کیا ہے) بھی امن شکن اور عفت کے جذبات کو کچلنے والی چیز ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گالی کو فسق قرار دیا سباب المسلم فسوق ۲۹ اور پھر گالی گلوچ اور بے حیائی کے اشارات و کلمات جنگ و جدال کی صورت پیدا کر دیتے ہیں اس لئے۔

حج کی روح یہ قرار دی کہ انسان اپنے شہوانی جذبات اور غضبی جذبات اور لسانی جذبات پر حکومت کرے۔

میں غضبی اور شہوی جذبات کے صحیح استعمال کی صورت میں جو اخلاق حسنہ پیدا ہوتے ہیں۔ ان پر بحث کرتا اگر میری اس کتاب کا موضوع فلسفہ اخلاق ہوتا یہ تو ضمناً ذکر آگیا۔

حج کے مقامات حج کے اقسام اور حج کے ایام کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ میں حج کے مقامات کا ذکر کردں۔ میں ان مقامات کے متعلق تفصیلی بحث نہیں کروں گا اس لئے کہ بہت ممکن ہے کہ میں اپنے مشاہدات و تاثرات ایام حج میں اس کا ذکر کروں جن کو میں اصل مضمون کے بعد بطور تتمہ لکھنا چاہتا ہوں باللہ التوفیق۔

(۱) حج کے مقامات میں سب سے پہلی جگہ تو مکہ مکرمہ ہی کی ہے جس کے متعلق میں تفصیل سے بحث کر آیا ہوں۔ یہ ملک حجاز کا وہ مشہور مقام ہے جو ابتدا میں ایک بے آب و گیاہ وادی میں واقع تھا اسی مکہ میں اللہ تعالےٰ کی عبادت کا ابتدائی گھر جس کو

کعبہ یا بیت اللہ کہتے ہیں

اصل مقام حج ہے۔

(۲) صفا اور مروہ یہ دو پہاڑیوں کے نام ہیں انہیں سے صفا کعبہ کے جنوب و مشرق کی طرف باب الصفا کے دروازہ سے ۷۶ قدم کے فاصلہ پر ہے اور مروہ اس کے مقابل میں کعبہ کے دوسری جانب ۱۶۷ قدم کے فاصلہ پر ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ان ہر دو پہاڑیوں کو

شعائر اللہ کہتا ہے (سورہ بقرہ آیۃ ۱۵۸)

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰہ

بے شک صفا اور مروہ شعائر اللہ میں سے ہیں یعنے یہ پہاڑیاں (۱۷۸)
اللہ تعالےٰ کی ہستی پر دلیل روشن ہیں۔ قرآن مجید میں جس مقام پر ان
پہاڑیوں کا ذکر آیا ہے اس سے پہلے اللہ تعالےٰ نے ہر قسم کے ابتلاؤں
اور آزمائشوں میں ثابت قدم اور صابر و راضی بقضا لوگوں کے
متعلق بشارت کا ذکر کیا ہے اور انہی سے صابرین کے لئے فرمایا
کہ ان پر اللہ تعالےٰ کی رحمت اور مغفرت ہے اور وہی کامیاب اور
ہدایت یافتہ ہیں۔ اس حقیقت اور اس کے ثمرات خوشگوار
کی ایک تاریخی شہادت میں صفا اور مروہ کو پیش کیا ہے کہ یہی وہ
مقام ہے جہاں حضرت ہاجرہ علیہا السلام پانی کی تلاش میں
دوڑی تھیں اور ان کے اس صبر جمیل کا یہ اجر عظیم ملا۔ کہ ان پہاڑیوں
کو اللہ تعالےٰ نے ایک نشان قرار دیدیا اور تکمیل حج کے لئے

ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سعی کو لازم کر دیا

قرآن کریم نے صفا اور مروہ کو من شعائر اللہ کہا ہے اور
اس میں کیا شبہ ہے کہ جب مومن صفا اور مروہ کی تاریخی حیثیت پر غور کرتا ہے
تو اسکو ان ٹیلوں میں اللہ تعالےٰ کی ہستی کا ثبوت اور معرفت الٰہی کے
آیات نظر آتے ہیں حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے پاس کا پانی ختم ہو گیا

تو تلاش آب میں بے قرار ہو کر ادھر اُدھر دوڑتی تھیں وران پہاڑیوں کے اُوپر چڑھ کر دُور تک نگاہ کرتیں کہ کہیں پانی نظر آوے لیکن جب حد نگاہ تک پانی کا پتہ نہ پایا اس حالت اضطراب اور بے قراری میں بار بار ان پہاڑیوں پر دوڑ کر جاتیں اور نظر بے تاب پانی کا نشان نہ پاتی۔ اس دوڑ دھوپ کو اللہ تعالےٰ نے دائماً زندہ رکھنے کے لیئے ان پہاڑیوں کے درمیان سعی کو ارکان حج میں داخل کر دیا ہے۔ حضرت ہاجرہؑ کے عہد کی ان پہاڑیوں کے متعلق کوئی خاص تاریخ نہیں لیکن آج وہ معمولی سے چھوٹے ہیں اور ان کے چند زینے ہیں ان کے ارد گرد بڑی عالیشان عمارتیں ہیں۔

دونوں پہاڑیوں کے درمیان جو سعی کی جاتی ہے اُس کے بھی سات چکر ہوتے ہیں جن کو اصطلاحاً شوط کہتے ہیں اور اس درمیانی راستہ کو جہاں سعی کی جاتی مسعیٰ (سعی کی جگہ) کہتے ہیں اور یہ گوشہ شہر کے مرکزی اور نہایت پر رونق حصہ میں ہے خاصی چوڑی سڑک ہے جس کا فرش پختہ ہے اور یہ سارا راستہ مسقف ہے اور ہر قسم کی شاندار دوکانیں ہیں۔

ان سات چکروں میں انسان تھک بھی جاتا ہے جہاں تک جسم کا تعلق ہے لیکن ایک عارف کو جو اس دوڑ میں ان تمام آیات کو زیر نظر رکھتا ہے جو اس کے ساتھ وابستہ ہیں تو اسکا ہر قدم اور ہر سانس اللہ تعالےٰ پر ایک لذیذ ایمان پیدا کرتا ہے اور وہ ان

چٹانوں کو اللہ تعالےٰ کی قدرت اور صبر و شکر کے اجر کے وعدوں کو مجسم دکھلاتی ہے۔ اس صفا اور مروہ کے شعائر اللہ ہونے کا ذکر کرنے سے پہلے اللہ تعالےٰ نے اس ابتلا کا ذکر کیا ہے جو وہ مومنین کی آزمائش کے لئے آتے ہیں اور ان میں صابر و شاکروں کے لئے اپنی رحمت کی بشارتیں دی ہیں اس کے ثبوت میں صفا اور مروہ کو پیش کیا ہے۔

کیفیت سعی رسم و عادت کے طور پر تو کوئی عبادت عبادت ہی نہیں رہتی۔ سعی کی حالت کو بھی جہالت نے ایک رسم سا بنا دیا ہے اس لئے کہ حجاج کی بہت ہی تھوڑی تعداد ان حقایق سے واقف ہوتی ہے جو اس کے اندر ہیں اور معلم لوگ تو صرف اپنا اجورہ وصول کرنے کے لئے اس سعی کو کرا دیتے ہیں۔ غرض جب یہ سعی ہوتی ہے تو عجیب قسم کا اژدہام ہوتا ہے۔ سواریوں پر بھی سعی جائز ہے اور کمزور اور بوڑھے شبری پر (جو ایک قسم کا چھوٹا سا پلنگ ہوتا ہے) سعی کرتے ہیں اس کے لئے مزدور بہ قیمت میسر آتے ہیں۔ میں نے جب حج کیا اور سعی کیلئے حضرت بنیر رضی اللہ عنہ اور دوسرے احباب کے ساتھ گیا تو بڑا ہجوم تھا۔ اونٹوں کی قطاریں بھی تھیں اور سب سے زیادہ تکلیف دہ وہ ریلہ تھا جو نجدیوں کا آیا۔ جو ایک لمبی قطار میں ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ کر زنجیر کی کڑیوں کی طرح پوری قوت اور جوش سے دوسروں کا قطعاً خیال نہ کرتے ہوئے دوڑتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے ہم پر رحم کیا کہ بغیر کسی

تکلیف کے ہم اس رکن کو ادا کر سکے۔ عجیب بات یہ ہے کہ حادثات کا سخت خطرہ ہوتا ہے مگر یہ ایک فضل ربی اور اس مقام کی عظمت کی کرامت ہے کہ حوادث نہیں ہوتے شاذ و نادر کبھی ہو تو ہو۔ یہ تفصیل ضمناً آگئی۔

سعی کا طریق یہاں میں یہ بھی ذکر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ بیت اللہ کے طواف اور مقام ابراہیم پر دو رکعت پڑھ لینے کے بعد درود شریف پڑھتے ہوئے اور ذکر اللہ سے اپنے قلب میں سکون پیدا کرتے ہوئے سعی کے لئے آتے ہیں۔ فقہ حنفی کے موافق اس کی نیت کرے جب کوہ صفا پر چڑھے۔ اور سعی کے شروع کرنے سے پہلے کوہ صفا کے زینہ پر چڑھے جب بیت اللہ نظر آنے لگے تو اس طرف منہ کر کے تکبیر اور تہلیل کرے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھ کر جو دعائیں چاہے مانگے چونکہ پہلے زینہ پر چڑھتے ہی بیت اللہ نظر آجاتا ہے خواہ وہیں سے اتر آئے یا اوپر تک جائے۔ میں تو اوپر تک ہی گیا وہ کوئی بڑی بلندی نہیں۔ اس مقام کو قبولیت دعا سے تعلق ہے اس مقام پر حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے کمال اضطراب سے پانی کے لئے دعائیں کیں جنہوں نے زمزم کے چشمہ کو پیدا کر دیا۔ لوگ اس حقیقت سے ناواقف ہیں بعض مقامات کو قبولیت دعا سے ایک تعلق ہوتا ہے اس مقام پر کم از کم اس قدر قیام کرنا چاہیئے کہ دو تین رکوع قرآن کریم

پڑھنے میں جس قدر وقت ہوتا ہے مگر معلّم اپنی بیگار کو پورا کرنے لئے اتنی مہلت نہیں دیتے اور آپ ہی بڑبڑاتے لوگوں کو مجبور کرتے ہیں کہ جلدی کرو۔ غرض یہ موقعہ دعا کا ہوتا ہے اور میرا اپنا عقیدہ ہے کہ انسان ماثورہ دعاؤں کے علاوہ اپنی زبان میں بھی اپنے مقاصد کیلئے دعائیں کرے۔ اس موقعہ کے لئے ایک دعا یہ بھی ہے۔

اللہ اکبر! اللہ اکبر! اللہ اکبر! و للہ الحمد لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو علی کل شئی قدیر۔

لا الہ الا اللہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب۔

اس کے بعد کوہ صفا سے یہی دعائیں کرتے ہوئے اترے اس موقعہ پر عام طور پر یہ دعا پڑھتے ہیں۔

اللھم استعملنی بسنتہ نبیک صلی اللہ تعالے علیہ وسلم وتوفنی علی ملتہ واعذنی من مضلات الفتن برحمتک یا ارحم الراحمین۔

اس کے بعد ذکر الٰہی اور دعاؤں کے ساتھ معمولی رفتار سے چلے پھر کوئی ڈیڑھ دو سو قدم چل کر اس وادی میں انسان پہونچ جاتا ہے جہاں حضرت ہاجرہ بے قرار ہو کر دوڑی تھیں اس لئے سعی کرنے والے کو اس حصہ میں تیز رفتار سے چلنا چاہئے جو دوڑنے کا رنگ تو رکھتی ہو مگر بے تحاشا دوڑنا مقصود نہیں۔ اس وادی کے دونوں طرف سبز رنگ کے او پنچے پتھر لگا دئے ہیں تاکہ سعی کرنے والے کو

معلوم ہو جاوے کہ اس فاصلہ کے اندر تیز قدم (ہلکا دوڑ کر) چلتا ہے
دراصل سعی اسی وادی کا نام ہے ان نشانات وادی کے درمیان بھی بعض
بڑی طویل دعائیں پڑھتے ہیں۔ لیکن مختصر طور پر اتنا ہی کافی ہے۔

رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم بانک انت الاعز الاکرم

اے میرے رب میرے گناہ معاف فرما اور مجھ پر رحم کر اور میری ان
خطاؤں سے درگذر فرما جو تو جانتا ہے تو تو بڑا ہی عزت والا اور بخشش
والا ہے اپنی زبان میں بھی استغفار کیا جاوے اور اللہ تعالیٰ کی حمد
کر کے گناہوں کی معافی چاہی جاوے تو یہ اکسیر ہے۔

صفا اور مروہ پر چڑھتے وقت قرآن کریم کی آیتہ۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ
اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا
فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ

پڑھتے رہے۔

سعی کے دراصل سات ہی چکر ہیں لیکن اگر کوئی چار ہی چکر
کرے تو بھی سعی ہو جانا کہا گیا ہے لیکن مومن تو تکمیل ہی کو پسند کرتا ہے
یہ ارکان حج کا ایک حصہ ہے گو اس کے فرض اور واجب ہونے
کی بحث بھی شافعی اور حنفی مذہب میں ہے لیکن بہر حال یہ سنت مؤکدہ
تو ہے ہی۔ اس عرصہ سعی میں مومن تمام توجہ اللہ تعالیٰ ہی کی
طرف رکھتا ہے اور اس کی زبان اور دل طلب ذکر اللہ اور دعاؤں سے

زندہ رکھنا چاہیئے۔ اور گرد کی دوکانوں کی زیب و زینت یا اشیاء خوردنی ونوشیدنی کی طرف لپکنا اس عمل نیک میں ہرگز مناسب نہیں بلکہ اس قسم کے تحرکات میں اطمینان قلب اور اللہ تعالیٰ کی طرف کامل توجہ ایک اکسیر ہے ساتواں چکر مروہ پر جاکر ختم ہوتا ہے۔ سعی ختم کرکے پھر بیت اللہ میں جاکر مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھنی چاہیئے جیسے بعد طواف پڑھتے ہیں۔ مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز کے متعلق میں ایک بحث کروں گا یہاں تو میں نے ایک عام مسئلہ بیان کر دیا ہے۔ انشاء اللہ اس پر ایک بحث کرنیکا ارادہ رکھتا ہوں وباللہ التوفیق۔

منیٰ منیٰ وہ پہلا مقام ہے جہاں عرفات کو جاتے ہوئے ۸ ذی الحجہ کو قیام کیا جاتا ہے حرم شریف سے منیٰ کا فاصلہ کوئی چار ساڑھے چار میل ہوگا مکہ سے جو راستہ منیٰ کو جاتا ہے وہ خوب کھلا ہے اور وقت واحد میں اونٹوں کی کئی قطاریں باسانی جاسکتی ہیں ایک میل یا کچھ زاید تک تو مکہ ہی کی آبادی ہے اس سے آگے وہ میدان شروع ہو جاتا ہے اور دو اڑہائی میل چل کر منیٰ کی آبادی شروع ہو جاتی ہے اس راستہ پر (جو مکہ سے منیٰ کو جاتا ہے) سلطانی قصر ہے۔ غرض منیٰ جو عصر سعادت اور خلافت میں ایک کھلا میدان ہوگا آج ایک شہر کی صورت اختیار کر چکا ہے اور پختہ اور عالیشان مکانات کی ایک بستی ہے جو ایام حج میں آباد اور اسکے بعد

غیر آباد ہو جاتی ہے مکان ایام حج ہی میں کافی کرایہ پر دئے جاتے ہیں۔
منیٰ کی یہ محض مکانات کی آبادی یا بستی دو میل طویل اور میل ڈیڑھ میل عریض پھیلی ہوئی ہے۔ ہر قسم کی ضروریات خورد و نوش ان ایام حج میں اگرچہ گران ہی ہوں مگر بافراط میسر آتی ہیں۔

قیام منیٰ مسنون طریق تو قیام منیٰ کا یہ ہے کہ ۸ ذی الحجہ کو ظہر کی نماز سے ۹ تاریخ کی فجر تک پانچ نمازیں یہاں ادا کی جاویں مگر اس کا التزام بھی (دوسرے سنن سے عدم التفات کی طرح) کم ہے۔ اور اس کی وجہ یہ نہیں کہ لوگ التزام کرنا نہیں چاہتے ایک طبقہ تو ایسے حجاج کا ہوتا ہے جو جاہل ہوتے ہیں یعنے ارکان حج کے متعلق انہیں کچھ معلوم ہی نہیں ہوتا جو واقف ہوتے ہیں اور انکے دل میں اس کا جوش بھی ہوتا ہے وہ اپنے معلمین کے ہاتھوں مجبور ہوتے ہیں وہ منیٰ کے سفر کے لئے سامان سفر (سواری) کے مہیا کرنے میں عمداً یا مجبوراً دیر کرتے ہیں۔

اور مکہ معظمہ سے روانگی بھی ظہر سے قبل نہیں ہوسکتی ہاں بعض خوش قسمت لوگوں کو یہ سعادت میسر آجاتی ہے اور منیٰ پہونچکر قیام شب کے بعد بعض اوقات فجر کی نماز سے بھی پہلے وہ اپنے ریوڑ کو لیکر چل کھڑے ہوتے ہیں بلکہ اکثر یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ حجاج کی جہالت سے فایدہ اٹھا کر اور سبز باغ دکھا کر کہ عرفات میں اچھی جگہ مل جائے گی قیام منیٰ کو حذف ہی کر دیتے ہیں اور راتوں رات ہی عرفات میں پہونچا دیتے ہیں۔

جمرہ منیٰ میں تین چھوٹے چھوٹے ٹیلے ہیں جن کو عام طور پر شیطان بھی کہتے ہیں اُن کے نام علی الترتیب جمرہ اولیٰ جمرہ وسطیٰ اور جمرہ عقبیٰ ہیں۔ ان پر کنکر مارے جاتے ہیں جس کو اصطلاح میں رمی جمرات کہتے ہیں۔

وادی محسر یہ وہ وادی ہے جس کے متعلق یہ تاریخی روایت ہے کہ اصحاب فیل اس جگہ ہلاک ہوئے تھے یہ عرفات کو جاتے ہوئے منیٰ سے دُور جا کر ملتی ہے۔

مزدلفہ منیٰ اور عرفات کے درمیان واقعہ ہے مکہ معظمہ سے اُس کا فاصلہ ۹ میل کے قریب ہوگا قرآن کریم میں اُس کا نام مشعر الحرام آیا ہے۔ فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام (مشعر الحرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو) اس مقام پر عرفات سے واپسی پر مغرب اور عشا کی نماز جمع کر کے پڑھی جاتی ہے۔

عرفات یہی وہ مقام ہے جہاں نویں ذی الحجہ کو تمام حجاج جمع ہوتے ہیں یہ مقام مکہ سے شمال مشرق کی جانب جبل الرقہ کے پاس طایف کے راستہ پر ایک وسیع و عریض میدان ہے جس کا رقبہ کسی صورت دس مربع میل سے کم نہ ہوگا۔

اس میدان میں وہ پہاڑ ہے جس کو جبل الرحمۃ کہتے ہیں جس پر اونٹنی پر سوار ہو کر امام خطبہ پڑھتا ہے عرفات مکہ معظمہ کے باب السلام سے تقریباً ۱۲ میل کے فاصلہ پر ہوگا میں اعمال حج کی تشریح میں متعلقہ امور کی انشاء اللہ وضاحت بیان کروں گا بحولہ تعالیٰ

حج اور ارکان حج کی تشریح اور فلسفہ

حج اور ارکان حج کی تشریح اور فلسفہ

میں گذشتہ ابواب میں بتا چکا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر بامر الٰہی کن مقاصد کے پیش نظر رکھی تھی اور کن دعاؤں کے ساتھ انہوں نے اس کی تکمیل کی اور اللہ تعالیٰ نے ان دعاؤں کو ہر رنگ میں شرف قبولیت بخشا اور بیت اللہ کو بیت الامن اور مثابتہ للناس ہر زمانے میں عملاً ثابت کیا اور اس بیت ایل کی عظمت و شرف اور اس کے مقصد تعمیر کی دائمی تکمیل کے لیے حج البیت کا حکم دیا۔ امتداد زمانہ سے جب وہ حقیقت مفقود ہو چکی تھی اور صرف ایک رسم نے اس کی جگہ لے لی تھی اور اللہ تعالیٰ کے اس مقدس گھر میں وحدہٗ لاشریک خدا کو چھوڑ کر بتوں کو جگہ دیدی گئی۔ اور شرک عظیم نے روحانی موت طاری کر دی تب اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق جو ابراہیمی دعاؤں کی قبولیت میں کیا گیا تھا اور جس کی بشارت تمام انبیاء علیہم السلام دیتے آئے تھے۔ سید المرسلین امام الاولین والآخرین حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا آپ نے حج کے متعلق ان تمام بدعات و توہمات کو دور کر کے اصل روح حج کو قائم کیا۔ ان تمام اصلاحات کو میں نے بیان کر دیا ہے اور حج کے اوقات و مقامات کی بھی

تصریح کردی ہے اب میں بحولہٖ تعالٰے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ

حج اور ارکان حج کی کیا حقیقت ہے

حج کا مفہوم بھی میں پیشتر لکھہ چکا ہوں لیکن حج کی تکمیل چند ارکان کے مسلسل عمل سے ہوتی ہے اور یہ تمام ارکان دراصل حج کے جسم کو مکمل کرتے ہیں اور ان کے پیچھے جو حقیقت ہے وہ رُوحِ حج ہے۔ میں نے اپنی کتاب الصیام میں بھی اس امر کا اظہار کیا ہے کہ عبادات کے جو ارکان و اعمال ہیں یہ دراصل ان کا ایک جسم ہے اور ان عبادات کا مغز اور رُوح تقرب الی اللہ اور تقوی اللہ ہے یہی مقصد حج کا بھی ہے۔ اور اُس کے ارکان ترکیبی حسب ذیل ہیں۔

(اوّل) نیت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہی پاک اور معنی خیز اصل تعلیم فرمایا انما الاعمال بالنیات یعنے اعمال کا مدار اور اُس کے نتائج وثمرات کا ظہور انسان کی نیت پر موقوف ہے۔ عربی زبان جو اپنے اندر حقائق کو لئے ہوئے ہے) میں عمل اس فعل کو کہتے ہیں جس میں نیت اور ارادہ کو دخل ہو وہ محض طبعی حرکت نہ ہو کیونکہ طبعی حرکت جس کے ساتھ ارادہ اور عزم نہ ہو فعل کہلاتا ہے اور ان کو اچھا یا بُرا نہیں کہا جاتا برخلاف اس کے عمل میں عزم اور عمد داخل ہیں اس لئے اس کے اثرات اور ثمرات لازمی ہیں نیت گویا اعمال کے لئے بطور ایک بیج کے

عمل اور فعل

یہاں اس امر کو بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ محض نیت کسی عمل کو نیک نہیں بنا دیتی جب تک وہ بجائے خود نیک مقصد کے لیئے نہ ہو اور اس مقصد کی تکمیل کے لیئے نیک اور پاک ذرائع نہ ہوں۔

غرض سب سے پہلے حج کے لیئے نیت ہونی چاہئیے۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ لفظ حج خود اپنے اندر مقصد کے مفہوم کو لیئے ہوئے ہے اور اس لیئے حج کی نیت میں وہ تمام امور مدنظر رہنے چاہئیں جو اس کی غرض وغایت کو ظاہر کرتے ہیں اگر اس امر کو مدنظر نہ رکھا جاوے اور بغیر سوچے سمجھے رسمی طور پر حج کا ارادہ کر لیا تو یہ اس حقیقت کو پیدا نہیں کرے گا۔ اس لیئے حج کی نیت میں مقاصد حج کے حصول کے لیئے ایک عزم اور صدق نیت ضروری ہے۔ اور اسکی ظاہری شکل احرام ہے۔

احرام کی حقیقت احرام حج کی تیاری کا اولین رکن ہے اسکی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں انسان اپنے آپ کو صرف دو بغیر سلی ہوئی چادروں کے ملبوس کرتا ہے ایک چادر تو بطور تہ بند باندھ لیتے ہیں اور دوسری چادر اوڑھنے کے لیئے ہوتی ہے اور وہ اسطرح پر اوڑھی جاتی ہیں کہ ایک سرا دائیں بغل سے نکال کر بائیں شانہ پر اور دوسرا بائیں بغل سے نکال کر دائیں شانہ پر ڈال لیا جاتا ہے۔ یہ چادریں خواہ نئی ہوں یا صاف دھلی ہوئی ہوں مقصد یہ ہے کہ وہ صاف اور ستھری ہوں تاکہ حفظ صحت کے اصولوں کا لحاظ رہے میلی اور غلیظ نہ ہوں۔

احرام میں سر ڈھانکا نہیں جاتا یعنے ٹوپی یا پگڑی نہیں باندہی جاتی۔ اور موزہ یا جراب بھی ممنوع ہے۔

عورت اپنے سر کو ڈہانکنے کی پابند ہے لیکن منہ اور چہرہ کھلا رہنا چاہیئے اسے نہ ڈہکا جاوے۔

احرام کا طریق میں نے یہ تو بتایا کہ احرام کیا ہے اور اس کے متعلق کیا احکام ہیں۔ احرام کے لئے مختلف جہات سے آنے والے لوگوں کے میقات مقرر ہیں جہاں سے وہ احرام باندہکر گویا باب الحج میں داخل ہوتے ہیں مسنون طریق یہ ہے کہ غسل کر لیا جاوے اگر حالات اجازت نہ دیتے ہوں تو کم از کم وضو کر لیا جاوے اسکے بعد وہ دو ان سلی چادریں پہن لے یعنے ایک تہبند کے طور پر باندہ لے اور دوسری اوڑہ لے جسکا طریق اوپر لکھہ آیا ہوں اسکے بعد دو رکعت نماز پڑہے۔ ان ہر دو رکعت میں افضل یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری میں سورہ اخلاص پڑھے اور یہ ہر شخص کے لئے آسان اور ممکن ہے ان ہر دو سورتوں میں جس مضمون کو اللہ تعالےٰ نے سمجھایا ہے وہ ظاہر ہے کہ سورہ اخلاص تو کامل توحید کی تعلیم دیتی ہے اور ہر قسم کے شرک سے بچنے کی ہدایت ہے اور اس طرح پر گویا انسان اپنی اس نماز میں ہر قسم کے بتوں کو ٹھکرا دیتا ہے اور صرف اللہ تعالےٰ کی کامل توحید پر ایمان لانے کا اظہار کرتا ہے اس طرح پر یہ سورۃ علمی توحید کو بیان کرتی ہے اور سورہ الکافرون میں عملی توحید کا سبق ہے اور

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو اس خصوص میں پیش کیا ہے اور ایہا الکافرون لکھکر بتایا ہے کہ اسلام کی تعلیم اور حضور علیہ الصلواہ والسلام کی عملی تعلیم میں کفر کا کوئی شائبہ نہیں ہے اور ہر قسم کے شرک اور کفر سے کامل بیزاری کا اعلان ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی کے اس پہلو کو بھی پیش کیا ہے کہ آپ نے کبھی بتوں اور معبودان باطلہ کی عبادت نہیں کی کیونکہ فرمایا

مَا اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ

یعنے میں کبھی ان (معبودان باطلہ) کی عبادت کرنے والا نہیں جن کی تم عبادت کرتے آئے ہو۔ غرض ان دونوں صورتوں کو ان دو رکعت میں پڑھنا افضل قرار دے کر اس حقیقت کو پیدا کرنے کی طرف توجہ دلانا ہے جو علمی اور عملی توحید کی ہے۔

اس کے بعد مصلّی ہی پر وہ عمرہ یا حج اور عمرہ کی نیت کرے اور دُعا کرے۔ عربی زبان میں اگر جانتا ہے یا کر سکتا ہے ورنہ اپنی زبان میں

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ وَاَعِنِّیْ عَلَیْهِ وَبَارِكْ لِیْ فِیْهِ

اے میرے اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں پس تو میرے لئے آسانی پیدا کر دے اور میرے اس حج کے ارادہ کو قبول فرما اور مجھے اس ارادہ پر قائم رہ کر تکمیل میں اعانت فرما اور میرے لئے ہر قسم کے برکات اس کے ذریعہ عطا فرما۔

حج کے اقسام میں میں نے حج اور عمرہ کے متعلق کسی قدر ضروری
تفصیل کر دی ہے احرام باندھ لینے کے بعد محرم لبیک پکارتا ہے گویا
وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جانے کا اقرار و اعتراف باآواز بلند
کرتا ہے۔ جیسے میں نے بتایا ہے کہ احرام باندھنے سے پہلے دو رکعت
نماز میں سورۃ الکافرون اور اخلاص میں عملی اور علمی توحید کا سبق تھا۔
اب لبیک کے الفاظ میں اس کا اقرار کرتا ہے اور احرام کی چادریں
باندھ کر اور اوڑھ کر عملاً یہ بتاتا ہے کہ دنیا کی تمام آسائشوں اور
ہر قسم کے مالوفات سے منہ موڑ کر میں اپنے مولا کے حضور حاضر
ہو گیا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں اور اُس کی عظمت و کبریائی ہے
اور وہی ایک ہے۔

جو ہر حمد کا مستحق ہے

احرام کا لباس تو گویا ایک قسم کا کفن ہے جو یہ سبق دیتا ہے کہ
تیری نفسانیت اور بہیمیت پر اب موت وارد ہو جانی چاہیئے۔
مگر میں نے دیکھا کہ احرام باندھ لینے کے بعد بھی نفس مردہ نہیں ہوتا
اِلَّا مَا شَاءَ اللہ۔

میں نے اپنے سفر حج میں جو نظارے دیکھے ہیں اُن کی تفصیلات
میں نہیں جانا چاہتا میں خود اپنے نفس میں شرمندہ ہوتا تھا اور
دعا کرتا تھا کہ الٰہ العالمین! اب مجھے وہ حیات تو عطا فرمایا جو میری

پہلی زندگی پر ایک موت وارد ہو کر ملتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ

چون بیاید ہنوز خر باشد

ہی کا مصداق رہوں۔ میری کوشش یہی تھی کہ مقاصد حج کو پورا کرسکوں اور اس کی توفیق بیاہتا رہا۔ غرض احرام کی یہ صورت ہے۔

احرام کے احکام احرام کی حالت میں شکار کرنا منع ہے نہ صرف یہ کہ خود شکار نہ کیا جاوے بلکہ کسی دوسرے شکاری کو بتا کر بھی شکار نہ کرایا جائے اور کسی جانور کو مارنا بھی جائز نہیں۔ البتہ موذی جانور سانپ بچھو وغیرہ ہوں تو ان کے خطرہ سے حفاظت کے لئے ان کو مار دینا جایز ہے۔

احرام کی حالت میں زیب و زیبایش کے لئے تیل وغیرہ لگانا۔ یا کسی قسم کی فحش باتیں کرنا۔ لڑنا جھگڑنا گالی دینا۔ مارنا پیٹنا سب منع ہے۔ بال کٹوانا مونڈنا۔ ناخن اتارنا۔ ڈاڑھی منڈوانا یا کترنا غرض وہ تمام امور جو حجامت (اصلاح) سے تعلق رکھتے ہیں وہ منع ہیں۔ خوشبو لگانا یا سونگھنا غرض ہر قسم کے سامان تعیش یا آرایش یا موجب ہیجان نفس سے منع کیا گیا ہے۔

میں نے یہ بطور خلاصہ کے بیان کر دیا ہے قرآن کریم نے ان امور پر جو ہدایات دی ہیں ان کو میں یہاں درج کر دیتا ہوں۔

(۱) سورۃ مایدہ پارہ ۶ آیۃ اول آیۃ کا آخری حصہ۔

غَيْرَ مُحِلِّى الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ

یعنی جب تم حالت احرام میں ہو تو شکار کو حلال نہ جانو اسکا مطلب یہ نہیں کہ جو حلال ہے اس کو حرام ٹھیرا دو بلکہ مقصد یہ ہے کہ جیسے ایک روزہ دار ایک وقت معین تک اللہ تعالےٰ کے حکم سے اس کی رضا کے حاصل کرنے کے لئے حلال چیزوں سے رکتا ہے۔ اسی طرح احرام کی حالت میں شکار کرنے سے باز رہے۔

(۲) سورۃ مایدہ پارہ ۶ آیتہ ۲۔

وَلَا آمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا۔

سورۃ المایدہ کی ابتدائی آیات میں مسئلہ حرمت کو نہایت لطیف طور پر بیان کیا ہے۔ اول چارپایوں کے گوشت کی حلت وحرمت کی طرف توجہ دلائی اور پھر قرآن مجید چونکہ اپنے اسلوب بیان میں جسمانیات سے معاً روحانیات کی طرف لے جاتا ہے اس لئے یہ ان محرمات کی طرف متوجہ کیا جو انسان کی روحانی تربیت کا ذریعہ ہیں چنانچہ فرمایا کہ جب تم نے احرام باندھ لیا وہ حج کا ہو یا عمرہ کا تو شکار منع ہے۔ پھر فرمایا کہ شعائر اللہ کا احترام لازمی ہے ان کی بے حرمتی تم پر حرام ہے۔ جن مہینوں کو حرمت کے مہینے قرار دیا گیا ہے۔ ذی قعدہ۔ ذی الحجہ۔ محرم۔ جب ان مہینوں میں ہر قسم کے جنگ و جدال سے باز رہو۔ اور ایسا ہی حج کی قربانیوں کی اور ان جانوروں کی (جن کی گردنوں میں بطور علامت گانی ڈالی جاتی ہے) کی حرمت کے خلاف کوئی کام کرو یعنے انکو لوٹو نہیں

اور چھین نہ لو بلکہ جس مقصد کے لئے وہ لائے جاتے ہیں اس پر تصرف نہ کرو اور نہ ان لوگوں پر کسی قسم کی دست درازی کرو جو بیت الحرام (کعبہ) کا قصد کرتے ہیں اور اپنے رب کے فضل اور رضوان کے طالب ہیں۔

(۳) اگر ارادی طور پر کسی محرم یعنے (احرام باندھے ہوئے شخص) سے اس کی خلاف ورزی ہو کہ اس نے کسی جانور کو قتل کر دیا تو اس کا کفارہ لازم ہے یعنے اس مقتول جانور کے برابر کسی حلال جانور کی قربانی دے یا چند محتاجوں کو کھانا کھلائے یا روزہ رکھے۔

چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا (دیکھو سورۃ المایدہ پارہ ۶ رکوع ۱۴ آیۃ ۹۵)۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ وَ مَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ یَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْیًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِیْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِیَامًا لِّیَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ وَ مَنْ عَادَ فَیَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ۔

یعنے اوپر اس کا خلاصہ مقصد بیان کر دیا ہے۔ اس سلسلہ میں موقع کی مناسبت سے صرف اتنا اضافہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس حکم کی خلاف ورزی میں جو سزا تجویز کی ہے اس کے متعلق فرمایا کہ اس کا فیصلہ تم میں سے دو صاحب عدل کریں یعنے ایسے لوگ جو

عدل کی پوری رعایت رکھیں اور کسی قسم کی تحریک اُن کو مقام عدل سے
نہ ہٹا سکے اور وہ صاحب فہم و فکر ہوں اور یہ فیصلہ کرنے والے
دو ہوں تاکہ وہ باہم تبادلہ خیال کر کے ایک نتیجہ پر متفق ہو سکیں۔
آج اعلیٰ عدالتوں میں دو ججوں کے اجلاس کو متفقہ اجلاس کہا
جاتا ہے اور اس پر ناز کیا جاتا ہے اور قرآن کریم نے قوانین عدلیہ
میں اُس کو پہلے سے داخل کیا ہے۔

آداب احرام اور احکام احرام کو اس طرح پر یکجائی نظر سے
دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حج کا بنیادی اصل امن و آشتی اور
انسانیت کا جائز احترام ہے ہر قسم کی نفرت کو جو ایک انسان
دوسرے سے بوجہ نسلی یا لونی امتیازات کی بنا پر یا مال و دولت
کی کثرت و قلت کے نقطہ خیال سے کرتا ہے اُس کو دور کر دیا جاوے
اور انسان اپنے جذبات پر حکومت کرنا سیکھے۔

تلبیہ تلبیہ اس دعا کا نام ہے جو احرام باندھ لینے کے
بعد بآواز بلند پڑھی جاتی ہے ہر وادی۔ پہاڑ۔
نشیب و فراز میں اور ہر نماز کے بعد بکثرت اور ہر صبح و شام دوہرائی
جاتی ہے عورتیں آہستہ آواز سے پڑھتی ہیں دعا یہ ہے۔
لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ
وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ۔

ترجمہ:۔ حاضر ہیں اے خدا ہم تیرے لئے ہی حمد ہے اور سب نعمتیں

تیری ہی ہیں اور ساری بادشاہی تیری ہی ہے جس میں کوئی تیرا شریک نہیں۔ اے خدا ہم تیرے حضور میں حاضر ہیں۔

یوم ترویہ۔ آٹھویں تاریخ ذی الحجہ ہے۔ اس دن امام خطبہ پڑھتا ہے اور لوگوں کو منا اور عرفات میں جانے اور نمازیں ادا کرنے کے متعلق سب امور سمجھاتا ہے۔

یوم عرفہ۔ نویں تاریخ ذی الحجہ ہے جس دن عرفات میں حاضری ضروری ہے ورنہ اس کے بغیر حج نہیں ہوتا۔

یوم نحر۔ دسویں تاریخ ذی الحجہ ہے۔ جس دن اور اسکے بعد دو دن تک منا میں قربانی ہوتی ہے۔

تشریحی نوٹ احرام کے متعلق احکام و آداب میں نے قرآن مجید کی روشنی میں درج کر دئے ہیں۔ ان کو سمجھ لینے کے بعد یہ حقیقت نمایاں ہو جاتی ہے کہ اس آخری عبادت میں (آخری اس لئے کہتا ہوں کہ زندگی میں ایک بار فرض ہے) انسان کی اس عملی زندگی کی تفسیر ہے جو اس کو دنیا میں گذارنی چاہیئے۔

انسان کے دل پر مختلف محبتوں اور الفتوں کا ہجوم اور اثر غالب ہوتا ہے اپنے اہل و عیال کی محبت۔ مال و متاع کی محبت۔ وطن کی محبت وغیرہ لیکن حج کے لئے وہ اللہ تعالے کی رضا کے لئے ان تمام محبتوں کو ترک کرنے کا سبق سیکھتا ہے وہ حج کے سفر اور مناسک کو کوئی اعلیٰ درجہ کی متاع کو کم از کم محسوس

کرتا ہے جس کے لئے وہ اس قسم کی تمام محبتوں کو قربان کر دیتا ہے۔
پھر انسان اپنے طریق بود و باش میں ہر قسم کی آسایش اور آرایش و زیبایش کو پسند کرتا ہے اور اس کے لئے وہ ہر قسم کے وسایل کو استعمال کرتا ہے۔ اپنے نفس کے وقار کے لئے وہ کیا کچھ نہیں کرتا۔ لیکن حج کا عزم اور اس کے آداب اسے ان تمام آسائشوں اور آرایشوں کو ترک کرنے کا سبق دیتے ہیں اور احرام باندھکر وہ گویا اس حیاتِ دنیا سے الگ ہو کر دوسری زندگی میں داخل ہو جاتا ہے جیسے موت ایک طبعی اور جبری طریق سے انسان کو ہر قسم کے مالوفات کو ترک کر دینے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اسی طرح عزم حج اور اس کا پہلا زینہ احرام انسان کو سبق دیتا ہے کہ قبل اس کے کہ موت تم کو ان تمام چیزوں سے الگ کر دے تم خود اپنے اندر ایک تیاری کرو اور آیندہ زندگی میں اس دنیا میں رہتے ہوئے گویا اس سے الگ ہو کر رہو۔ اور دنیا کی مالوفات پر اللہ تعالےٰ کی رضا کو مقدم کر لو۔ اور اصل محبت اللہ تعالےٰ کے لئے ہو۔ پھر احرام باندھ لینے کے بعد جس دعا کو وہ اٹھتے بیٹھتے صبح شام باآواز بلند پڑھتا ہے اور اللہ تعالےٰ کے حضور اپنی حاضری کا خادمانہ اظہار کرتا ہے وہ یہ روح پیدا کرتی ہے کہ نہ صرف آج بلکہ تم اپنے اندر ہر وقت اس جذبہ کو ابھارتے رہو اور تمہارے پیش نظر یہی ہو کہ تم اللہ تعالےٰ کے

حضور حاضر ہو اس طرح پر تم کو نہ صرف مقام احسان حاصل ہوگا بلکہ تمہارے اندر ایک

گناہ سوز فطرت پیدا ہوجائیگی

یہ مختصر بیان سلیم الطبع قارئین کے لئے ایک نشان میل ہوگا جس سے وہ منزل مقصود کی حقیقت کو سمجھ لینگے باقی امور کے متعلق جداگانہ تشریحی نوٹ اپنے موقعہ پر آتے ہیں۔

(نوٹ) جس مقام سے احرام باندھا جاتا ہے اُسے میقات کہتے ہیں اور مختلف ممالک سے آنے والوں کے لئے جدا جدا میقات ہیں مثلاً مکہ والوں کے لئے تو خود حرم کعبہ ہی میقات ہے مدینہ سے آنے والوں کے لئے ذوالحلیفہ ہے یمن اور ہندوستان سے جانے والوں کے لئے یلملم ہے جو جبل سعدیہ کے دامن میں ایک بستی ہے اور جہاز کامران کے قریب رک جاتا ہے جہاں حاجی احرام باندھ لیتے ہیں عراق سے آنے والوں کیلئے ذات عراق شام سے آنے والوں کے لئے حجرہ نجف سے آنے والوں کے لئے قران جو لوگ دوسرے راستوں سے آتے ہیں ان کا میقات وہ مقام ہوتا ہے جو ان مندرجہ بالا قصبات کے بالمقابل ہو۔ اور جہاز راں کمپنیوں کو اس کا علم رہتا ہے وہ جب مقام میقات آتا ہے تو اُس کے آنے سے پہلے ہی بڑی زوردار آواز (سیرن)

نکالتے ہیں اور حجاج آگاہ ہو جاتے ہیں۔

حدودِ حرم کا آغاز

جدہ سے مکہ معظمہ کو آتے ہوئے جب مکہ سات میل رہ جاتا ہے تو وہاں سے حدودِ حرم شروع ہوتے ہیں میں اپنے تاثرات کو الگ انشاء اللہ کہوں گا۔ اس زمین حرم میں پہونچکر قلب کی کیا حالت ہوتی ہے اس کا ذکر بھی انھیں تاثرات میں ہوگا درا صل وہ میرے اپنے قلب کی حالت ہے۔ بہر حال اس مقام پر پہونچکر ضروری ہوتا ہے کہ

انسان اپنے قلب میں رقت۔ فروتنی کے جذبات کو پیدا کرے اور نہایت ادب اور احترام اور کامل وقار کے ساتھ بیت اللہ کی طرف چلے۔

بہتر یہ ہے کہ یہاں سے پا پیادہ چلے لیکن عہد حاضر نے ہر قسم کی سفر کی سہولتیں پیدا کر کے ایک قسم کی سستی پیدا کر دی ہے تاہم ایک بڑا قافلہ اخلاص اور وقار کے ساتھ حضرت رب العالمین کے دربار میں حاضری کے لئے پا پیادہ بھی چلتا ہے اس مقام سے وہ تمام آداب لازم ہو جاتے ہیں جو بیت الحرام کے متعلق ہیں۔

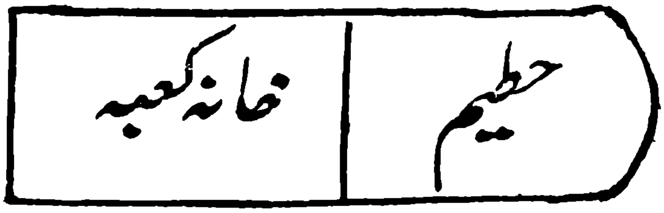
مکہ میں ورود اور طواف قدوم

مکہ معظمہ کے باہر ایک مقام پر موٹریں اور لاریاں ٹھہر جاتی ہیں اور حاجی اپنے معلم کے ہمراہ اعرابیوں میں سوار ہو کر یا پیدل شہر میں داخل ہو کر بلکہ اس تمام راستے میں بکثرت دعائیں اور استغفار کرنا چاہیئے۔ اس لیئے کہ یہ سفر تو محض اس مقصد کے لیئے ہے کہ انسان اللہ تعالےٰ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرے اور اپنے اندر ایک پاک تبدیلی کا عزم کر کے توفیق ربانی چاہیئے۔

حجاج کے قیام کا انتظام | مکہ معظمہ میں قیام کے لئے قدیم سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ ہر معلم اپنے حاجیوں کے لئے ان کی استطاعت کے مدنظر مکانات کا کرایہ پر انتظام کرتا ہے اور یہ کرایہ ایام حج کے لئے ہوتا ہے مگر وہ گویا پورے سیزن کا سمجھا جاتا ہے لاکھوں آدمیوں کے قیام کا انتظام آسان امر نہیں مگر تقسیم محنت کے اس اصول پر معلموں کے ذریعہ آسانی ہو جاتی ہے کرایہ سونے کے سکہ کے لحاظ سے ہوتا ہے یعنے بجائے روپیہ کے اشرفی یا گنی کی شکل میں مجھے ان تفاصیل میں نہیں جانا ہے بعض رباطین جو حیدر آباد وغیرہ ریاستوں کی ہیں ان میں بھی لوگ قیام کرتے ہیں۔

طواف قدوم | حاجی اپنے اپنے مقام پر اتر کر اپنے معلم کو ساتھ لیکر بلکہ اصل معنوں میں معلم صاحب خود کشاں کشاں اپنے ریوڑ کو لیکر طواف قدوم کیلئے بیت اللہ چلا جاتا ہے۔

اور یہ مجمع جو وضو گھر سے ہی کر کے آتا ہے بیت اللہ میں ہو کر اولاً طواف کعبہ کرتا ہے اس طواف کو طواف قدوم کہتے ہیں یہ طواف بیت اللہ کا ہوتا ہے خانہ کعبہ کی عمارت کے اس وقت دو حصے ہیں ایک حصہ تو مسقف ہے اسے خانہ کعبہ کہتے ہیں اور اس کا دوسرا حصہ جو غیر مسقف ہے مگر محدود ہے حطیم کہلاتا ہے۔



یہ مسقف اور غیر مسقف حصہ یا خانہ کعبہ اور حطیم دونوں ہی مطاف کے اندر ہیں یعنے دونوں کا طواف کیا جاتا ہے۔

حطیم کیا ہے؟ حطیم خانہ کعبہ کے شمالی صحن (جو ایک دیوار سے محدود ہے) کا نام ہے یہ حصہ ابتدائی تعمیر خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت خانہ کعبہ کی عمارت کے اندر تھا۔ امتداد زمانہ کے بعد جب قریش نے اس بنائے ابراہیمؑ کی تجدید کرنی چاہی تو قلت سامان تعمیر کی وجہ سے اس حصہ کو چھوڑ دیا یعنے مسقف نہ کیا مگر اس کو محدود کر دیا گیا ایک دیوار کے ذریعہ حطیم کے لفظی معنے ٹکڑے کے ہیں اور چونکہ یہ حصہ خانہ کعبہ ہی کا ٹکڑا ہے اس کا نام حطیم ہی مشہور ہو گیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے عصر سعادت میں حضرت

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ
میرا جی چاہتا ہے کہ حطیم کو از سرنو خانہ کعبہ میں شامل
کر لیا جاوے لیکن قریش خواہ مخواہ ہنگامہ کرینگے
کہ ہماری ہر شے سے مخالفت کی جاتی ہے اس لیئے
میں اُسے اسی حالت میں رہنے دیتا ہوں۔

عباسیوں کے عہد میں ایک عباسی خلیفہ نے اس تعمیر کی تکمیل کا ارادہ کیا مگر حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے جب پوچھا گیا تو آپ نے اجازت نہ دی اس خیال سے کہ آنے والے سلاطین کے لیئے یہ ایک سند ہو جائے گی۔ غرض یہ حطیم کی مختصر تاریخ ہے۔ اور وہ خانہ کعبہ ہی کا حصہ ہے اور شامل مطاف ہے اور حطیم میں نماز پڑھنا خانہ کعبہ ہی کے اندر نماز پڑھنے کا حکم رکھتا ہے۔ کیسنے اپنے ایام حج میں یہ بھی سُنا کہ حطیم کی زمین کے نیچے ہی حضرت ہاجرہ اور حضرت ذبیح اللہ علیہما السلام یعنے ماں بیٹے کے قبور ہیں۔ کوئی تاریخی شہادت یا حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے ارشادات میں ایسی روایت میری نظر سے نہیں گذری اس لیئے اس قسم کی روایات کے متعلق کچھ کہنا غیر ضروری ہے مگر اس میں کیا شبہ ہے کہ وہ حریم قدس ہی میں کسی جگہ مدفون ہونگے اور جب کہ ان کی زندہ اور زندگی بخش یادگار موجود ہے تو
قبروں کے نشان ڈھونڈنا غیر ضروری ہے

میزاب رحمت

حطیم کا ذکر آیا تو میزاب رحمت کا ذکر بھی کر جاتا ہوں یہ ایک سونے کا پرنالہ ہے جو خانہ کعبہ کے شمالی جانب چھت پر نصب ہے اور برسات میں چھت کا پانی اس میں سے ہو کر حطیم میں آتا ہے کہتے ہیں کہ میزاب رحمت کے نیچے کھڑے ہو کر دعا کرنا بھی قبولیت دعا کا ایک موقعہ اور محل ہے۔ میں تو اللہ کے اس گھر کے ہر مقام ہر انچہ زمین کو اجابت دعا کا مقام تعیین کرتا ہوں اور اس کے ہر ذرہ کو آیات اللہ میں سے ایک آیۃ تعیین کرتا ہوں اس مقام پر دعا پڑھتے ہیں اسکا ترجمہ یہ ہے۔

اے اللہ! میں آپ سے اس ایمان کا طالب ہوں جو کبھی زایل نہ ہو اور وہ یقین مانگتا ہوں جس کی انتہا نہ ہو اے اللہ میں تیرے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا طالب ہوں اور جس روز کوئی سایہ نہ ہوگا مجھے اپنے سایہ عرش میں جگہ دے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جام سے وہ شربت پلا کہ کوئی پیاس باقی نہ رہے۔

یہ تو ایک منقول دعا ہے۔ میرے اپنے ذوق ایمان کی بنا پر انسان ہر قسم کی دعائیں اپنی زبان سے بھی کر سکتا ہے لیکن یاد رہے کہ ان دعاؤں کا ایک ہی مرکزی نقطہ ہوا اور وہ ہے تقرب باللہ اور تقویٰ اللہ اگر انسان کو یہ دولت ملجائے تو پھر اسے کسی چیز کی حاجت نہیں رہی۔

یہ تو ضمنی امور تھے میں نے عام واقفیت کے سلسلہ میں ذکر کیا اصل ذکر تو طواف قدوم کا تھا۔

طواف کیا ہے اور اسکی حقیقت کیا ہے جب انسان مکہ معظمہ میں داخل ہو تو سب سے پہلے اسے بیت الحرام میں داخل ہونا چاہیئے مگر معلم اپنے حاجیوں کو پہلے اپنے گھر پر لے جاتے ہیں اور وہاں سے طواف قدوم کے لئے لاتے ہیں یہ طواف بیت اللہ کے گرد چکر لگانے کا نام ہے اور اُس کا آغاز حجر اسود سے ہوتا ہے اس کو بوسہ دیا جاتا ہے یا اُسے اپنے ہاتھ سے چھوئے لیکن چونکہ اژدہام عام ہوتا ہے اس لئے کوئی ایسا فعل سرزد نہو جس سے کسی کو تکلیف ہو۔ ہر چکر وہیں آکر ختم ہوتا ہے اور ہر چکر پر ممکن ہو تو حجر اسود کو بوسہ دے یا ہاتھ لگائے یہ بھی ممکن نہو تو اشارہ بھی کافی ہے۔

پہلے تین چکروں میں رمل کرے یعنے مونڈھوں کو حرکت دے۔ اور طواف حجر اسود کے بوسہ ہی پر ختم ہوتا ہے ان چکروں میں طواف کرنے والا اپنے مولیٰ کریم سے دعائیں کرتا ہے جسکا ایک حصہ یہ بھی ہے۔ (سورۃ بقرہ رکوع ۲۵ آیۃ ۲۰۱)۔

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں ہر قسم کے حسنات دے اور

آخرۃ میں حسنات عطا فرمایا اور آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ ۔

عجیب بات یہ ہے کہ یہ دعا قرآن کریم میں احکام حج ہی کے ضمن میں آئی ہے اس سے پہلی آیتہ میں ان لوگوں کی دعا کا ذکر ہے جن کی ساری توجہات دنیا اور اس کے ماوفات میں منہمک ہوتی ہے اور ان کی اپنی کوشش اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کا

مرکز محض دنیا ہوتی ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے آخرۃ میں کوئی حصہ نہیں لیکن مومن کا مقصد اس دنیا سے بہت بلند ہوتا ہے اس لئے وہ جہاں حسنات الدنیا کی دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے حسنات الآخرہ کے لئے بھی دعا کرتا ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بکثرت اس دعا کو پڑھتے تھے۔ میں نے اوپر کہا ہے کہ یہ عجیب بات ہے کہ اس دعا کو اذکار حج ہی کے سلسلہ میں بیان کیا گیا ہے اور طواف میں یہ دعا پڑھی جاتی ہے گویا حج دینی اور دنیوی ترقیات کے لئے ایک قیمتی عبادت ہے اور اس کی کسی قدر تفصیل میں انشا اللہ کروں گا۔ اتنا تو ظاہر ہی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان ایام میں تجارت کے ذریعہ فایدہ اٹھانے کی تو اجازت ہی دی ہے۔ اس طرح پر یہ طواف ہو جاتا ہے۔ موقع کی مناسبت کے لحاظ سے

میں ضروری سمجھتا ہوں کہ حجر اسود اور اس کے بوسہ دینے اور اس پر بعض دشمنان اسلام کے اعتراضات پر بھی روشنی ڈال دوں۔

حجر اسود کی تاریخی حیثیت

حجر اسود جو ایک سیاہ رنگ کا پتھر ہے خانہ کعبہ کی اس دیوار کے گوشہ میں لگا ہوا ہے جس میں دروازہ ہے زمین سے بقدر قد آدم اونچائی پر ہے جہاں انسان کا ہاتھ اور لب بآسانی مس کر سکتے ہیں۔ جہاں تک تاریخ مساعدت کرتی ہے (جو اکثر روایات سے اخذ کی گئی ہے) حضرت ابوالانبیاء علیہ السلام کے تعمیر کردہ بیت اللہ کا کوئی پتھر باقی نہیں رہا بجز اس حجر اسود کے جس کی اہل عرب زمانہ جاہلیت میں بھی حفاظت اور تکریم کرتے رہے اور اسلام میں بھی وہ اسی عظمت اور احترام سے دیکھا جاتا ہے یہاں تک کہ مناسک حج کے ارکان میں سے طواف اس مقام سے شروع ہوتا اور طواف کا ہر چکر (شوط) اس پر آکر ختم ہوتا ہے اور اسے بوسہ دیا جاتا ہے یا کسی چیز سے چھو کر یا ہاتھ سے چھو کر اسے بوسہ دیا جاتا ہے یا صرف اشارہ کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح پر یہ پتھر گویا طواف کے آغاز و اختتام کا ایک نشان ہے۔

مسلمان اس پتھر میں کسی قسم کی کرامت یا کسی قوت کا اعتقاد نہیں رکھتے اسے پتھر ہی سمجھتے ہیں لیکن اس پتھر کے ساتھ ایک تاریخ وابستہ ہے کہ اس پتھر کو ابوالانبیاء ابراہیم علیہ السلام کے

مبارک ہاتھوں نے چھوا اور دنیا کے بت کدوں میں اللہ تعالےٰ کے اس پہلے گھر کی تعمیر کی وہ نشانی ہے اور اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک اور لب مبارک نے اس کو ایک شرف عطا فرمایا ہے اور بے انتہا صلحائے امت اور اولیائے کرام کے مساس کی وہ نشانی ہے۔ اور اس طرح ہر ایک سلیم القلب

حجر اسود اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

مومن کے ایمان میں ایک لذیذ اور بشاشت افزا ترقی بخشتا ہے۔ میں نے حجر اسود کے ساتھ جس تاریخ کی وابستگی کا ذکر کیا ہے۔

وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرۃ اور زندگی سے ایک خاص تعلق رکھتی ہے اور اس کا ظہور تعمیر کعبہ کے وقت ہوا۔ یہ واقعہ قبل بعثت کا ہے۔ کعبہ کی عمارت اس وقت صرف قدآدم اونچی تھی اور غیر مسقف تھی اور بوجہ نشیب میں ہونے کے ایام بارش میں شہر کا پانی حرم میں آجاتا اور نقصان ہوتا اس لئے بالاتفاق تعمیر جدید کا انتظام کیا گیا اور اس کے لئے جو مصالحہ میسر آیا وہ ساری عمارت کے لئے کافی نہ تھا اس لئے وہ حصہ جسے حطیم کہتے ہیں چھوڑ دیا گیا تعمیر عمارت کا کام مختلف قبائل کے سپرد ہوا تاکہ ہر ایک شریک برکت وفخر رہے جب حجر اسود کے نصب کرنیکا وقت آیا تو اس نے خطرناک صورت اختیار کر لی یہاں تک کہ تلواروں پر ہاتھ جا پڑے اور قریب تھا کہ ایک ختم نہ ہونے والی جنگ شروع ہو جاوے۔

پانچ دن تک برابر یہ تنازعہ قائم رہا آخر اس دن ایک معمر آدمی ابو امیہ بن مغیرہ نے اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے یہ تجویز کی کہ کل جو شخص سب سے پہلے حرم میں آئے اس کو ثالث قرار دیا جاوے اور جو فیصلہ کرے اس کو قبول کر لیا جاوے اس پر کھچی ہوئی تلواریں نیام میں ہوگئیں اور سب دوسرے دن کی صبح کا بے قراری کے ساتھ انتظار کرنے لگے۔ یہ ایک کرشمہ ربی تھا کہ سب سے پہلے جو شخص حرم میں آیا وہ حضرت رحمتہ للعالمین تھے۔ آپؐ کو جب ان معززین قبایل نے جو اس فیصلہ کے لیے پہلے سے موجود تھے دیکھا یک زبان ہو کر پکار اٹھے۔

ھذا الامین

یہ امین آگیا اور آپ کی ثالثی پر سب نے اطمینان کا سانس لیا۔ آپؐ اگر چاہتے تو خود ہی پتھر کو نصب کر دیتے مگر جو فیصلہ آپؐ نے فرمایا وہ ایک نشان رحمت اور پیغام اتحاد تھا آپؐ نے کیا فیصلہ کیا؟

آپؐ نے پہلے تو یہ فرمایا کہ تمام قبایل اپنا ایک ایک نمایندہ منتخب کریں جب انتخاب نمایندگان ہو چکا تو آپؐ نے ایک چادر بچھا کر اس میں حجر اسود رکھدیا اور ان نمایندگان قبایل کو کہا کہ سب مل کر اس چادر کو اٹھائیں اور اتنا اونچا کیا جاوے کہ حجر اسود جہاں آج نصب ہے وہاں تک پہونچ جاوے

جب وہ موقع آگیا تو

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ہاتھ سے اسے اُٹھا کر نصب کر دیا

اور اس عمل نے بتا دیا کہ آپ کے ذریعہ اس جنگ جو قوم میں اتحادِ عمل پیدا ہوگا اور وہ ہوا۔ اس واقعہ سے حضور کی سیرت کے کئی پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔

پس جب یہ تاریخی واقعہ ایک آپ کے کفش بردار کے تصوّر میں آتا ہے تو وہ بے اختیار ہو جاتا ہے وہ اس پتھر میں اپنے آقا کی صداقت اور دلایل نبوۃ کو دیکھتا ہے۔

حضرت حکیم الامتہ کی تصریحات

میرے شیخ اور استاذ حضرت خلیفۃ المسیح اول مولانا حکیم نورالدین رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کے متعلق جو تبصرہ فرمایا ہے وہ اپنے رنگ میں ایک بصیرت افزا ہے اس لئے میں اسے بھی یہاں تبرکاً درج کرتا ہوں۔

حجر اسود کیا ہے۔ ایک ان گھڑا پتھر ہے۔ چونکہ گھڑے ہوئے پتھروں کی عبادت ہوتی تھی اس واسطے ابراہیم اور ان کی اولاد نے یادگار یا نشان کے لئے ان گھڑے پتھر رکھے تھے۔ پیدایش ۲۸ باب ۱۸ یعقوب نے پتھر کھڑا کیا اور اس پر تیل ڈالا۔ اور پیدایش ۳۵ باب ۱۵۔ اور یشوع ۴ باب ۵۔ ۶۔ ہر ایک تم میں سے بنی اسرائیل

کے زقوں کے مطابق ایک ایک پتھر اپنے کاندھے پر رکھے تو کہ تمہارے درمیان نشان ہو۔ پادری اِن باتوں سے انکار نہیں کر سکتے۔

پُرانے زمانے میں کیا اِس زمانے میں بھی تصویری زبان کا رواج ہے۔ اکثر آریہ ورت کے قصص تصویری زبان میں ہیں۔ اور کئی اخباروں میں تصویری زبان معمول ہے سکندر اور دارا کے قصے میں تصویری زبان کی گفتگو مشہور ہے۔ عیسائی بھی تسلیم کرتے ہیں۔ یشوع کے بارہ پتھر بارہ حواریوں کا اشارہ جانتے ہیں۔ یہودی قربانیاں مسیح بڑے کی پھانسی بتاتے ہیں۔ بلکہ ختنہ بھی عیسٰے بن مریم کے قتل کا نشان کہتے ہیں۔ پولا ہلانا جس کی نسبت احبار ۲۳ باب ۱۰ میں حکم ہے مسیح کا جی اُٹھنا بیان کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں متی ۲۱ باب ۳۳۔ ۴۲ میں لکھا ہے۔ بنی اسرائیل کو اللہ تعالےٰ نے آباد کیا ایک باغ کا مہتمم بنایا (ایک شرع کا) مگر اُنھوں نے نافرمانی کی یہاں تک کہ اپنے آخری صلح کار (اکلوتے بیٹے) کو مار ڈالا۔ اس لیے خدا اُن کو سزا دے گا کونے کے پتھر سے معماروں نے ناپسند کیا۔ یہی مضمون یسعیاہ ۲۸ باب ۱۶ میں ہے۔ اور دانیال ۲ باب ۳۴ میں ہے۔ یہود غیر قوموں کو بھی پتھر کہتے تھے۔ اور ہمیشہ بنی اسمٰعیل کو یہ معمار قوم حقیر جانتے تھے۔ الاعرب میں قدیم سے اس لئے کہ وہ اپنی خاص قوم تھی تصویری زبان میں بطور پیشین گوئی اور بشارات کے یہ یسعیاہ ۲۸ باب ۱۶۔ اور متی ۲۱ باب ۴۲۔ اور دانیال

۲ باب ۳۴ والہ کلام کے میں اس طرح سے تحریر ہوا کہ بیت اللہ کے
کونے پر ایک بن گھڑا پتھر نصب کیا گیا۔ جس کے ساتھ یہ بات کیجاتی
تھی کہ اُسے صرف ہاتھ لگاتے جو بیعت اور اقرار کا نشان ہے۔
مطلب یہ کہ اس پاک شہر میں وہ کونے کا پتھر ہوگا جس کے ہاتھ پر
بیعت کرنا ضروری ہے۔ جو کوئی اُس پر گرے گا چور ہوگا جس پر
یہ گرا اُسے پیس ڈالیگا۔ حسب بیان دانیال ۲ باب بابل کا حال دیکھلو۔
نادان کہتے ہیں مسلمان پتھر کی پرستش کرتے ہیں۔ آریہ اور
عیسائی بتائیں عبادت کسے کہتے ہیں۔ عبادت میں استتی۔ حمد اور
تعریف۔ پرارتھنا۔ یعنے دعا۔ اور اُپاسنا۔ یعنے دھیان ضروری
ہے۔ بتائیں مسلمان کب اُس پتھر کی تعریف اور اُس سے دعا اور
اُس کا دھیان کرتے ہیں۔ اسلامی کسی عبادت میں اس پتھر کا ذکر
بھی نہیں۔ بلکہ عبادات اسلامیہ میں تو کعبے کا ذکر بھی نہیں۔ انکی عبادت
کیا ہوگی۔ اگر اس کو ہاتھ لگانا یا چومنا عبادت ہے تو سب لوگ
بیاہی ہوئی عورتوں کے عابد اور خدا کو سجدہ کرنے والے زمین کے
پوجاری ہوں گے۔ بات یہ ہے کہ مقدس مقام میں تصویری زبان
کے اندر یہ گفتگو ہے کہ نبوت کی پاک مجلس میں کونے کا پتھر یہاں
مکے سے نکلے گا۔ بلکہ مسیح نے متی ۲۱ باب ۴۳ میں خود کہا ہے کہ
یہ تمثیل ہے انتہیٰ۔

حضرت حکیم الامت رضی اللہ عنہ نے اپنے نقطہ خیال سے حجر اسود کے متعلق اعتراض کرنے والے عیسائیوں اور آریوں کو جواب دیا ہے اس میں حقیقی اور الزامی دونوں قسم کے جواب کو اختصاراً جمع کر دیا ہے۔ میں اپنے نقطہ خیال سے بھی اس پر لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔

حجر اسود کو بوسہ دینے کا لزوم نہیں

اس خصوص میں پہلی بات تو یہ ہے حجر اسود کو بوسہ دینے کا لزوم نہیں جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں کہ دراصل یہ ایک نشان ہے آغاز طواف کا اسی جگہ سے طواف شروع ہوتا ہے اور اسی جگہ پر ختم ہوتا ہے اور ان سات چکروں (جو اصطلاحاً شوط کہلاتے ہیں) کے شمار کے لئے جب چکر ختم ہوتا ہے تو اسکو بوسہ دیا جاتا ہے یا اس کی طرف کم از کم اشارہ کر دیا جاتا ہے اور میں نے یہ بھی تبلایا کہ اس پتھر میں کسی قسم کی اعجازی قوت کا یقین نہیں کیا جاتا اور نہ اسے انسان کے حالات نیک و بد پر موثر سمجھا جاتا ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی کا ارشاد

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد اس حقیقت کو واضح کرتا ہے آپ نے طواف میں حسب معمول اس پتھر کو بوسہ دیا تو کہا کہ "اے کالے پتھر میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک معمولی پتھر ہے نہ تو

نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان لیکن میں تجھے بوسہ دیتا ہوں کہ میں نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے دیکھا تھا"
اس سے صاف ثابت ہے کہ اس بوسہ کا تعلق اس امر سے قطعاً نہیں کہ مسلمان اس میں کسی قسم کے ربانی صفات یقین کرتا ہے اس کے تو وہم اور تصور میں بھی نہیں آتا اس کی پکار تو لا شریک لک ہوتی ہے اور بسم اللہ اللہ اکبر و للہ الحمد۔
جب مومن اسے بوسہ دیتا ہے اور طواف کے ہر چکر میں جو دعا یا کرتا ہے ان میں توحید الٰہی ہی کا اعتراف و اظہار ہے پس یہ خیال تو سراسر باطل اور لغو ہے کہ یہ بوسہ نعوذ باللہ پرستش ہے۔

حجر اسود ایک آیۃ اللہ ہے

میرے ذاتی تاثرات یہ ہیں کہ حجر اسود حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی امن پسند اور امن بخش زندگی کا تصویری زبان میں پیغام ہے۔ جیسا کہ میں شروع میں بیان کر آیا ہوں کہ جب حجر اسود کے نصب کا سوال پیدا ہوا اور قریب تھا کہ یہ سوال ایک ختم ہونے والی جنگ کی شکل اختیار کر لیتا۔ تو اللہ تعالے نے ایسے سامان پیدا کر دے جنہوں نے یہ ثابت کر دیا کہ

باہمی عداوتوں کی آگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ٹھنڈی ہوگی

میں اس کا ذکر اوپر کر آیا ہوں میں نے جب حجر اسود کو بوسہ دیا تو میں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے الفاظ کو دوہرایا اپنے رنگ میں مگر میرے دل و دماغ پر وہ حقیقت چھائی ہوئی تھی کہ یہی وہ پتھر ہے جس نے میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے جنگ کی آگ کو سرد کر دیا تھا اور اس لحاظ سے میں اسے ایک آیۃ اللہ سمجھتا ہوں۔

اس وقت دنیائے عرب کم از کم اس حقیقت سے آگاہ تھی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کیا امن بخش انقلاب ہوگا مگر اتنا تو انہوں نے اس وقت بھی دیکھا کہ آپ نے حجر اسود کی وجہ سے جو فتنہ برپا ہونے والا تھا اس کو دور کر دیا۔ اس حقیقت پر غور کرنے سے انسان اپنے اندر ایک ایمانی لذت اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کے جذبات کو ابھرتے پاتا ہے۔

ضروری دعائیں

اگرچہ میں نے لکھا بھی ہے اور میرا عقیدہ بھی یہی ہے کہ ان مقامات پر جو شعائر اللہ ہیں اور ان مواقع پر جو ایام حج میں اعمال حج کے میسر آئیں انسان اپنی زبان میں کامل اضطراب و اخلاص اور اللہ تعالےٰ کی قدرتوں پر کامل یقین کے ساتھ اپنی زبان میں دعائیں کرے کثرت سے استغفار اور درود شریف پڑھے۔

تسبیح و تحمید کرتا رہے لیکن بعض دعائیں مشہور ہیں ان کو بھی یہاں یکجائی طور پر لکھ دیتا ہوں۔ ان کو پڑھنا اور ان کے مفہوم کو سمجھنا اللہ تعالیٰ کے رحمت و فضل کو حرکت دیتا ہے۔

(۱) مکہ معظمہ میں داخلہ کے وقت

جب کہ معظمہ میں داخل ہو تو سراپا ادب و انکسار ہو کر اس پاک بستی میں استغفار کرتا ہوا داخل ہو اور کامل فرمانبرداری احکام ربانی کو مدنظر رکھے اور یہ دعا کرے۔

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاَدْخِلْنِيْ فِيْهَا وَاَعِذْنِيْ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ؕ

ترجمہ:۔ اے اللہ اپنی رحمت کے دروازوں کو میرے لئے کھول دے اور اُن میں مجھ کو داخل کر۔ اور مجھ کو شیطان مردود سے پناہ میں رکھ۔

(۲) خانہ کعبہ میں حاضر ہو کر

مکہ معظمہ میں پہنچ کر سب سے پہلے مسجد الحرام میں باوضو حاضر ہونا چاہیئے۔ حاضری کے وقت اعضا میں تذلل ہو دل میں خاکساری و عجز کا اظہار کرے اور خشوع و خضوع کی سعی بلیغ کرے پہلے داہنا قدم اندر رکھے اور پڑھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِ سَيِّدِنَا

محمد اللّٰھم اغفر لی ذنوبی وافتح لی اَبوابَ رحمتِكَ وَسَھِّلْ عَلَیْنَا اَبوابَ رِزقِكَ۔

(۳) بیت اللہ کو دیکھکر

جب بیت اللہ پر پہلی نظر پڑے تو نہایت ادب واحترام اور عجز وانکسار کے ساتھ کہے۔

اللہ اکبر تین مرتبہ کہے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ تین مرتبہ یہ اجابت دعا کا موقع ہے۔ صدق دل اور نہایت تضرع اور الحاح سے بعد درود اپنے حسن خاتمہ اور عفو تقصیرات کی دعا کے ساتھ ترقی اسلام کی دعائیں کرے۔ پھر سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اور تلبیہ بار بار کہتا جائے۔ اور تحفہ درود شریف کثرت سے بھیجے۔ درود قبولیت دعا کا گر ہے۔

مسجد الحرام میں پہنچنے کے بعد جب بیت اللہ شریف پر نظر پڑے تو یہ دعا پڑھے۔ اللّٰھم زِدْ بَیْتَكَ ھٰذَا تعظیماً وتشریفاً وَتکریماً وَمَھَابَۃً وَزِدْ مَنْ شَرَّفَہٗ وَعَظَّمَہٗ وَکَرَّمَہٗ مِمَّنْ حَجَّہٗ اَوِ اعْتَمَرَہٗ تشریفاً وَتکریماً وَتعظیماً وَبِرًّا۔

ترجمہ:۔ اے اللہ تو اپنے اس گھر کی تعظیم اور تکریم اور بزرگی اور ہیبت میں زیادتی عطا فرما۔ اور اس کی بزرگی بڑائی عظمت اور نیکی زیادہ کر جو اس کعبہ کو معظم ومکرم سمجھے اور اس مکان میں آکر حج یا عمرہ کرے۔ اور

اس موقعہ پر بھی اپنے لئے اور مسلمانوں کے لئے دعا کرے۔

پھر حجر اسود کی طرف رخ کرکے بڑھتا ہوا آگے چلے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ فَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ اے اللہ تو ہی سلامت رکھنے والا ہے اور تجھ ہی سے سلامتی ہے پس زندہ رکھ ہم کو سلامتی کے ساتھ۔

اَعُوْذُ بِرَبِّ الْبَيْتِ مِنَ الدَّيْنِ وَالْفَقْرِ وَمِنْ ضِيْقِ الصَّدْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ ؕ

ترجمہ:۔ پناہ مانگتا ہوں ربّ البیت کی قرض سے اور فقر سے اور تنگیٔ سینہ اور عذاب قبر سے طواف کے لئے روبہ کعبہ حجر اسود سے قریب اس کی داہنی جانب یوں کھڑا ہو کر حجر اسود اپنے سیدھے ہاتھ کو رہے پھر اضطباع کرے۔

اضطباع کا طریقہ طواف شروع کرنے سے پہلے مرد اضطباع کرے یعنی اپنی چادر کے سیدھے آنچل کو داہنی بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالے تاکہ داہنا ہاتھ پورا مونڈھے تک کھلا رہے اسے شریعت میں اضطباع کہتے ہیں۔

(۴) طواف کی دعائیں

نیت طواف اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ طَوَافَ بَیْتِكَ الْحَرَامِ فَيَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ۔

اے اللہ میں ارادہ کرتا ہوں تیرے بیت الحرام کے طواف کا تو مجھ پر آسان کر اور قبول فرما میرے طواف کو۔

بعد تقبیل یا استلام حجر اسود کہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

شروع نام سے اللہ کے۔ اللہ بزرگ ہے اور سب تعریف اللہ کے ہی لئے ہے۔

دعا شوط اول

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ؕ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَتَصْدِیْقًا بِکَلِمَاتِکَ وَوَفَاءً بِعَھْدِکَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّۃِ نَبِیِّکَ وَحَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ وَالْمُعَافَاۃَ الدَّائِمَۃَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّۃِ وَالنَّجَاۃَ مِنَ النَّارِ ؕ

پاک ہے ذات اللہ کی اور تمام حمد خدا ہی کے لئے ہے کوئی معبود اللہ کے سوا نہیں ہے اللہ بہت بڑا ہے اور سوائے اللہ بزرگ و برتر کے کسی میں قوت برائیوں سے روکنے کی اور نیکیوں کے طرف مائل کرنے کی نہیں ہے۔ اور درود و سلام خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اے اللہ تجھ پر ایمان لا کر اور تیرے کلمات کی تصدیق کرکے اور تیرے عہد کی وفا کرکے اور تیرے نبی حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی

اتباع کر کے اے اللہ تجھ سے معافی مانگتا ہوں اور عافیت طلب کرتا ہوں اور دین و دنیا اور آخرۃ کی آمرزش طلب کرتا ہوں اور جنت میں داخل ہونے اور دوزخ سے نجات دینے کی تجھ سے خواستگاری کرتا ہوں۔

یہ دُعا رکن یمانی سے حجر اسود تک ہر شوط میں پڑھے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّۃَ مَعَ الْاَبْرَارِ یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

اے اللہ تو مجھے دنیا اور آخرۃ میں بہتری عنایت فرما اور دوزخ کے عذاب سے بچا اور ابرار کے ساتھ جنت میں داخل فرما اے عزیز اور اے غفور الرحیم اور اے پالنے والے عالمین کے۔

دُعاء شوط ثانی اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا الْبَیْتَ بَیْتُکَ وَالْحَرَمَ حَرَمُکَ وَالْاَمْنَ اَمْنُکَ وَالْعَبْدَ عَبْدُکَ وَاَنَا عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَھٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِکَ مِنَ النَّارِ فَحَرِّمْ لُحُوْمَنَا وَبَشَرَتَنَا عَلَی النَّارِ اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْاِیْمَانَ وَزَیِّنْہُ فِیْ قُلُوْبِنَا وَکَرِّہْ اِلَیْنَا الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِیْنَ اَللّٰھُمَّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیَ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝

اے اللہ یہ گھر تیرا گھر ہے یہ حرم تیرا حرم ہے۔ امن تیرا امن ہے اور بندہ تیرا بندہ ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے کا بیٹا ہوں اور یہ مقام دوزخ سے پناہ دینے کا ہے بس ہمارے گوشت و بشرے کو دوزخ پر حرام کر دے اے اللہ ایمان کو ہمارے لئے محبوب بنا دے اور ہمارے قلب کی زینت بنا دے اور کفر اور فسوق اور عصیان کو ہمارے لئے مکروہ بنا دے اور ہم کو ہدایت پانے والوں سے بنا دے اے اللہ تو مجھکو قیامت میں اپنے عذاب سے بچا اور جنت میں بے حساب کتاب داخل فرما دے۔

دعا شوط ثالث

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّكِّ وَالشِّرْكِ وَالشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ وَالْمُنْقَلَبِ فِى الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ سَخَطِكَ وَالنَّارِ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ ؕ

اے اللہ میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں شک سے اور شرک سے اور شقاق سے اور نفاق و کینہ اور برے اخلاق سے اور بدنظری سے اور مال اور اہل و عیال اور اولاد میں برے انقلاب سے اے اللہ تجھ سے میں تیری رضا مندی اور جنت طلب کرتا ہوں اور پناہ مانگتا ہوں تیری ناراضی سے اور دوزخ سے اے اللہ میں فتنہ قبر اور زندگی

اور مردوں کے فتنہ سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

دعا شوط چہارم

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَبْرُوْرًا وَّسَعْيًا مَّشْكُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّعَمَلًا صَالِحًا مَّقْبُوْلًا وَّتِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ يَا عَالِمَ مَا فِي الصُّدُوْرِ اَخْرِجْنِيْ يَا اللّٰهُ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ وَّالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ رَبِّ قَنِّعْنِيْ بِمَا رَزَقْتَنِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَنِيْ وَاخْلُفْ عَلٰى كُلِّ غَائِبَةٍ لِّيْ مِنْكَ بِخَيْرٍ

اے اللہ میرے اس حج کو حج مقبول بنا دے اور میری سعی کو سعی مشکور کر دے اور میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے اعمال کو صالح اور مقبول بنا دے اور میری تجارت کو بے گھاٹے کی کر دے اے سینوں کے راز سے واقف اور جاننے والے اے اللہ مجھکو اندھیرے سے نکال کر نور میں ڈالدے اے اللہ تیرے رحمتوں کے موجبات کو میں تجھ سے طلب کرتا ہوں اور تیرے مغفرت کے عزیمتوں کو تجھ سے مانگتا ہوں اور سلامتی کو ہر گناہ سے اور ہر نیکی کو غنیمت جاننے کی تجھ سے دعا کرتا ہوں اور جنت کا فوز اور نجات دوزخ مجھ سے طلب کرتا ہوں اے رب جو تو نے مجھے عطا کیا ہے اسپر قانع بنا دے اور برکت دے میرے مغفرت کی خواستگاری تجھ سے کرنے والے کو میرے بعد چھوڑ رکھ۔

دعا شوط پنجم

اَللّٰهُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ وَلَا بَاقِیَ اِلَّا وَجْهُكَ وَاسْقِنِیْ مِنْ حَوْضِ نَبِیِّكَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَرْبَةً هَنِیْئَةً مَرِیْئَةً لَا نَظْمَأُ بَعْدَهَا اَبَدًا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَكَ مِنْهُ نَبِیُّكَ سَیِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ نَبِیُّكَ سَیِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعِیْمَهَا وَمَا یُقَرِّبُنِیْ اِلَیْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ اَوْ عَمَلٍ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا یُقَرِّبُنِیْ اِلَیْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ اَوْ عَمَلٍ ۔

اے اللہ اپنے عرش کے سایہ میں مجھے قیامت کے روز دے اور اپنے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کے پانی سے مجھے سیراب کر دے جس کے بعد مجھے کبھی پیاس نہ ہو اے اللہ تیرے نبی نے جو چیز مانگی ہے وہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اور جس چیز سے تیرے نبی نے پناہ مانگی ہے میں بھی پناہ مانگتا ہوں اے اللہ جنت اور اس کی نعمتوں کو تجھ سے طلب کرتا ہوں اور جو قول یا فعل یا عمل مجھ کو تجھ سے قریب کر دے اس کا خواستگار ہوں اور دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں اور ایسے قول و فعل و عمل سے بھی جو مجھ کو دوزخ سے قریب کرے۔

دعا شوط ششم اَللّٰهُمَّ اِنَّ لَكَ عَلَيَّ حُقُوْقًا كَثِيْرَةً فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ وَحُقُوْقًا كَثِيْرَةً فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَلْقِكَ اَللّٰهُمَّ مَا كَانَ لَكَ مِنْهَا فَاغْفِرْهُ لِيْ وَمَا كَانَ لِخَلْقِكَ فَتَحَمَّلْهُ عَنِّيْ وَاَغْنِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَبِطَاعَتِكَ عَنْ مَعْصِيَتِكَ وَبِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ يَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ اَللّٰهُمَّ اِنَّ بَيْتَكَ عَظِيْمٌ وَّوَجْهَكَ كَرِيْمٌ وَّاَنْتَ يَا اللّٰهُ حَلِيْمٌ كَرِيْمٌ عَظِيْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ ؕ

اے اللہ تیرے حقوق مجھ پر ایسے ہیں جو تیرے اور میرے درمیان ہیں اور ایسے حقوق بھی ہیں جو میرے اور تیرے مخلوق کے درمیان ہیں۔ اے اللہ جو کچھ تیرا حق ہے اُس کو تو بخش دے اور جو کچھ تیرے مخلوق کا حق ہے تو اُس کو مجھ پر سے اُٹھا دے اور تیرے حلال رزق کے ذریعہ مجھ کو مستغنی کر دے اور تیری طاعت کے ذریعہ مجھے معصیت سے مستغنی کر دے اور تیرے فضل کے ذریعہ تیرے سوا دے جو مخلوق ہیں اُن سے مستغنی کر دے اے وسیع مغفرت والے اے اللہ بے شک تیرا گھر عظیم ہے اور تیری ذات کریم ہے اور تو اے اللہ حلیم اور کریم اور عظیم ہے معافی کو دوست رکھتا ہے پس میرے گناہ معاف کر دے۔

دعا شوط ہفتم اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا كَامِلًا وَّيَقِيْنًا صَادِقًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّقَلْبًا خَاشِعًا وَّلِسَانًا ذَاكِرًا وَّحَلَالًا طَيِّبًا وَّتَوْبَةً نَّصُوْحًا وَّ

تَوْبَةً قَبْلَ الْمَوْتِ وَرَاحَةً عِنْدَ الْمَوْتِ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَفْوَ عِنْدَ الْحِسَابِ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ بِرَحْمَتِكَ يَا عَزِيْزُ يَا غَفَّارُ رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصَّالِحِيْنَ ہ اس دعا کو یاد کرے اور ہر نماز کے بعد پڑھا کرے تو بہتر ہے۔

ترجمہ دعا:۔ اے اللہ تجھ سے میں ایمان کامل اور یقین صادق اور رزق واسع اور قلب خاشع اور لسان ذاکر اور رزق حلال اور طیب اور توبۃ النصوح طلب کرتا ہوں اور قبل موت کے توبہ موت کے قریب راحت اور بعد موت کے مغفرت اور رحمت حیات کے وقت عفو اور فوز جنت اور نجات دوزخ طلب کرتا ہوں تیری رحمت کے ساتھ اے عزیز و غفار اے رب زیادہ کر تو میرے علم میں اور مجھ کو صالحین سے ملحق کر دے۔

فلسفہ ارکان حج کے متعلق کچھ اور

ارکان حج کی تشریح اور فلسفہ کے سلسلہ میں طواف کی مشہور دعاؤں کا ذکر میں نے ضمناً کر دیا ہے۔ اس لئے بعض لوگ پسند کرتے ہیں کہ ان دعاؤں کو دوہرائیں۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ ان دعاؤں میں ایک تاثیر اور برکت ہے مگر میں بیان کر آیا ہوں کہ اصل دعا تو وہ ہے جو پورے خشوع و خضوع کے ساتھ انسان کے

قلبی جذبات کی ایک موج بنکر اٹھتی اور زبان پر آتی ہے اور اس کے لئے انسان اپنی زبان میں دعائیں کرے۔ اب میں پھر ارکان حج کی مزید تشریح اور فلسفہ کی طرف آتا ہوں مگر اس سے پہلے میں یہ بیان کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ بتا دیا جائے کہ

حج اور عمرہ میں کیا فرق ہے؟

جہاں تک مقصد کا تعلق ہے دونوں عبادتوں میں کوئی فرق نہیں ہے البتہ اعمال میں کسی قدر فرق ہے مفہوم تو حج اور عمرہ کا ایک ہی ہے یعنے "کعبۃ اللہ کی زیارت کا قصد" اس قصد کی اعمال کے لحاظ سے دو صورتیں ہیں جن کو امتیاز کے طور پر ہم خاص اور عام بھی کہہ سکتے ہیں۔

خاص کو ہم حج کہتے ہیں اور عام کو عمرہ ان دونوں میں فرق کی مختلف صورتیں ہیں۔

(اول) فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے مخصوص اوقات ہیں جیسا کہ قرآن مجید نے فرمایا اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ہیں جس کی تشریح میں پہلے کر آیا ہوں یعنے شوال۔ ذی قعدہ۔ ذی الحجہ کی نویں تاریخ تک احرام حج کے لحاظ سے۔

لیکن عمرہ کے لئے سارے سال میں اجازت ہے۔ جب بھی انسان چاہے عمرہ کا احرام باندھ کر اس کے مناسک ادا کر سکتا ہے پس یہ تو پہلا فرق ہے جو بلحاظ اوقات ہیں۔

(دوم) میں نے کہا ہے مقصد کے لحاظ سے فرق نہیں اعمال میں فرق ہے عمرہ میں صرف (۱) احرام۔ (۲) طواف کعبہ۔ (۳) سعی صفا و مروہ اور حلق یعنے بالوں کا

سر سے منڈوانا یا کترانا اور حجامت بنوالینا اور حج میں ان اعمال کے علاوہ اور بھی اعمال ہیں اور حلق کا عمل دوسرے اعمال کی تکمیل کے بعد ہے۔ اور وہ اعمال یہ ہیں۔ وقوف عرفات و مزدلفہ اور منیٰ میں قیام اور رمی جمار اور قربانی جانوروں کی۔

(سوم) حج اور عمرہ میں ایک فرق اصطلاحی رنگ کا بھی ہے اور وہ فرض اور وجوب کی بحث ہے۔ حج تو فرض مسلم ہی ہے اگرچہ یہ فرضیت بھی مشروط ہے ہر شخص پر فرض نہیں جیسا کہ فرمایا سورۃ العمران پارہ ۴ رکوع ۱۰ آیۃ ۹۷۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ۔

اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے لئے اس گھر (بیت اللہ) کا حج کرنا ہے ان پر جس کو اس کی طرف راہ کی طاقت ہے اور جس نے کفر کیا (تو یاد رکھو) اللہ تعالیٰ تمام دنیا سے بے نیاز ہے۔

اس آیۃ میں حج کی فرضیت کو مشروط کر دیا ہے استطاعت راہ کے ساتھ جس میں زاد راہ اور ضروریات سفر سواری وغیرہ اور حالات امن و صحت سب داخل ہیں اور یہ حقیقت خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ میں آکر صرف پچھلے سال عمرہ کے لئے تشریف لائے اور حدیبیہ سے واپس ہوئے اور یہ مقدمہ تھا فتح مکہ کا۔

اور عمرہ کے متعلق بعض صحابہ اور تابعین کا یہ مذہب ہے کہ وہ واجب ہے میں اس بحث میں جانے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ حضرت امام مالکؒ اسے سنت اور امام ابو حنیفہؒ اسے نفلی عبادت قرار دیتے ہیں اور ہر ایک اپنے عقیدہ یا اجتہاد کے متعلق دلائل پیش کرتا ہے میں اسی قدر کہوں گا کہ جس شخص کو اللہ تعالےٰ حج کی توفیق دے اسے تکمیل حج کے لئے عمرہ بھی کر لینا چاہئے۔ اور قرآن کریم کی یہ آیت بھی اس کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ سورہ بقرہ پارہ ۲ رکوع ۲۵ آیتہ ۱۹۶۔

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ۔

اور حج اور عمرہ کو اللہ تعالےٰ (کی رضا کے) لئے پورا کرو۔

اور قرآن کریم بعض دوسری آیات بھی اس کی طرف توجہ دلاتی ہیں میرا اپنا ذوق ایمان یہی ہے کہ عمرہ حج کے برکات اور ثمرات کی تکمیل کا ایک ذریعہ ہے۔

غرض حج اور عمرہ میں بعض اعمال کے لحاظ سے ایک فرق ہے۔ والا مقاصد کے لحاظ سے

دونوں برکات الٰہیہ کا ذریعہ ہیں

احرام کی روح میں نے احرام کے احکام اور اس کے طریق پر مختصر بحث اس کتاب کے صفحہ ۹۶ پر کی ہے اب میں ارکان حج کے فلسفہ کے سلسلے میں احرام کی روح بیان کرتا ہوں۔

اس حقیقت کے سمجھنے کے لئے قرآن کریم کی اس آیت پر (سورہ المایدہ پارہ ۶ رکوع ۱۴ آیتہ ۹۵) غور کرو جو میں نے کتاب ہذا کے صفحہ ۱۰۱ پر درج کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احرام اپنے اندر قیام امن کی روح رکھتا ہے جس کے بعد شکار تک منع کر دیا گیا ہے اور عمداً ارتکاب کی سزا بھی دی گئی ہے۔ اس طرح پر جب ایک شخص حج یا عمرہ کے لئے احرام باندھتا ہے وہ اپنے ظاہری عمل سے عہد کرتا ہے کہ وہ ایک امن پسند انسان کی زندگی بسر کرے گا۔ اور جب ہم غور کرتے ہیں تو دنیا کے جھگڑوں اور فسادات کی جڑ دنیا کے مالوفات اور تعیشات ہوتے ہیں لیکن احرام باندھ کر انسان عمداً اس قسم کے تمام آسائشوں اور آرائشوں کو ترک کر دیتا ہے اور پھر احرام کے بعد جب لبیک پکارتا ہے تو وہ اپنی زبان سے اقرار کرتا ہے کہ میں اب ہر قسم کی خواہشوں اور تمناؤں کو ترک کرے۔

اللہ کے حضور حاضر ہو گیا ہوں

جیسے بعد موت انسان حاضر ہوتا ہے گویا احرام باندھنے والا باوجود زندہ ہونے کے اپنے

نفس کی خواہشوں پر موت وارد کر لیتا ہے

اور یہ موت دراصل ایک حقیقی زندگی ہے۔

احرام اور تکبیر تحریمہ میں نے اپنی بعض دوسری تالیفات میں اعمال کے جسم اور روح پر بحث کی ہے احرام کی وہی حیثیت ہے جیسے نماز کے لئے تکبیر تحریمہ ہے۔ تکبیر تحریمہ گویا مصلی کو نماز کے اندر داخل کرتی ہے وہ نماز کا باب الداخلہ ہے اس کے بعد اس پر وہ تمام پابندیاں عاید ہو جاتی ہیں جو ارکان نماز کہلاتی ہیں اسی طرح پر جب ایک شخص حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیتا ہے تو وہ اعمال حج کے حلقے میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور حج کے احکام اُس پر نافذ ہو جاتے ہیں۔ اور وہ تلبیہ (لبیک پکارنا) کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کی حمد اور کبریائی کا اظہار کرتا ہے یوں کہو کہ یہ لبیک پکارنا نماز کے اللہ اکبر کا قائمقام ہے۔ نماز کے ارکان قیام رکوع سجود و قعود وغیرہ میں اللہ اکبر کہتا ہے اور حج و عمرہ کے احرام باندھ لینے کے بعد ہر نشیب و فراز اور ہر وادی میں اترنے اور اس سے نکلنے کے بعد لبیک بلند آواز سے پکارنا ضروری ہے اور ہر نماز کے بعد طواف اور اعمال حج کی ادائیگی کے وقت یہ ضروری ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے بلند آواز سے لبیک پکارنا شعائر حج سے قرار دیا ہے۔ پس احرام کی روح یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کے ہر نشیب و فراز اور ہر مرحلہ میں اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کے حضور حاضر سمجھے اور اس کے قلب میں یہ یقین راسخ ہو کہ وہ اللہ تعالےٰ کی پکار کا جواب دے رہا ہے

اور اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسول کی دعوۃ کا جواب ایک حیات ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا مومنو! جب تم کو اللہ اور اُس کا رسول پکارے تو اُس کا جواب دو تاکہ وہ تمہیں حیات نو عطا کرے۔

پس احرام باندھکر لبیک پکارنا اسی حیات طیبہ کی طلب ہے اور اُس کے الفاظ میں اللہ تعالےٰ کی حمد اور عظمت کا اقرار ہے۔

طواف کا فلسفہ میں نے بیان کیا ہے کہ حج یا عمرہ کا آغاز احرام سے ہوتا ہے اور بعد احرام ایسا حاجی لبیک پکارتا ہے۔ بیت اللہ میں داخل ہو کر اس کا پہلا کام طواف ہوتا ہے اور میں یہ بھی بتا آیا ہوں کہ طواف کیا ہے اور اس کا کیا طریق ہے۔ لیکن اب میں اس طواف کی حقیقت یا فلسفہ کا اظہار کروں گا۔ سو یاد رہے کہ طواف کامل محبت اور انتہائی قربانی کا ایک فطری مظاہرہ ہے انسانی فطرت میں یہ امر داخل ہے کہ وہ جس سے محبت کرتا ہے اُس کے اردگرد پھرنا اور اس کے لئے ہر قسم کی قربانی کا جذبہ اس میں پایا جاتا ہے۔

مختلف اقوام میں اس کے مظاہرے بعض خاص حالتوں میں ہوئے ہیں مثلاً ہمایون جب سخت بیمار ہو گیا اور اس کی زندگی کے بظاہر آثار نظر نہ آئے تو بالآخر بابر نے پدری محبت کے جوش میں اس کی چارپائی کے گرد چکر لگائے اور اظہار کیا کہ میں اپنے آپ کو اسکے لئے قربانی

کرتا ہوں اس کی دعا قبول ہو گئی ہمایوں صحت یاب ہو گیا اور بابر مر گیا یہ ایک مثال میں نے پیش کی ہے کہ یہ ایک فطری جذبہ ہے۔

اظہار محبت اور کمال قربانی کا

اور حج تو اسی حقیقت کو پیدا کرتا ہے اس لئے جیسے احرام کی حالت میں تمام اسباب زینت و آسائش کو ترک کر کے ایک موت اپنے جذبات پر وارد کر کے موتوا قبل ان تموتوا کا عملی نمونہ پیش کیا جاتا ہے طواف اس کے دوسرے درجے میں یہ حقیقت پیدا کرتا ہے کہ محبت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے چاہیئے اور اس محبت کے لئے ہر قسم کی قربانی کو یہاں تک کہ اپنی جان کو بھی (جو اللہ تعالیٰ ہی کی عطا ہے) قربانی کرنے میں تامل نہیں چاہیئے۔

طواف کرنے والا اپنے اس عمل سے گویا ایک مظاہرہ کرتا ہے اس امر کا کہ جیسے اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے بہ حالت احرام دنیا کے اسباب زینت کو ترک کر دیا ہے میں اس مقصد عظیم کے حصول کے لئے

ہر قربانی کو حاضر ہوں

یہ طواف یا چکر بیت اللہ کے گرد گویا نشان ہے مومن کے اس ایمان کا۔

طواف قرآن کریم کی روشنی میں بیت اللہ کو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنا گھر قرار دیا ہے اور اسکی تطہیر کے

مقاصد و اغراض بیان کئے ہیں چنانچہ پارہ اول سورۃ بقرہ رکوع ۱۵ آیۃ ۱۲۵ میں فرمایا۔

وَعَهِدْنَا اِلٰى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۔

(ترجمہ) اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو حکم دیا تھا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجود (عبادت کرنے والوں) کے لئے پاک رکھو۔

اس آیۃ میں کعبہ کی تطہیر میں دونوں باتیں داخل ہیں ظاہری صفائی اور باطنی صفائی یعنے وہ گھر پاک صاف رکھا جاوے ہر قسم کی پلیدی سے پاک رکھا جاوے ہر قسم کے شرک و بدعات اور امور منہیات سے۔ وہاں جمع ہونے والوں کی ایک ہی غرض ہو کہ وہ مقصد تعمیر بیت اللہ کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف کردیں اور اس کے لئے ہر قربانی کو آمادہ رہیں۔ تعمیر کعبہ کے مقاصد میں طواف حقیقت محبت اور روح ایثار کا ایک نشان ہے۔

اور چونکہ تطہیر بیت اللہ کو لازمی ٹھیرایا گیا ہے طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں وغیرہ کے لئے اس میں منشا الٰہی یہی ہے کہ طواف کرنے والے اور معتکف بھی اپنے اندر ایک خاص تبدیلی پیدا کریں ان میں کسی قسم کا کوئی امر خلاف تطہیر نہو۔ انکے خیالات پاک ہوں ان کے اعمال پاک ہوں ان کے ارادے پاک ہوں اور وہ

اپنے نفس کی تکمیل تطہیر کے لئے یہاں آئیں۔

میرا ذاتی ایمان نکتہ معرفت میں جب مسئلہ طواف پر غور کرتا تھا اور اس آیتہ پر سوچتا تھا تو میری سمجھ میں آیا کہ حقیقی رنگ میں طواف کرنے والا صف ملایکہ میں داخل ہو جاتا ہے جس طرح پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اخلاص وصدق سے درود پڑھنے والا صف ملایکہ میں آجاتا ہے بلکہ وہ اس سے بھی اوپر ترقی کرتا ہے اور تجلیات ربانی کے سایہ میں آجاتا ہے اسلئے کہ اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھتے ہیں۔

اسی طرح بیت اللہ کا طواف کرنے والا جب اس مقصد تطہیر کعبہ کو مدنظر رکھکر طواف کرتا ہے تو اگر وہ اپنے اندر روح طواف پیدا کرے تو یقیناً اُن ملائکہ میں داخل ہوتا ہے جن کا ذکر اللہ تعالےٰ نے سورۃ الزمر پارہ ۲۴ کی آخری آیتہ میں فرمایا ہے۔

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

ترجمہ۔ اور تو فرشتوں کو دیکھے گا کہ عرش کے اردگرد احاطہ کئے ہوئے ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کیا جائے گا۔ اور کہا جائیگا الحمد للہ رب العالمین۔

اور پھر سورۃ المومن پارہ ۲۴ رکوع اول کی ساتویں آیتہ میں فرمایا۔

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ۔

ترجمہ۔ جو عرش کو اٹھاتے ہیں اور جو اُس کے ارد گرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اُس پر ایمان لاتے ہیں اور ان مومنین کے لئے جو ایمان لائے استغفار کرتے ہیں (اور اس طرح یہ دعا کرتے ہیں) اے ہمارے رب تونے ہر شئے پر علم اور رحمۃ کو وسعت دی ہے پس جو توبہ کرتے ہیں اور تیرے رستے پر چلتے ہیں ان کے گناہ معاف فرما اور انہیں عذاب جہنم سے محفوظ رکھ۔

تفسیری نوٹ اگرچہ کتاب الحج کا موضوع اور ہے لیکن جب قرآن کریم کی کسی آیۃ سے میں استشہاد کرتا ہوں تو اُس کے متعلق مختصراً تفسیری نوٹ کی ضرورت بھی محسوس کرتا ہوں اگرچہ اللہ تعالٰے کا بے انتہا فضل ہے کہ ہر ایسے مقام پر مجھے قرآن کریم حقائق و معارف کا ایک تیار استہ ملتا ہے (والحمد للہ علٰے ذالک) مگر میں اختصار کے لئے مجبور ہوتا ہوں۔

یہ آیات تو میں نے اس لئے پیش کی ہیں کہ انسان جب اپنے اندر حقیقت طواف پیدا کر لیتا ہے تو وہ گویا زمرہ ملایکہ میں داخل ہو جاتا ہے و الا طواف کے مقاصد کے لئے میں نے تطہیر بیت اللہ

والی آیت پیش کی ہے یہ آیات بھی اس کی حقیقت کو واضح کرتی ہیں۔
بیت اللہ کو اللہ تعالےٰ نے اپنا گھر فرمایا اور یہاں عرش کے اٹھانے والے اور اس کے گرد طواف کرنے والے (جن کا ذکر حافین من حولہ میں کیا ہے)

دو قسم کے فرشتوں کا ذکر ہے اول حاملین العرش دوسرے حافین اس کے اردگرد گھیرا ڈالے ہوئے گویا طواف کر رہے ہیں۔ اور ان کا عمل یہ بتایا ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی تسبیح و تحمید کرتے ہیں اور مومنین کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ اس کا نمونہ یہاں طواف بیت اللہ میں رکھا گیا ہے۔ جب مومن اپنی زندگی میں ایک ایسی پاک تبدیلی کر لیتا ہے کہ گویا وہ حامل العرش ہو جاتا ہے حامل العرش کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ نعوذ باللہ وہ کوئی لکڑی سونے چاندی کا تخت ہے عرش اللہ تعالےٰ کی قدرت کا مظہر ہے جیسے کرسی اللہ تعالےٰ کے علم کا مظہر ہے یا اللہ تعالےٰ کا علم اس کی بیان کردہ کرسی کی حقیقت ہے۔

غرض یہ عرش اور حمل العرش ان معنوں میں نہیں جو انسان اپنے کندھوں پر یا سر پر کسی شئے کو اٹھاتا ہے بلکہ اس کی حقیقت قدرت ربانی کا نفاذ و صدور ہے۔

پس جب انسان کی عملی زندگی کا معمول وہ ہو جاتا ہے جو ان آیات میں بیان کیا گیا ہے تو وہ ان فرشتوں کی ذیل میں آجاتا ہے۔

جو حاملان عرش کہلاتے ہیں یعنے ان کے وجود مقادیر ربانی کے
ظہور کا جلوہ گاہ ہو جاتے ہیں۔ وہ ہر وقت اللہ تعالےٰ کی تحمید و تسبیح اور
مومنین کے لئے استغفار میں مصروف رہتے ہیں اور عجیب نکتہ معرفت
یہ ہے کہ تلبیہ یعنے لبیک پکارنا اس ساری حقیقت کو اپنے اندر
لئے ہوئے ہے۔ غرض

طواف ایک عملی سبق ہے اس مقام کے حصول کا جہاں
انسان ملکی قوتوں کا مالک ہو جاتا ہے اور وہ عظمت الٰہیہ کے
اظہار اور اس کی قدرتوں کے نفاذ کا ایک مرکز بن سکتا ہے۔
اور پھر طواف کے ذریعے مومن اللہ تعالےٰ سے ایک عہد جدید
کرتا ہے کہ وہ اس گھر کی حفاظت اس کی تطہیر اور اس تعلیم ہدایت
کی اشاعت کے لئے جو یہاں نازل ہوئی ہیں۔

کہ میں ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہوں

جب انسان یہ روح اپنے اندر پیدا کرتا ہے تو حقیقت میں
یہ اس کی ایک نئی پیدائش ہوتی ہے اور وہ اس آدم کا قائمقام
ہوتا ہے جس کے لئے ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا گیا تھا۔

قرآن مجید پارہ ۱۴ سورۃ الحجر رکوع ۳ آیت ۲۷ پر غور کرو۔
وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ
مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا
لَهٗ سٰجِدِیْنَ۔

اور یاد کرو جب کہ تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں خمیر اٹھے ہوئے گارے سے (جو سوکھ کر بجنے لگتی ہے) انسان کو پیدا کرنے والا ہوں۔ تو جب ایسا ہو کہ وہ وجود یا یہ تکمیل کو پہونچ جاوے اور میں اپنی رُوح اس میں نفخ کر دوں تو تم کو چاہیئے کہ اس کیلئے سر بسجود ہو جاؤ۔

اس آیت میں تخلیق انسانی اور اس کی تکمیل اور اس کے نتائج پر ایک بصیرت افزا علمی بحث ہو سکتی ہے مگر میں نے جس مقصد کیلئے اسے پیش کیا ہے وہ اس نئی پیدائش کی تفہیم ہے بیان ہر انسان اس مقام کو حاصل کر لیتا ہے۔ جو اس آدم کا تھا جسے مسجود ملائکہ کہا گیا ہے اللہ تعالے نے عام لفظ بشر رکھ کر سمجھایا ہے کہ ایک تخلیق انسانی اس حد تک ہے جو ہم دیکھتے ہیں لیکن اس کے ٹھیک ٹھاک ہونے اور نفخ رُوح کا ایک دوسرا مرحلہ ہے۔

اس قدر بیان کے بعد اس امر کا سمجھ میں آنا آسان ہو گا جو میں نے طواف کے فلسفہ میں زمرہ ملائکہ میں داخل ہونے کے متعلق قرآن کریم سے استشہاد کیا ہے۔ اس موقعہ پر میں ایک اور نکتہ معرفت کے بیان کرنے سے بھی رک نہیں سکتا اور وہ یہ ہے انسانی قلب کو بھی عرش اللہ کہا گیا ہے اور اس میں کیا شبہ ہے کہ

قلب انسانی بھی عرش اللہ ہے

اللہ تعالے کی کامل حکومت کا وہ مظہر ہے اور اللہ تعالے کی انگلیوں (یہ انگلیاں ہماری انگلیوں جیسی نہیں) کی گرفت میں ہے۔

اور نحن اقرب الیہ من حبل الورید اس کی موید ہے تمام دوران خون قلب سے ہی ہوتا ہے۔ میں نے یہ مسئلہ حسن بیان کے لئے نہیں لکھا بلکہ میں اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ طواف سے جب انسان اس سبق قربانی کو حاصل کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضا کیلئے ہر قربانی کو تیار ہو جاتا ہے تو وہ ملائکہ اللہ کی حفاظت میں آجاتا ہے اور ہر قسم کی بدیوں سے پاک ہو جاتا ہے اور تطہیر کعبہ میں اس روح تطہیر کو سمجھایا گیا ہے۔

اس مقام کے حصول کا طریق

اب طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس مقام کے حصول کیلئے کیا طریق اختیار کیا جاوے؟ اس کا جواب خود اسی جگہ موجود ہے بشرطیکہ کسی قدر غور اور فکر سے کام لیا جاوے قرآن کریم کے کمالات بیان میں یہ داخل ہے کہ وہ تمام ضرورتوں کا خود کفیل ہے۔ آؤ میرے ساتھ ایک مرتبہ اِن آیات پر غور کرو۔ سورۃ زمر کی آخری آیت میں ان ملائکہ کی تعریف جو عرش کے گرد صف باندھے ہوئے ہیں یہ بیان کی ہے

یسبحون بحمد ربهم

وہ اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے ہیں۔ اس بیان میں اس حقیقت کو بیان کر دیا ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کو اپنا معمول قرار دے لیتا ہے تو وہ اس حلقہ میں داخل ہو جاتا ہے مگر یہ تسبیح و تحمید صرف ہونٹوں اور زبان تک محدود نہیں نہ الفاظ میں محصور ہے زبان سے

حقیقی حمد اور تسبیح کا اکی روح یہ ہے کہ انسان
تکرار تو ایک جسم ہے
کے ہر عمل سے اللہ تعالےٰ کی حمد اور تسبیح کا مظاہرہ ہو۔ اور وہ اس طرح پر
ہوسکتا ہے کہ اسکے اعمال میں کوئی ایسا رنگ نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف ہو۔
اور دوسری آیتہ جو سورہ مومن کی میں نے پیش کی ہے جو حاملین عرش کے
صفات کو لئے ہوئے ہے۔ قارئین کرام اس آیتہ کو سامنے رکھیں اور
پھر میری اس تصریح کو پڑہیں اس آیتہ میں مندرجہ ذیل صفات بیان کی ہیں۔
(۱) حمد الٰہی (۲) اللہ تعالےٰ پر کامل ایمان (۳) مومن کیلئے استغفار
(۴) اس استغفار کا طریق ہیں جو چاہتا ہے کہ وہ اس مقام کو
حاصل کرے اسے چاہیئے کہ وہ ان امور پر عمل کرے مومن باللہ ہو
اور اللہ تعالےٰ کی حمد کو اپنا عملی شیوہ قرار دے اور مومنوں کے لئے
دعائے استغفار کرے اور مومنین کا مقام تب حاصل ہوتا ہے
کہ وہ اللہ تعالےٰ کی منہیات سے باز رہیں۔ سچی توبہ کریں گناہ کی
ہر تحریک کو ترک کر کے اس کے مقابل کی نیکی کو اختیار کریں۔
اور صراط مستقیم کی اتباع کریں اس کا نتیجہ عذاب جہنم سے
نجات ہے۔

پس یہ طریق ہے اس مقام کے حصول کا اللھم ادخلنا
رحمتك واھدنا سبيلك ونجنا من عذاب الجحيم۔
(آمین)

طواف کے ساتھ چکروں کی حقیقت

طواف کے فلسفہ کے متعلق اوپر کسی قدر بیان کیا جا چکا ہے اگرچہ اس سلسلہ میں قرآن مجید کی روشنی میں اور بھی بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے اسے میں قارئین کرام کی قوت فکر کے لئے چھوڑ دیتا ہوں اب مجھے نہایت اختصار کے ساتھ اس امر کو بیان کرنا ہے کہ طواف کے لئے سات چکر کیوں مقرر کئے گئے ہیں؟ اس قسم کا سوال تو جو تعداد بھی ہوتی اسکے متعلق بھی یہی کہا جا سکتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس میں شک نہیں کہ ہر امر میں عدد کو دخل ہے۔ مثلاً طب میں ڈاکٹر ایک نسخہ تجویز کرتا ہے تو ادویات کے قطرات یا اوزان کی ایک تعداد یا مقدار مقرر کرتا ہے اس طرح پر سالوں کے مہینوں اور دنوں کی تعداد رات کے گھنٹوں اور منٹوں کا شمار غرض انسانی زندگی کے ساتھ گنتی اور شمار کا ایک لزوم ہے۔ اسی طرح عبادت میں بھی۔ اگرچہ ان کی ایک حقیقت اور فلسفہ ہے لیکن اگر ہم اس سے واقف نہ بھی ہوں تو بھی اصل مقصد فوت نہیں ہوتا۔ اصل مقصد کے لئے جو تعداد بتائی گئی ہے وہ اس کے حصول کے لئے لازمی ہے بایں ہمہ میں اپنے فہم وفکر کے موافق اس پر بھی روشنی ڈالتا ہوں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ آسمانی کتب اور فلسفہ ادیان میں سات کا عدد بھی کامل اعداد میں سے ہے۔ قرآن کریم میں سات۔ دس۔ تیس چالیس ستر وغیرہ اعداد کو تکمیل کی صورت میں پیش کیا ہے۔ آسمان کے

طبقات کو سات ہی میں محصور کیا اور ہفتہ کے ایام بھی سات ہی ہیں۔
ایسے بہت سے امور ہیں جن کی تفصیل کی ضرورت نہیں یہ میں اس مقصد سے لکھ رہا ہوں کہ سات کے عدد کو قرآن کریم میں ایک خاص اہمیت ہے۔ میں صرف ایک دو آیتیں لکھدیتا ہوں۔

(۱) پارہ ۲۸ سورۃ طلاق آخری آیۃ۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ۔

اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین میں سے ان کی ہی مانند (یعنے سات طبقات)

(۲) پارہ ۱۴ سورۃ الحجر رکوع ۴ آیۃ ۴۵۔

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ۔

جہنم کے سات دروازے ہیں ہر ایک دروازے کے لئے ان میں سے ایک حصہ الگ کر دیا گیا ہے۔

غرض اس طرح پر قرآن مجید میں سات کے عدد کو ایک حیثیت سے کامل قرار دیا گیا ہے۔

سورہ فاتحہ اور طواف کے چکر

اب جب ہم اس نکتہ کو پیش نظر رکھکر غور کرتے ہیں تو قرآن مجید میں ام الکتاب (سورۃ فاتحہ) کو سبع مثانی کہا گیا ہے اور اس کی سات ہی آیات ہیں جن میں علوم قرآنی اور سعادت کبری کے حصول کے ذرایع کو گویا کوزہ میں بند کر دیا ہے بلکہ کوزہ میں سے دریا نہیں سمندر جاری کر دیا ہے۔

اور جب ہم ان چکروں کی دعاؤں کو پڑھتے ہیں تو سات مختلف قسم کے فضائل کے حصول اور ازائل سے اجتناب کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔

جس طرح پر سورہ فاتحہ قبولیت دعا کے لئے سات اصل تعلیم کئے ہیں ان سات چکروں میں بھی مختلف قسم کی دعاؤں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ سورہ فاتحہ میں طریق دعا اس طرح پر بتایا گیا ہے کہ

(۱) اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرو (بسم اللہ) (۲) اللہ تعالیٰ کی حمد کرو (الحمد للہ (۳) اللہ تعالیٰ کی صفت رحمٰن کے برکات کو مد نظر رکھو کہ جب اس نے تمہارے مطالبہ کے بغیر تمہارے لئے سامان رحمت پیدا کر دئے ہیں تو طلب پر کیوں نہ دیگا یہ یقین و معرفت بڑھانے کے لئے (الرحمٰن) (۴) پھر اللہ تعالیٰ کی اس صفت کو مد نظر رکھو کہ وہ انسان کی سچی محنتوں کو ضایع نہیں کرتا۔ وہ الرحیم ہے (۵) وہ مالک یوم الدین ہے (۶) ان نکات کو مد نظر رکھتے ہوئے جو قوتیں اور استعدادیں اللہ تعالیٰ نے دی ہیں ان سے کام لو (ایاک نعبد) (۷) اپنی قوتوں اور اسباب پہ بھروسہ نہ کرو بلکہ اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی استعانت ہو۔

گویا یہ قبولیت دعا کے اصول سبعہ ہیں اور طواف کے چکروں کی تعداد بھی سات ہے جن میں انسان دعائیں کرتا ہے۔ اس تعداد کے تقرر میں اور بھی اسرار ہیں مگر میں نے اشارتاً بیان کر دیا ہے کہ دراصل حج چونکہ بجائے خود ایک انقطاع الی اللہ اور تقویٰ کا ذریعہ ہے۔

اور اس کے تمام مناسک میں یہی روح کام کرتی ہے۔ اس لیئے معرفت و محبت الٰہی کے ازدیاد کے لیئے یہ ایک جسمانی نظارہ ہے جو مخلص مومن کے اندر ایک روحانی کیفیت پیدا کر دیتا ہے اور وہ باوجود ایک زمینی انسان ہونے کے آسمانی بن جاتا ہے اور تمام عبادات کا مقصد اصل یہی ہے۔ اور شعایر اللہ کی عظمت انسانی قلب کو پاک کر دیتی۔ چنانچہ فرمایا سورۃ حج پارہ ۱۷ رکوع ۴ آیۃ ۳۲۔

وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ

اور جو کوئی اللہ تعالےٰ کی نشانیوں کی عظمت (قولاً و فعلاً) کرتا ہے تو (یاد رکھو کہ) یہ قلوب کا تقویٰ ہے۔

اس آیۃ میں اس حقیقت کو نمایاں کیا ہے کہ اگرچہ ہر عبادت میں کچھ ظاہری ارکان اور اعمال ہوتے ہیں مگر ان افعال و اعمال کا مقصد قلبی اصلاح ہوتا ہے اور تطہیر قلب ہی وہ اصل غرض ان عبادتوں کے ارکان کی ہے اور اس مقصد عظیم کے حصول کیلئے یہ اصل بتایا کہ

شعایر اللہ کی عظمت کرو

وہ شعایر اللہ کی عظمت نہیں وہ تو ایک ذریعہ ہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال پر ایمانی کیفیت پیدا کرنے کا اسی لیئے ان کو شعایر اللہ کہتے ہیں کہ ان کے ذریعہ سے معرفت الٰہی پیدا ہوتی ہے شعایر اللہ کے

معنوں میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں وہ تمام امور داخل ہیں جنمیں انسان شرعاً مکلف ہے اور اس میں اللہ تعالٰے کے سب حدود. فرائض. اوامر اور نواہی داخل ہیں اور حج کے بیان میں اس کا ذکر کیا ہے تو اس سے وہ تمام مناسک بھی مراد ہو سکتے ہیں۔

غرض اس آیتہ میں بتایا گیا ہے کہ مقصود عبادت اور عبادت حج قلب کی تطہیر ہے۔ اور میں نے اوپر بیان کیا ہے کہ قلب کو عرش اللہ بھی کہا گیا ہے۔ یہ مضمون اپنے اندر بڑی وسعت رکھتا ہے۔ اللہ تعالٰے جسے اپنے فضل سے نوازے وہ اس کے اسرار و حکم بیان کر سکتا ہے میں کتاب کے حجم کے بڑھ جانے کی وجہ سے مختصر کر رہا ہوں ورنہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ میں اپنے قلب و دماغ میں اس کے متعلق علمی لہروں کو محسوس کرتا ہوں والحمد للہ علٰے ذالک۔

تعظیم حرمات اللہ اس مضمون کو ختم کرتے ہوئے اسی سورۃ الحج کی ایک اور آیتہ کے متعلق بھی کچھ لکھ دینا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ آیتہ تعظیم شعایر اللہ کی حقیقت کو ایک دوسرے رنگ میں واضح کرتی ہے وہ اسی رکوع کی آیتہ ۳۰ ہے۔

وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ۔

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم کرتا ہے تو اس کا یہ فعل اُس کے رب کے حضور اُس کے لئے خیر کا موجب ہے۔ اور تمہارے لئے چارپائے حلال ہیں سوائے ان کے جن کے متعلق حرمت کا حکم تم پر پڑھا جا چکا ہے۔

پس بتوں کی ناپاکی سے بچو اور جھوٹی بات کی نجاست سے بچو (اجتناب خالصۃً) اللہ تعالیٰ کے لئے ہو کسی قسم کی شرک کی آمیزش نہو۔ اور جو شخص شرک کرتا ہے تو اُس کی مثال ایسی ہے گویا وہ اوپر سے نیچے گر جاتا ہے پھر اسے پرندے اچک لے جائیں گے یا اُسے ہوا اڑا کر دور کے مکان میں پھینک دے گی۔

اس آیۃ میں تعظیم حرمات اللہ کو انسان کے لئے موجب سعادت و خیر قرار دیا ہے۔ اور آگے چل کر تعظیم شعایر اللہ کا ذکر ہے گویا یہ دونوں ایک ہی عمل کے دو مختلف شاخ ہیں میں نے شعایر اللہ کے مفہوم میں اوامر و نواہی کو بھی دوسرے معنوں کے لحاظ سے داخل کیا ہے یہاں جس نکتہ معرفت پر غور کرنیکی ضرورت ہے وہ

رجس من الاوثان

ہے اور اس کو اور جھوٹ کی نجاست کو مترادف قرار دیا ہے اور یہ بالکل واضح امر ہے کہ ایک مشرک اور بت پرست اپنے معبودان باطلہ

میں جن صفات الٰہیہ کا تصور کرتا ہے وہ سوائے جھوٹ کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسے نجاست قرار دیتا ہے۔ سلسلہ حج میں اس کا ذکر اس مقصد کو لئے ہوئے ہے کہ بظاہر جو اعمال کئے جاتے ہیں جیسے طواف۔ سعی صفا و مروہ وغیرہ تقبیل حجر اسود ایک احمق جو حقیقت الامر سے ناواقف ہے وہ اس کو ایک قسم کی بت پرستی کہتا ہے جیسا کہ بعض دشمنان اسلام نے اس قسم کے اعتراض کئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے اعتراضات کا پہلے ہی جواب دیدیا۔ توجہ اس امر کی طرف دلائی ہے کہ تعظیم شعائر اللہ میں مقصد کسی قسم کی بت پرستی نہیں بلکہ یہ تو حرمات اللہ کی تعظیم ہے اور خالصتہً اور یہ عبادات ہیں چونکہ ان ارکان اور ان مقامات سے اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کے صفات پر ایک کامل یقین اور معرفت پیدا ہوتی ہے بیت اللہ اور مکہ معظمہ کی تاریخ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور صفات کی ایک زندہ اپیل ہے۔

تطہیر بیت اللہ

اس سلسلہ میں تطہیر بیت اللہ کے متعلق بھی کچھ اور بیان کر دینا مناسب سمجھتا ہوں میں نے اوپر بتایا ہے کہ قلب انسانی بھی عرش اللہ ہے۔ اور بعض احادیث سے پتہ لگتا ہے کہ فرشتے بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں اور قرآن کریم سے واضح ہوتا ہے کہ فرشتے عرش کا طواف کرتے ہیں گویا بیت المعمور سے مراد عرش ہے۔ اور اس بیت المعمور کی ارضی صورت تعمیر کعبہ ہے۔

اس بیت المعمور کا ذکر قرآن کریم کی سورہ طور کی ابتدائی آیات میں ہے۔
اللہ تعالیٰ نے اسے بطور اپنی ہستی کے دلائل کے پیش کیا ہے اور یہ بھی
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک حدیث ہے کہ بیت المعمور
کی مانند زمین پر کعبہ کی بنا قرار دی گئی ہے اور اس طرح پر اس کے
طواف کا حکم ہے۔ اور قرآن کریم نے تطہیر کعبہ کا حکم بھی دیا گیا ہے
جو اس کی تاسیس کے ساتھ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے
خلف رشید حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو دیا گیا

چنانچہ فرمایا سورۃ الحج پارہ ۱۷ رکوع ۵ آیۃ ۲۶۔

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۔

اور جب ہم نے ابراہیم کے لئے بیت اللہ کو مرجع بنایا (تو
حکم دیا کہ) کسی قسم کا شرک نہ کرو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں
اور قیام کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کیلئے پاک کر۔

اس آیتہ نے تطہیر کی حقیقت بتادی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے
ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کرو۔ اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے اس
تطہیر کے لئے سورۃ بقرہ میں وَعَهِدْنَا اِلٰى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ
اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۔
(بقرہ آیتہ ۱۲۵) اس کو ایک عہد قرار دیا۔ ان آیات تطہیر کو پیش نظر
رکھکر جب مومن اپنے قلب کو عرش اللہ کا مقام سمجھتا ہے تو اسکی تطہیر کا مقصد یہ ہے کہ

وہ ہر قسم کے شرک سے اجتناب کرے

اور میں نے اوپر بتایا ہے کہ مناسک حج میں طواف و تقبیل حجر اسود وغیرہ بعض امور احمق انسان کو بت پرستی نظر آتے ہیں حالانکہ قرآن کریم نے تطہیر کعبہ میں صراحت کی ہے کہ کسی قسم کا شرک نہ کیا جاوے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس حقیقت کو سمجھ کر دعا کی تھی کہ

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۔ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔

ترجمہ ۔ اے میرے رب! اس شہر کو امن کی جگہ بنا دے اور مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے بچا کہ وہ بتوں کی پرستش کریں ۔ اے میرے رب انھوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر رکھا ہے ۔ پھر جو میری اتباع کرے گا وہ تو مجھ سے ہے اور جس نے نافرمانی کی تو غفور الرحیم ہے ۔

(سورہ ابراہیم پ ۱۳ رکوع ۵ آیۃ ۳۶ تا ۴۳) ۔

(تفسیری نوٹ) اس دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ علم دیا گیا تھا کہ ایک وقت مکہ پر بھی ایسا آجائے گا کہ وہاں شرک کی بلا پھوٹ پڑے گی اس لئے آپ نے یہ بھی دعا کی کہ میری اولاد وہی ہوگی جو میری اتباع کرے گی ۔ انبیاء علیہم السلام کی فطرت

رحیم ہوتی ہے جہاں ان لوگوں کے لئے جو مبتلائے شرک ہو جائیں
گے بد دعا نہیں کی بلکہ اللہ تعالےٰ کی صفات غفور الرحیم کو اپیل
کر دی ہے۔

غرض تطہیر کعبہ کے حکم میں انسان کو ہر قسم کے شرک سے
اجتناب کی ہدایت ہے اور جب تک انسانی قلب اس خصوص
میں تطہیر کامل نہیں کرتا تو وہ عرش اللہ کے مقام کو حاصل
نہیں کر سکتا۔

وقوف عرفہ اور وقوف مزدلفہ

میں نے اوپر بیان کر دیا ہے کہ عرفات کو نویں تاریخ کو پہنچنا
چاہیئے کہ اس لئے کہ یہی وہ مبارک یوم ہے جو یوم العرفہ اور یوم الحج
کہلاتا ہے اور مکہ معظمہ سے روانگی کے لئے آٹھویں تاریخ کو فجر کی نماز
پڑھکر روانہ ہونا چاہیئے اور آٹھویں تاریخ کو منیٰ میں قیام کیا جاوے۔

الحج عرفہ

اور پھر نویں تاریخ کی صبح کو بعد نماز فجر روانہ ہو کر عرفات
پہونچکر وقوف (یعنے ٹھیرنا) حقیقت میں حج ہے
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

الحج عرفہ

یعنے حج تو عرفہ ہی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ عرفات کی حاضری

اور وقوف حج کا جزوِ اعظم ہے ایسا کہ گویا وہی حج ہے۔ عرفات کے وسیع میدان میں تمام دنیا کے مسلمان ایک ہی لباس اور ایک ہی کلمہ پر متفق ہو کر جمع ہوتے ہیں اور یہ نظارہ

وحدتِ اسلامی اور وحدتِ انسانی کا بے نظیر مظاہرہ ہوتا ہے

آیاتِ معرفت

اور مومن جب غور کرتا ہے کہ دنیا کے ہر گوشہ سے مختلف زبانیں بولنے والے مختلف رنگ رکھنے والے ایک ہی مقصد اور ایک ہی کلمہ پر متفق ہو کر جو یہ کثیر مخلوق جمع ہوئی ہے جس نے نہ راستہ کی دقتوں کی پرواکی نہ اپنے عزیز و اقارب اور وطن عزیز کی کشش کو غالب ہونے دیا آخر وہ کیا قوت ہے جس نے ان کو اس بیابان میں کھڑا کیا اور وہ بے اختیار ہو کر پورے خشوع و خضوع کے ساتھ دعاؤں میں مصروف ہیں تو انسانی بیدار ضمیر اس کا جواب دیتا ہے کہ

یہ خدائے حی و قیوم کی قدرت کا تماشا ہے

اس نے ابراہیمی دعاؤں کو قبول فرمایا جس نے عرض کیا تھا مولیٰ کریم لوگوں کے قلوب کو ادھر پھیر دے۔ اور ہزارہا سال کے بعد بھی اس دعا کی قبولیت کا نظارہ نظر آتا ہے تو بے اختیار ہو کر انسان پر معرفتِ الٰہی کے دروازہ کھل جاتے ہیں

اور یہی وجہ ہے کہ اس مقام کو عرفات اور اس دن کو یوم عرفہ کہتے ہیں بڑا ہی بدنصیب ہے وہ شخص جو اس مقام پر معرفت الہٰی کی نعمت سے بے نصیب رہتا ہے۔ یہ ہے حقیقت عرفات کی قرآن کریم نے

اصحاب الاعراف

اصحاب الاعراف کا ذکر کیا ہے۔ دیکھو سورۃ الاعراف پارہ ۸ آیۃ ۴۷۔

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ۔

اور ان کے درمیان پردہ ہوگا اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے جو سب کو ان کے نشانوں سے پہچان لیں گے۔ قرآن کریم کی اس آیۃ سے معرفت کے اس مقام بلند کا پتہ لگتا ہے اگرچہ اعراف کے مقام کے متعلق مفسرین کا خیال ہے کہ یہ مقام دوزخ اور بہشت کے درمیان ایسا ہے جہاں سے وہ دونوں طرف دیکھ سکتے ہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کا مقام ہے جن کی بدیاں اور نیکیاں برابر ہوتی ہیں اور وہ اسے قرآن کریم کے لفظ حجاب کے زیر نظر اعراف کو مقام حجاب قرار دیتے ہیں۔

قرآن کریم نے اس لفظ میں ایک عجیب نکتہ معرفت بیان کیا ہے۔ اس مقام کو جنت اور دوزخ کے درمیان بیان کیا جاتا ہے۔ گر غور کرو کہ اعراف کا اطلاق تو بلند مقام پر ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ اصحاب الاعراف کی تعریف یہ فرماتا ہے کہ "وہ سب کو پہچانتے ہیں" اس سے ان کے مقام معرفت کا

اندازہ بآسانی ہوجاتا ہے۔ پھر اس آیتہ میں ایک اور نکتہ قابل
غور ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وعلی الاعراف رجال۔ اگر یہی مراد
ہوتی ہے کہ مقام اعراف پر وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور بدیاں
برابر ہوتی ہیں تو پھر یہاں رجال کی خصوصیت نہ ہوتی یہ مقام
مردوں کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ جب ہم قرآن کریم میں غور کرتے
ہیں تو ایک خصوصیت رجل یا رجال سے متعلق سورۃ یوسف
پارہ ۱۳ رکوع ۱۲ آیتہ ۹۔۱ اس حقیقت کو نمایاں کرتی ہے۔
وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ مِّنْ اَھْلِ الْقُرٰی۔
اور ہم نے آپ سے پیشتر بھی بستیوں کے رہنے والوں میں سے مردوں
ہی کو ان کی طرف رسول کر کے بھیجا تھا جن پر ہم وحی کرتے تھے
پس یہ لفظ رجال گویا مقام اعراف کے سمجھنے کی کلید ہے اور
یہ اصحاب الاعراف انبیاء ہیں یہ بحث ضمناً آگئی ہے اصل میں
عرفات کی بحث کر رہا تھا گویا مقام عرفات کا وقوف اور
اس وقوف میں مومن کا کامل تسبیح و تحمید اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق
کثیر کا ایک ہی لباس اور ایک ہی کلمہ پر جمع ہونا ان تمام پیشگوئیوں
کے پورا ہونے کا ایک دائمی اور غیر فانی اعجاز ہے جو حضرت
ابراہیم علیہ السلام کو ان کی دعاؤں کی قبولیت میں دی گئی ہیں۔
غرض وقوف عرفات کا یہی مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی
کامل معرفت انسان کو حاصل ہو اور یہ بغیر اس کے ممکن نہیں کہ

انسان ان امور کو جن کا میں نے ذکر کیا ہے زیر نظر رکھے تب اسے ہر شخص جو وہاں موجود ہوتا ہے اللہ تعالٰے کی ہستی کا ثبوت اور آیۃ اللہ نظر آتا ہے۔

وقوف عرفات کے لئے جو وقت مقرر کیا گیا ہے وہ دن کا وقت ہے ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر کے وہاں پڑھی جاتی ہیں یہ گویا معرفت کی ایک ظاہری صورت ہے اس لئے کہ دن کو روشنی سے تعلق ہے اور روشنی شناخت اور امتیاز کو پیدا کرتی ہے اور دن انسان کے اندر ایک بیداری پیدا کرتا ہے اور یہی معرفت کا مفہوم ہے مگر کتنے ہیں جو عرفات میں ہو چکر

معرفت کے انوار لیکر آتے ہیں

عرفات کی ایک اور خصوصیت مقام عرفات کو ایک اور خصوصیت اور امتیاز حاصل ہے تکمیل دین اور اتمام نعمت کی وحی اسی مقام پر ہوئی سورۃ المائدہ پارہ ۶ رکوع اول آیۃ ۴۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔

یہ آیۃ حجتہ الوداع میں عرفہ کے دن جو جمعہ کا دن تھا میدان عرفات میں بعد از عصر نازل ہوئی۔ تکمیل دین اور اتمام نعمت سے کیا مراد ہے مجھے اس پر اس جگہ بحث نہیں کرنا ہے مختصراً اتنا کہہ جاتا ہوں کہ تکمیل دین سے یہ مقصد ہے کہ ہر وہ امر جو انسانی ہدایت اور مقصد انسانیت کے لئے ضروری ہے وہ پوری تفصیل کے ساتھ قرآن مجید میں موجود ہے اور اسی لئے ان کے متعلق کہدیا فیہا کتب قیمہ اور اس لئے اب کسی نئی شریعت کی ضرورت نہیں کیونکہ قرآن کریم تو اس کا مصداق ہے۔

جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیّا نکلا

اس آیۃ کا عرفات کے میدان میں عرفہ کے دن جو اصل حج ہے نازل ہونا اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ کمال معرفت اور اتمام نعمت کے لئے قرآن مجید کی تعلیم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوہ حسنہ کو رہنما بناؤ۔ اور مقصد حج یہی ہے۔

وقوف مزدلفہ میں دوسری جگہ مزدلفہ (جس کو قرآن کریم نے مشعر الحرام کہا ہے) کا ذکر کر آیا ہوں عرفات میں نماز ظہر و عصر جمع ہوتی ہے پھر واپسی ہوتی ہے اور مغرب و عشاء کی نماز جمع کر کے مزدلفہ میں پڑھی جاتی ہے اور رات کو وہاں ہی قیام کیا جاتا ہے میں نے حج کے متعلق اصلاحی نظام کے ضمن میں

بتایا ہے کہ مکہ والے مزدلفہ سے آگے نہ جاتے تھے اسلام نے حج کی تکمیل کے لئے عرفات تک جانا اور وہاں وقوف ضروری قرار دیا اور واپسی کے لئے فرمایا (سورۃ البقرہ پارہ ۲ رکوع ۲۶ آیۃ ۱۹۸)
فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ۔
پھر جب تم عرفات سے واپس لوٹو تو مشعر الحرام (مزدلفہ) کے قریب اللہ کا ذکر کرو اور اس طرح پر اس کا ذکر کرو جس طرح پر تم کو ہدایت دی گئی ہے اور اس سے پہلے تم اس حقیقت سے بھٹکے ہوئے تھے۔

مزدلفہ اور مشعر الحرام کی حقیقت

اللہ تعالے نے اسکا نام مشعر الحرام بیان فرمایا ہے اور مشعر کے معنے نشان کے ہیں یعنے نشان حرمت یہ مقام حرم کے اندر ہے یا یوں کہو کہ حرم کی حد وہاں سے شروع ہوتی ہے جب کہ عرفات سے آئیں۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ جب انسان اخلاص اور عقیدت کاملہ کے ساتھ وقوف عرفات سے استفادہ کرکے معرفت الہی کے رنگ میں رنگین ہوجاتا ہے تو وہ حدود حرم میں داخل ہوجاتا ہے جس کے لئے قرآن کریم نے فرمایا من دخلہ کان آمنا جو اس میں داخل ہوجاتا ہے وہ ہر قسم کے خوف سے جو ارتکاب گناہ سے پیدا ہوجاتا ہے محفوظ ہوجاتا ہے۔ اصل حفاظت اور صیانت انسان کی گناہ آلود زندگی سے نکل آنے کی ہے۔ اور مزدلفہ کے معنوں میں قریب کا مفہوم بھی

داخل ہے اور مزدلفہ میں ساعات شب کا بھی تعلق ہے جیسا کہ قرآن کریم
میں فرمایا سورہ ہود پارہ ۱۲ رکوع آخری آیۃ ۱۱۵۔

وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ
يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ۔

اور نماز کو دن کی دونوں طرفوں میں اور رات کی گھڑیوں
میں قائم رکھو بے شک نیکیاں بدیوں کو دُور کر دیتی ہیں یہ ذکر کرنے
والوں کے لئے یاد دہانی اور باعث شرف ہے۔

میں نے اس آیت کو مزدلفہ کا مفہوم اور مطلب سمجھانے
کے لئے پیش کیا ہے۔ قرآن کریم نے عند المشعر الحرام ذکر کرنے
کا حکم دیا ہے جیسا کہ میں نے سورۃ بقرہ کی آیت کے حوالے سے
لکھا ہے اور یہاں سورہ ہود کی اس آیت میں ذکر کے ایک شعبہ
(نماز) کا ذکر ہے اور مزدلفہ میں قافلہ ہوتے ہی مغرب اور عشاء
کی نمازوں کو جمع کرتا ہے اور پھر فجر کی نماز پڑھکر منیٰ کو روانہ ہوتا
ہے ان دونوں آیات کو مدنظر رکھکر غور کرو تو ایک لذیذ ایمان
پیدا ہوتا ہے۔

اور مشعر الحرام کی حقیقت گویا ایک نشان بن کر سامنے آجاتی
ہے اور وہ حرمت جو انسان کو گناہ آلود زندگی سے نجات پاکر ملتی
ہے نمایاں ہو جاتی ہے اور ایسا انسان خود مشعر الحرام بن جاتا
ہے پس اس حقیقت کو پانے کے لئے سورہ ہود کی آیۃ کو سامنے رکھو

جس میں گناہ سوز فطرت پیدا کرنے کا طریق تعلیم کیا ہے اور اس کے لیئے پہلی چیز قیام صلوٰۃ ہے اور اس میں کیا شبہ ہے کہ نماز کی یہ خصوصیت اور تاثیر ہے کہ

نماز ہر قسم کی بے حیائی اور ہر قسم کی بری باتوں سے منع کرتی ہے اور اسی لیئے اس آیۃ کے آخر میں بتایا کہ نیکیاں بدیوں سے بچالیتی ہیں یا بدیوں کو دور کر دیتی ہیں یہ گویا گناہ سے بچنے کا گر ہے کہ انسان ہر گناہ کے مقابل کی نیکی کو اختیار کرے پھر گناہ کہاں رہ سکتا ہے۔

بات بہت لذیز ہے اور بہت کچھ کہنے کو جی چاہتا ہے مگر تنگئ دامن روکتی ہے اللہ تعالےٰ کسی صاحب الخیر کو کھڑا کر دیگا تو اور اللہ تعالےٰ نے توفیق دی تو اس پر سیر حاصل بحث کروں گا۔ اور جو علم مجھے اس موضوع پر بخشا گیا ہے اسے پیش کر سکوں گا و باللہ التوفیق۔

غرض

مشعر الحرام کا وقوف انسان کو معرفت الٰہی کے عملی ثمرات کی طرف توجہ دلاتا ہے اور مزدلفہ میں رات کے وقوف کو مقرر کر کے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ خدا تعالےٰ کے فضلوں اور نعمتوں کو جو قرب الٰہی اور مقام محمود سے تعلق رکھتی ہیں یعنی عبادات کو بڑا دخل ہے۔ وقوف عرفہ و مزدلفہ ایک حقیقت کا مظہر ہے

وہ کوئی رسم نہیں ہے ہاں اگر انسان اس کیفیت کو اپنے اندر پیدا نہ کرے جو اس وقوف میں ہے تو کیا شک ہے کہ وہ رسم سے آگے نہیں جاتی اس لیئے اس کے ثمرات پیدا نہیں ہوتے۔ اللہ تعالے ہر اس شخص کو جسے توفیق حج ہوا اور یہ موقع میسر ہو ان انعامات سے بہرہ اندوز فرما۔

اور یہی فلسفہ ہے اس مشہور مقولہ کا کہ حج کرنے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں گناہ اسی صورت میں معاف ہوتے ہیں جبکہ حقیقت حج پیدا ہو جاوے اگر بطور رسم عادت حج کیا جاوے تو اللہ تعالے معاف فرمائے۔

جون بیاید ہنوز خر باشد

کا مصداق ہی ہوگا۔

ان مقامات پر اپنے اوقات کو تسبیح تحمید اور دعاؤں میں معروف رکھا جاوے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے متعلق عرفات میں دعا کی حالت کا ذکر اس طرح پر کیا ہے کہ

"میں نے حضور علیہ الصلواۃ والسلام کو عرفات میں اسطرح پر دعا مانگتے دیکھا جیسے کوئی بھوکا مسکین اپنا ہاتھ کسی سخی داتا کے آگے پھیلائے۔"

اس اسوہ حسنہ کو سامنے رکھنا چاہیئے اور یوم العرفہ کے برکات اور وقوف عرفات و مزدلفہ کا مقصد تب ہی حاصل ہوتا ہے جہاں

جبل رحمت | عرفات کا میدان ختم ہوتا ہے وہاں ایک طرف ایک وہچی

پہاڑی ہے اس کو جبل رحمت کہتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے نیچے وقوف فرمایا اور یہاں ہی اونٹنی پر سوار ہو کر وہ عظیم الشان تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جو حجۃ الوداع کا خطبہ ہے اور اس کا ذکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حج میں آئے گا۔ اس جگہ کو موقف النبی یا موقف اعظم کہتے ہیں مناسب یہی ہے کہ اگر اس جگہ وقوف کے لئے موقع مل جائے تو یہاں دعاؤں میں مصروف رہے سہ پہر کے وقت امام اسی مقام پر قبلہ رخ ہو کر اونٹ پر سوار ہو کر خطبہ پڑھتا ہے۔ سارا میدان عرفات کا موقف ہی ہے۔

اس میں کیا شک ہے کہ اس پہاڑ پر حضرت رحمۃ للعالمین نے تکمیل دین اور اتمام نعمت کا اعلان کر کے اپنی شان رحمت کی تجلی کی۔ اور جو کچھ اس حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا وہ

دنیا کے انسان کیلئے رحمت ہے

یوم العرفہ کے برکات نامناسب نہ ہوگا کہ میں حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں سے چند باتیں یوم العرفہ کے برکات کے متعلق بھی بیان کر دوں۔

(۱) عن طلحۃ ان رسول اللہ صلعم	حضرت طلحہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
قال ما رئی الشیطان یوما	صلعم نے فرمایا کہ شیطان عرفہ کے دن سے
ھو فیہ اصغر ولا ادحر ولا	زیادہ ذلیل اور بے اعتبار اور

احقر ولا اغیظ منه فی یوم
عرفة وما ذاك الا لما یرٰی
۱ من تنزل الرحمة وتجاوز الله عن
الذنوب العظام الا ما رئی
یوم بدر۔
(موطا امام مالک رح)

حقیر اور پریشان کسی دن نہیں دیکھا گیا۔
اور یہ سب اس لئے کہ آج وہ اللہ کی
رحمت کے نزول اور بڑے بڑے گناہوں
سے اس کے عفو و مغفرت کو دیکھتا ہے۔
البتہ سوا ایک روز بدر کے (اس روز
بھی وہ ایسا ہی پریشان و مایوس ہوا تھا)

(۲) عن عائشة ان رسول الله
صلعم قال ما من یوم اکثر
من ان یعتق الله عز وجل
فیه عبدا من النار من یوم
۲ عرفة وانه لیدنو ثم یباهی
بهم الملئکة فیقول ما
اراد هؤلاء۔
(صحیح مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں
جس میں اللہ بندوں کو آگ سے اتنا آزاد کرتا ہو
جتنا عرفہ کے دن کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ
قریب ہو جاتا ہے اور بندوں کا حال
فرشتوں پر ظاہر کر کے فخر کرتا ہے اور
(فرشتوں کو قائل کرنے کیلئے) پوچھتا ہے کہ
یہ بندے کس ارادہ سے جمع ہوئے ہیں؟

(۳) اعظم الناس ذنبا من
وقف بعرفة فظن ان الله
لم یغفر له۔

سب سے بڑھکر گنہگار وہ ہے جو عرفات
وقوف کرے اور پھر بھی یہ سمجھے کہ اللہ نے
اس کی مغفرت نہیں فرمائی!

(۱)

ان ارشادات مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام انسان کو

اللہ تعالیٰ کے صفات غفور الرحیم پر کس قدر اُمید اور یقین دلاتا ہے لیکن اس امر کو بحضور دل یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اُس کی ستاری و غفاری اسی وقت جوش میں آتی ہے جب انسان بادیدہ گریاں و بادل بریاں اُس کی طرف لپکتا ہے۔ عرفات میں گناہوں کے معاف ہو جانے کا فلسفہ اس حقیقت کے نیچے ہے کہ انسان اس مقام پر ایک عزیمت اور ندامت کے کامل جذبہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور استغفار کرے اور بلبلا کر اپنی مغفرت کیلئے دعاؤں میں مصروف ہے تو گیا ثمرہ ہے کہ

وہ گناہ سے ایسا ہی پاک ہو جاتا ہے گویا معصوم

ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے

یہی وہ نئی پیدائش ہوتی ہے اگر انسان اپنے اندر کوئی پاک تبدیلی نہیں کرتا تو خود سمجھ لے کہ اس کی اُمید طمع خام سے زیادہ نہیں۔

ایک غلطی اور اُس کا برا نتیجہ مجھے افسوس سے یہ ذکر کرنا پڑتا ہے کہ عموماً لوگ اعمال کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتے اور نہ علما ان کو اعمال کی فلسفی سے آگاہ کرتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ وہ بھی الفاظ سے آگے نہیں چلتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ عام طور پر یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ حج کرتے ہی سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں میرا تو اس پر ایمان ہے کہ ضرور معاف ہو جاتے ہیں بشرطیکہ حج کی حقیقت انسان کے اندر پیدا ہو جاوے اور وہ اپنے اندر ایک

روح ہجرت کرے اور ہر قسم کی قربانی اللہ تعالےٰ کے دین کی عظمت واشاعت کے لئے کرنے کو تیار ہو جاوے۔

جیسا کہ میں بیان کروں گا حج ہی حقیقت تو پیدا کرنا چاہتا ہے مگر اب اکثر الا ماشاء اللہ اسے ایک قسم کا کفارہ سمجھ رہے ہیں اس نتیجہ کو سعدی علیہ رحمتہ نے کہا۔

از حاجی باید ترسید

اور عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حاجی سنگدل ہو جاتے ہیں (الا ماشاء اللہ)

یوم العرفہ سے استفادہ کا طریق میرا مقصد تو اس طرف توجہ دلاتا ہے کہ اس فیضان ربانی کے حاصل کرنے کے لئے اعمال صالحہ کی ضرورت ہے صرف کسی مقام پر جانا یا رسم وعادت کے طور پر کسی فعل کو کرنا خواہ وہ عبادت ہی کا فعل ہو عبادت نہیں ہو جاتا اور نہ اس کے برکات اور ثمرات اس میں پیدا ہو سکتے ہیں۔

ہاں یہ سچ ہے اور ایک حقیقت ہے کہ اس مقام اور اس دن کی جو عظمت حضور نے بیان فرمائی وہ اپنی برکات کثیرہ کی حامل ہے ضرورت ہے ایسے قلوب کی جو ان کو حاصل کر سکیں اس کے لئے ضرورت ہے۔

تضرع وابتہال کیساتھ دعاؤں کی

اس مقام پر اس قدر مانگے کہ تھکے نہیں اور اس قدر مانگے کہ اس کا حد حساب نہ ہو۔ عرفات کی دعا کو بھی یہ مقام حاصل ہے کہ

وہ سب دعاؤں سے افضل ہے

کوئی خاص دعا مقرر نہیں اپنی زبان میں اپنے قلبی جذبات کو اپنے رب کریم کے حضور پیش کرے کثرت استغفار۔ کثرت درود رحمت الٰہی کو جوش دلانے والی چیزیں ہیں۔

ہاں ذیل کے کلمات کا تکرار صدق اور اخلاص کے ساتھ ایک اثر رکھتا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لا یموت بیدہ الخیر وھو علیٰ کل شیئ قدیر۔ لبیک بھی پکارتا رہے۔ عرفات کو آتے وقت یہ دعا بھی پڑھی جاوے تو مناسب ہے۔

اللھم الیک توجھت علیک توکلت وجھک اردت اجعل ذنبی مغفوراً وحجی مبروراً وارحمنی ولا تخیبنی وبارک لی فی سفری واقض بعرفات حاجتی انت علیٰ کل شیئ قدیر۔	اے اللہ میں نے اپنا منہ تیری طرف پھیرا اور تیرے اوپر بھروسہ کیا اور تیری توجہ کی طلب ہے پس میرے گناہوں کو معاف کر، اور میرے حج کو قبول کر اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے محروم نہ کر میرے سفر کو مبارک بنا، اور عرفات میں میری حاجت پوری کر، تو ہر شئے پر قدرت رکھنے والا ہے

عرفات میں ظہر کے وقت ان کلمات کا تکرار کرے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر

شب مزدلفہ مزدلفہ کے متعلق میں اوپر بیان کر آیا ہوں ۹ اور ۱۰
کی درمیانی رات یہاں بسر کرنی چاہئیے اور یہ رات
عبادت اور دعاؤں میں بسر کرنا ہی حصول مقصد کے لئے ضروری ہے۔

شاید کہ نتواں یافتن دیگر چنیں ایام را

اس رات کے برکات کا ذکر محدثین نے مختلف رنگوں میں کیا ہے۔
اور اس طرح پر توجہ دلائی ہے کہ عبادات اور دعا و استغفار ہی میں
صبح کر دی جاوے۔

یہ بھی یاد رہے کہ منیٰ سے عرفات کو دو راستے جاتے ہیں ایک
سیدھا راستہ ہے اس راستے میں مزدلفہ نہیں آتا عرفات کو جاتے
وقت اسی راستے سے جانا چاہئیے اور واپسی دوسرے راستے سے جو
کسی قدر چکر کا ہے مگر مزدلفہ اسی راستے سے آتا ہے اور واپسی اسی راستہ سے
مسنون ہے کیونکہ وقوف مزدلفہ بھی مناسک حج میں سے ہے اور
اگر کسی نے بلا عذر اس کو ترک کر دیا تو اسے قربانی دینی ہوگی بطور کفارہ۔

عرفات سے واپسی پر تکبیر لبیک اور استغفار کرتے رہنا
ہی باعث برکات و موجب ثمرات ہے کوئی مخصوص دعائیں مزدلفہ کے
وقوف کے لئے نہیں۔ مومن خشوع و خضوع کے ساتھ جو دعائیں چاہے
مانگے۔

وادی محسّر مزدلفہ آتے ہوئے راستے میں وہ تاریخی وادی بھی
آتی ہے جہاں ابرہہ اپنے لاؤ لشکر کو لیکر کعبہ پر

حملہ کرنے کے لئے آیا اور ہلاک ہوگیا۔ یہ مقام اللہ تعالیٰ کی شان جلال کا مظہر ہے اور بیت اللہ کی صیانت کا ایک زبردست نشان لیکن یہاں پر خدا تعالیٰ کا عذاب دشمن کعبہ پر نازل ہوا اس لئے اس مقام پر پہونچکر تیز رفتار سے گذر جانا چاہئے۔ اور یہ دعا کیجا دے کہ

اے اللہ ہم کو اپنے غضب سے نہ مارنا اور اپنے عذاب سے ہلاک نہ کرنا اور اس سے پہلے ہی ہماری تقصیرات کو معاف کر دینا۔

بہرحال مزدلفہ پہونچکر مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کرکے پڑھی جاتی ہیں اور مسجد مشعر الحرام کے پاس جگہ مل جاوے تو زہے نصیب مگر یہ معلمین کے رحم پر ہے وہ تو اپنا بوجھ اتارتے ہیں انہیں اس سے کچھ غرض نہیں (الا ما شاء اللہ) کہ اللہ کے گھر کا حج کرنے والوں کو ان مقامات کے قریب کریں جہاں وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں سے حصہ لے سکیں۔

مزدلفہ میں نماز فجر قیام شب کے بعد فجر کی نماز مسجد مشعر الحرام میں اول وقت میں ہوتی ہے یعنے صبح صادق کے طلوع ہوتے ہی اندھیرے میں ہو جاتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی عمل ثابت ہے نماز کے بعد عرفات کی طرح یہاں بھی قبلہ رخ ہوکر وقوف کرنا چاہئے اور نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ دعائیں کرنی چاہئیں مگر واقعہ یہ ہے کہ معلم حضرات تو اپنے ریوڑ کو ہانکنے کیلئے

بے تاب ہوتے ہیں۔ منیٰ میں پہونچا دینا چاہتے ہیں۔

رمی الجمار اور جمرات کی حقیقت جمرات تین ہیں اور یہ تینوں جمرے عین سڑک پر بازار کے درمیان واقع ہیں مکہ معظمہ سے آتے وقت سب سے پہلے جو جمرہ آتا ہے اسے جمرہ عقبہ کہتے ہیں دوسرے کو جمرہ وسطیٰ اور تیسرے کو جمرہ اولیٰ یہ گویا عرفات اور مزدلفہ کی طرف سے آنے میں اولاً آتا ہے عام لوگ بڑا شیطان منجھلا شیطان اور چھوٹا شیطان کہتے ہیں تینوں ایک دوسرے سے تھوڑے فاصلے سے واقع ہیں۔

ان جمرات کے متعلق عام روایت یہ مشہور ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربانی کرنے کیلئے لیجا رہے تھے تو شیطان نے تین مرتبہ آپ کو اس حکم کی بجا آوری سے روکنا چاہا اور نامراد رہا اس کی یہ یادگار ہے۔ مجھے اس بحث میں جانے کی ضرورت نہیں ہیں رمی جمار کے پیچھے جو حقیقت اور فلسفہ ہے اس کے بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔ اور اس روایت سے صرف اسی قدر مفہوم لوں گا کہ یہ شیطان پر حملہ ہے پہلے میں رمی جمرات کا طریق بیان کروں گا اور اس کے بعد اس کی حقیقت اور فلسفہ۔

رمی جمار کا طریق رمی جمار کا عمل ۱۰ ذی الحجہ سے شروع ہوتا ہے یہ پہلا دن رمی کا ہوتا ہے اور آج صرف جمرہ عقبہ پر کنکریاں ماری جاتی ہیں باقی دو پر نہیں کنکریوں کے متعلق میں لکھہ آیا ہوں

کہ وقوف مزدلفہ میں چن لینی چاہئیں۔ یہ کنکریاں دہات کی نہیں ہونی چاہئیں۔ پتھر یا مٹی کی ہی ہونی لازمی ہیں کنکریاں سات سے کم نہیں ہونی چاہئیں مارتے وقت کنکری کو دہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے پکڑ کر تکبیر کہتے ہوئے پھینکے۔ بسم اللہ اللہ اکبر رجماً للشیطان اور اس کے ساتھ ہی یہ دعا بھی پڑھتا جاوے تو افضل ہے۔

اللھم اجعل حجی مبروراً وسعی مشکوراً وذنبی مغفوراً

اے اللہ میرے حج کو حج مبرور کر دے اور میری سعی کو مشکور فرما اور میرے گناہوں کو معاف فرما دے۔

جمرہ عقبہ کے تین طرف نشیب ہے اور ایک طرف پہاڑی ہے بہتر یہی ہے کہ اس نشیب میں کھڑا ہو کر رمی کرے ایک سکون اور وقار سے یہ کام کرنا چاہئے۔ اگر وہاں جگہ نہ ملے تو پہاڑی کے اوپر سے بھی جائز ہے۔ پہلے دن کا یہی عمل ہے رمی کے بعد وہاں ٹھیرنے کی ضرورت نہیں۔ رمی کا افضل اور مسنون وقت طلوع آفتاب سے زوال تک ہے زوال سے غروب تک بھی جائز ہے۔ اس کے بعد بکراہت سمجھا جاتا ہے۔

آفتاب کے طلوع ہونے پر منیٰ کو روانہ ہو جانا چاہئے۔ منیٰ میں پہونچکر رمی جمار کے لئے کنکریاں یہاں ہی سے چن لی جاتی ہیں اگر منیٰ میں ۱۳ تک قیام کا عزم ہو تو ۷۰ کنکریاں ۱۲ تک ہو تو ۴۹ کنکریاں چن لی جا دیں یہ چھوٹی چھوٹی چنے کے دانہ کے برابر ہونی مناسب ہیں اس سے چھوٹی ہوں یا بڑی تو بھی جائز ہیں۔ یہ کنکریاں صاف ستھری ہوں نکو

دھو لیا جاوے تو بہتر ہے۔

واپسی منیٰ مزدلفہ کے وقوف کے بعد پھر منیٰ میں واپس آنا ہوتا ہے اور کم سے کم ۱۲ کی شام تک ورنہ ۱۳ تک یہاں قیام کرنا ہوتا ہے اور اس دوران میں رمی جمار۔ قربانی اور ایک مرتبہ مکہ جاکر طواف کعبہ کر کے واپس آنا ضروری ہے۔ اور یہ طواف فرض ہے حج کی تکمیل کا طواف ہے۔ اس سے پہلے جو طواف کئے گئے وہ حج کے فرض طواف نہیں تھے۔ یہ فرض طواف عرفات سے واپسی پر ہوتا ہے۔

منیٰ میں داخلہ پر دعا ۱۰ ذی الحجہ کو جب مزدلفہ سے واپس ہو کر منیٰ میں داخلہ ہوتا تو یہ دعا پڑھنا چاہیئے۔

اللھم ھذہ منیً فامنن علی بما مننت بہ علی اولیاءک	اے اللہ میں آج منیٰ میں پہونچا ہوں۔
اللھم ھذا منی قد اتیتھا و انا عبدك وابن عبدك اسئلك	میں تیرا بندہ ہوں اور تیرا بندہ زادہ ہوں
ان تمن علی بما مننت بہ علی	تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ میری آرزوئیں
اولیاءك اللھم انی اعوذبك	پوری کر جس طرح تو نے اپنے اولیاء کی
من الحرمان والمصیبۃ فی	آرزوئیں پوری کی ہیں اے اللہ میں پناہ
دینی یاارحم الراحمین الحمد	مانگتا ہوں کہ دین کے باب میں محرومی اور مصیبت میں
للہ الذی بلغنی سالماً	پڑوں اے سب سے بڑھکر رحم کرنیوالے شکر ہے
معافیاً۔	اس خدا کا جس نے بہ عافیت سلامتی سے پہونچایا

منیٰ کے مناسک حج منیٰ کے دوران قیام میں (جو ایام تشریق کا قیام ہے) چار خاص عبادات ہیں (۱) رمی جمار

یعنے شیطانوں کو کنکریاں مارنا (۲) قربانی (۳) حلق یا قصر یعنی سر کے بال منڈوانا یا کترانا (۴) مکہ جاکر طواف زیارت کرنا۔

سب سے پہلے رمی جمار ہے اور اس عمل سے ارکان حج کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ اب تک لبیک بھی پکارا جاتا تھا مگر اب وہ ختم ہو جاتا ہے اور عبادات کا نیا دور شروع ہوتا ہے اور اس کی ابتدا رمی جمار سے ہوتی ہے عام اصطلاح میں اسے شیطانوں کو کنکریاں مارنا کہتے ہیں۔۔ اکو جمرہ اولی پر رمی ہوتی ہے۔

دوسرے جمرات پر رمی ۱۱ر اور ۱۲ر ذی الحجہ کو ہوتی ہے اس لئے ۱۰ر ذی الحجہ کو رمی کے بعد قربانی کرنا ضروری ہے اور اس کے بعد حلق یا قصر میں اولاً اعمال کو مختصراً بیان کر دوں گا اور ان کی حقیقت کو بعد میں۔

۱۱ر اور ۱۲ر کو جو رمی جمرات کی جاتی ہے وہ تینوں جمروں کی ہوتی ہے اس کے لئے بعد زوال کا وقت ہے اور ترتیب رمی دونوں دنوں میں اس طرح پر ہوگی پہلے جمرہ اولی پر رمی ہوگی۔ جو عرفات اور مزدلفہ سے واپسی منی کے راستے میں آتا ہے اور مسجد خیف کے قریب ہے اس کے بعد وسطی پر پھر عقبہ پر۔ تینوں پر سات سات کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ رمی پاپیادہ کرنی چاہیئے البتہ جمرہ عقبہ پر سواری پر بھی جائز ہے۔ بہتر اور افضل پاپیادہ ہے۔

پہلے دو جمروں پر رمی کے بعد قبلہ رخ کھڑے رہ کر کچھ دیر تسبیح و تہلیل کرنا اور دعائیں کرنا افضل ہے اور آخری یعنے جمرہ عقبہ پر رمی کے بعد

فوراً لوٹ آنا چاہیئے وقوف مسنون نہیں ہے۔

۱۰۔۱۱۔۱۲ تاریخوں میں رمی باصطلاح فقہا واجب ہے اور ۱۳ کو مستحب لیکن اگر ۱۳ کی صبح تک منیٰ میں قیام ہوگیا تو بغیر رمی مکہ کو واپس نہیں ہونا چاہیئے۔

یہاں تک میں نے رمی جمرات کے متعلق طریق عمل کا ذکر کیا ہے اب اس کے بعد رمی جمرات کی حقیقت اور فلسفہ جو اللہ تعالےٰ کے فضل سے میں سمجھا ہوں بیان کرتا ہوں۔

رمی الجمار کی حقیقت اور فلسفہ میں نے اوپر رمی الجمار کی تفصیل بیان کر دی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ رمی الجمار سے مناسک حج کا ایک دور جدید شروع ہوتا ہے اور اس دور کا آغاز تکبیر سے ہوتا ہے جیسا کہ احرام (جو گویا باب حج ہے) سے لبیک کا نعرہ بلند کیا جاتا تھا اب اس کی جگہ تکبیر لیتی ہے یعنے اللہ اکبر کہنا لبیک میں تو اس کا اشارہ تھا کہ انسان ہر قسم کے مالوفات اور زیب و زینت کے سامان کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری کا اعتراف کرتا ہے اور اب اس کی عملی صورت میں وہ اللہ اکبر کہہ کر شیطان کو بھگانے کے لیئے آمادہ ہوگیا ہے کنکریوں کے پھینکتے وقت کہتا ہے۔

بسم اللہ اللہ اکبر رجماً للشیطان

اللہ تعالےٰ کے نام سے اور اللہ تعالےٰ کی کبریائی کے عملی اظہار کیلئے

شیطان کو رجم کرتا ہوں۔ اس میں بتایا کہ شیطان کو رجم کرنا انسان کی اپنی قوت و توانائی پر موقوف نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کی کبریائی اور عظمت و جلال کے اظہار کے لئے اس کی توفیق سے یہ عمل نصیب ہوتا ہے اور اُس کی تائید قرآن کریم کے اس حکم سے ہوتی ہے کہ جب تو قرآن کریم کو پڑھے تو اللہ تعالےٰ سے اس کی پناہ مانگ لے نیز اس میں سبق ہے کہ مومن کو شیطان پہ فتح پانے کیلئے ہر قسم کی مشکلات کے مقابلہ کیلئے تیار ہونا چاہئے اور اس کیلئے کسی عمل کو حقیر نہیں سمجھنا چاہئے! ورلاحول سے شیطان بھاگ گئے کا ہی ہے

تین شیطان جیسا کہ اوپر بیان ہوا تین جمرہ ہیں۔ چھوٹا۔ منجھلا اور بڑا شیطان۔ اس میں یہ حقیقت بتائی ہے کہ شیطان کا ابتدائی حملہ نہایت چھوٹا ہوتا ہے یا یوں کہو کہ شیطانی تحریکات جو گناہ کے لئے ہوتی ہیں وہ ابتداءً بہت معمولی ہوتی ہیں اس لئے یہ تحریک اپنی ابتدائی مرحلہ میں گویا چھوٹا شیطان ہوتا ہے پھر اس تحریک پر جب عزم کر لیا جاتا ہے اور گناہ کے لئے مقدمات کو انسان اختیار کر لیتا ہے تو یہ اس کا درمیانی حصہ ہوتا ہے اور جب اس گناہ کا اقدام اور تکمیل کرتا ہے تو یہ گویا گناہ کبیرہ ہوتا ہے اور یہ بڑا شیطان کہلاتا ہے پس شیطانی تحرکات کے یہ تین مدارج اس طرح پر دکھائے ہیں اور تصویری زبان میں ان جمرات کو دکھایا گیا ہے اور رمی کا آغاز چھوٹے شیطان پر ہی کنکریاں مارنے سے ہوتا ہے۔

سات کنکریوں کی تخصیص سوال ہوتا ہے کہ سات کنکریوں کی تخصیص کیوں کی ہے

میں اس کتاب میں سات کے عدد کے متعلق دوسری جگہ بحث کر آیا ہوں اور میں نے یہ بھی بتایا ہے کہ انسانی اعمال کے ساتھ عدد کا ایک تعلق ہے اور روزمرہ کے معاملات میں عدد کو دخل ہے۔ اور سات کا عدد اپنی جگہ پر ایک کامل عدد سمجھا گیا ہے۔ لیکن قطع نظر اس کے مجھے جو حقیقت اس کی سمجھائی گئی ہے میں اسے بیان کرتا ہوں۔

جہنم کے سات دروازے ہیں

اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے قرآن کریم سورۃ الحجر پارہ ۱۴ رکوع ۳ کی آخری آیۃ پر غور کرو۔ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ۔

اور جہنم ان سب کے لئے (متبعین شیطان) وعدہ کی جگہ ہے اس کے سات دروازے ہیں اور اس کے ہر دروازہ کے لئے انہیں سے ایک حصہ مقرر کر دیا گیا ہے۔

اس آیۃ سے پہلے شیطان اور اس کے عزائم اور عباد اللہ پر اس کے عدم تسلط کی تفصیل اللہ تعالےٰ نے فرمائی۔ اور شیطان کی اتباع کرنے والوں کے لئے جہنم کو مقرر کیا ہے اور قرآن کریم نے دوسرے مقامات پر اس کی صراحت فرمائی ہے۔ ان سات دروازوں کے متعلق مختلف بیانات ہیں کسی نے کہا کہ جہنم کے سات طبقات ہیں اور ان کے نام جدا جدا ہیں اور گناہوں کی مناسبت سے وہ نام ہیں میں ان تمام بحثوں میں نہیں جاتا۔ میں ایک عام فہم

بات بیان کرتا ہوں جو مجھے سمجھائی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ انسانی اعمال کے صدور کے سات ہی مرکز ہیں۔ (۱) ہاتھ (۲) پاؤں (۳) آنکھ (۴) کان (۵) ناک (۶) زبان (۷) فروج۔ انہیں دروازوں سے انسان جہنم میں داخل ہوتا ہے مثلاً زبان کے متعلق جو گناہ ہیں جیسے جھوٹ بولنا۔ انبیاء کی تکذیب۔ جھوٹی گواہی۔ افترا وافک۔ گالی دینا وغیرہ یہ سب گناہ جہنم کا راستہ ہے اسی طرح پر دوسرے اعضا کے ذریعہ جو گناہ صادر ہوتے ہیں یہ جہنم کے دروازے ہیں پس انسان جب رمی الجمار کرتا ہے تو وہ گویا شیطان کے مقابلہ کے لئے اپنے عزم کا اظہار کرتا ہے اور ہر کنکری کے مارنے میں تکبیر کہتے ہوئے ایک ایک دروازے کو بند کرنے کا عزم کرتا ہے اسی طرح پر سات کنکریاں مارنے میں یہ سمجھایا گیا ہے کہ ہر قسم کی وہ تحریکات جو گناہ کے لئے ان اعضا سے ہوتی ہیں یا ان کی تکمیل ہوتی ہے اس کو رجم کرو۔ ان کا مقابلہ کرو۔ میں اس کے متعلق کچھ اور بھی بیان کر سکتا ہوں۔ (بفضلہ تعالےٰ) مگر میرے خیال میں سلیم القلب اور اہل ذوق کے لئے اس قدر اشارہ بھی کفایت کرتا ہے۔

قربانی رمی کے بعد اس دوسرے دور کا دوسرا عمل قربانی ہے اور اس ترتیب میں یہ سبق ہے کہ جب تک انسان کامل طور پر شیطان کے تسلط سے نہ نکل جاوے اور اس سے کامل بیزاری اور کامیاب جنگ نہ کرے قربانی کی روح پیدا نہیں ہوتی۔

رمی کا آغاز بھی تکبیر سے ہوا تھا اور قربانی میں بھی تکبیر ہی کہی جاتی ہے
اور اس مناسبت سے ہی یہ اصل سمجھ میں آتا ہے کہ قربانی کی تکمیل
کے لئے پہلی شرط شیطان کا مقابلہ ہے۔ جب تک انسان گناہ آلود
زندگی کو ترک نہیں کرتا حقیقی قربانی کی روح بیدار نہیں ہوتی میں یہ
خیالی بات نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ اس حقیقت کا اظہار کر رہا ہوں جسکی طرف
قرآن کریم نے میری رہنمائی کی ہے چنانچہ قرآن مجید سورۃ المایدہ پارہ
۶ رکوع ۵ میں آدم کے دو بیٹوں کی قربانی کا ذکر آتا ہے اور اس میں
بالآخر بتایا کہ

اللہ تعالیٰ صرف متقیوں کی قربانی کو قبول کرتا ہے

اور حصول تقویٰ کے لئے شیطان کا مقابلہ ضروری ہے۔
اس لئے رمی الجمار میں حصول تقویٰ کا طریق تصویری زبان میں سمجھایا ہے
اور جب انسان اس مقام کو حاصل کر لیتا ہے تب اسے حقیقی قربانی کی
توفیق ملتی ہے۔

قربانی کے جانور غرض رمی الجمار کے بعد دوسرا عمل قربانی ہے۔
قربانی کے لئے شریعت نے تین جانور رکھے ہیں۔
(۱) اونٹ (۲) گائے (۳) بھیڑ بکری وغیرہ۔ اونٹ ہر قسم کے نر ہوں یا مادہ
ایسے ہی گائے بیل اور بکری اور بھیڑ وغیرہ۔ ایک شخص کے لئے ایک
اور اونٹ اور گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔

افضل قربانی
قربانی کے متعلق فقہا کہتے ہیں کہ افضل قربانی اونٹ کی ہے اور پھر گائے کی۔ یہ تو جانوروں کی قربانی کے متعلق فقہا کے خیالات ہیں میں اس حقیقت کو اپنے نقطۂ نظر سے دیکھتا ہوں۔ میں قربانی کے مدارج کو جانوروں کی حیثیت یا قیمت کے لحاظ سے قائم نہیں کرتا اور نہ حضرت فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے فکر و اجتہاد کی تحقیر کرتا ہوں۔ میں قربانی کے درجات کو قربانی کی اصل روح کے لحاظ سے دیکھتا ہوں جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کی قربانی کو قبول کرتا ہے قربانی کا مقصد صرف جانور کو ذبح کرنا اور اس کا خون بہانا نہیں اس کے متعلق تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دیکھو سورۃ الحج پارہ ۱۷ رکوع ۵ آیۃ ۳۷۔

لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَاؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ کَذٰلِکَ سَخَّرَھَا لَکُمْ لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِیْنَ۔

یعنے (یاد رکھو) ان قربانیوں کے گوشت اور خون اللہ تعالیٰ کو نہیں پہونچتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے حضور تمہارا تقویٰ پہونچتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان (جانوروں) کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اظہار کرو اس پر جو اس نے تم کو ہدایت دی اور محسنین کو بشارت دیدو۔

اس آیۃ میں اللہ تعالیٰ نے قربانی کے نغیر اور حقیقت کو کھولکر بیان کر دیا ہے کہ خون کا بہانا یا گوشت کا کھانا مقصود نہیں اصل مقصود تقویٰ القلوب ہے اللہ تعالیٰ کا تعلق قلوب سے ہے نہ کہ اجسام سے۔

قربانی کا سبق | یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس ظاہری قربانی کو

حج کے ساتھ رکھا ہے گویا وہ حج کے مناسک کا ایک جزو اعظم ہے بلکہ اگر یہ کہا جاوے کہ حج کی تکمیل ہے تو بے جا نہیں ہے۔ اور یہ ایک چارپایہ کو ذبح کرنے سے ہوتی ہے۔

اس میں یہ سبق دیا گیا ہے کہ تم کو اپنے ہاتھ سے اپنی بہیمیت کو ختم کر دینا چاہیئے جب تک انسان اپنے جذبات بہیمیت کو قربان نہیں کرتا اس وقت تک مقصد حج پورا نہیں ہوتا۔ اور بہیمی جذبات ہیں جو مختلف قسم کے گناہوں کے صدور کا باعث ہو جاتے ہیں اور اس حقیقت کو ایک اور رنگ میں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ انسان کے اندر جب تک وہ حقیقت عملاً پیدا نہیں ہوتی جو انسان کی تخلیق سے ہے۔ اور وہ اپنی عقل اور فطرت سلیم سے صحیح کام نہیں لیتا تو قرآن کریم اسے نہ صرف کالانعام کہتا ہے بلکہ ھُم اضل قرار دیتا ہے کہ وہ چارپائے ہی نہیں بلکہ اس سے بھی بدتر ہیں پس قربانی میں جب انسان اپنی بہیمیت پر چھری پھیر دیتا ہے تو وہ نہ صرف ان جذبات سے نکل کر انسانی پیدائش کی علت غائی کو اپنے عمل سے دکھا دیتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی قوتوں اور استعدادوں سے صحیح کام لیتا ہے۔

قربانی کا الہامی فلسفہ اب میں فلسفہ قربانی کے سلسلہ میں اس بصیرت افروز الہامی کلام کے ترجمہ کا اقتباس دیدینا ضروری سمجھتا ہوں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے الہام پاکر ایک عید الاضحی کی تقریب پر عربی زبان میں

بیان فرمایا اور خطبہ الہامیہ کے نام سے شائع ہوا ہیں اس کے اس قدر اقتباس کو یہاں درج کرتا ہوں جو قربانی کے متعلق ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی حقیقت اور ایک اعجاز ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس حقیقت کے سمجھنے اور عملاً نمایاں کرنے کی توفیق دے آمین۔

وہ اقتباس یہ ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خطبہ الہامیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ کام (یعنی قربانی کے جانوروں کے خون بہانے کا) ہمارے دین میں ان کاموں سے شمار کیا گیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا موجب ہوتے ہیں۔ اور اس سواری کی طرح یہ سمجھے گئے ہیں کہ جو اپنی سیر میں بجلی سے مشابہ ہو۔ جس کو بجلی کی چمک سے مماثلت حاصل ہو۔ اور اسی وجہ سے ان ذبح ہونے والے جانوروں کا نام قربانی رکھا گیا کیونکہ حدیثوں میں آیا ہے۔ کہ یہ قربانیاں خدا تعالیٰ کے قرب اور ملاقات کا موجب ہیں۔ اس شخص کے لئے کہ جو قربانی کو اخلاص اور خدا پرستی اور ایمان داری سے ادا کرتا ہے۔ یہ قربانیاں شریعت کی بزرگ تر عبادتوں میں سے ہیں اور اسی لئے قربانی کا نام عربی میں نسیکہ ہے۔ اور نسک کا لفظ عربی زبان میں فرمانبرداری۔ اور بندگی کے معنوں میں آتا ہے۔ اور ایسا ہی یہ لفظ یعنی نسک ان جانوروں کے ذبح کرنے پر بھی زبان مذکور میں استعمال پاتا ہے۔ جن کا ذبح کرنا مشروع ہے۔

پس یہ اشتراک کہ جو نسک کے معنوں میں پایا جاتا ہے قطعی طور پر

اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حقیقی پرستار اور سچا عابد وہی شخص ہے۔
جس نے اپنے نفس کو معہ اُس کی تمام قوتوں اور معہ اس کے ان مجبوریوں کے جن کی طرف اس کا دل کھینچا گیا ہے۔ اپنے رب کی رضا جوئی کے لیئے ذبح کر ڈالا ہے اور خواہش نفسانی کو دفع کیا۔ یہاں تک کہ تمام خواہشیں پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں۔ اور نابود ہو گئیں۔ اور وہ خود بھی گداز ہو گیا۔ اور اس کے وجود کا کچھ نمود نہ رہا۔ اور چھپ گیا۔ اور فنا کی تند ہوائیں اس پر چلیں۔ اور اس کے وجود کے ذرات کو اس ہوا کے سخت دھکے اڑا کر لے گئے۔
اور جس شخص نے ان دونوں معنوں میں کہ جو باہم نسک کے لفظ میں شراکت رکھتے ہیں غور کی ہوگی۔ اور اس مقام کو تدبر کی نگاہ سے دیکھا ہوگا۔ اور اپنے دل کی بیداری اور دونوں آنکھوں کے کھولنے سے پیش وپس کو زیر نظر رکھا ہوگا۔ پس اس پر پوشیدہ نہیں رہے گا۔ اور اس امر میں کسی قسم کی نزاع اس کے دامن کو نہیں پکڑے گی۔ کہ دو معنوں کا اشتراک کہ جو نسک کے لفظ میں پایا جاتا ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ کہ وہ عبادت جو آخرت کے خسارہ سے نجات دیتی ہے وہ نفسِ امارہ کا ذبح کرنا ہے۔ جو بُرے کاموں کے لئے زیادہ سے زیادہ جوش رکھتا ہے۔ اور ایسا حاکم ہے۔ کہ ہر وقت بدی کا حکم دیتا رہتا ہے۔ پس نجات اس میں ہے کہ اس بڑا حکم دینے والے کو انقطاع الی اللہ کی کاردوں سے ذبح کر دیا جائے۔
اور خلقت سے قطع تعلق کر کے خدا تعالےٰ کو اپنا مونس اور آرام جان قرار دیا جائے۔ اور اس کے ساتھ انواع واقسام کی تلخیوں کی برداشت کی جائے تا نفس غفلت کی

موت سے نجات پائے۔ اور یہی اسلام کے معنے ہیں اور یہی کامل طاعت
کی حقیقت ہے اور مسلمان وہ ہے جس نے اپنا مونہہ ذبح ہونے کے لئے
خدا تعالیٰ کے آگے رکھدیا ہو۔ اور اپنے نفس کی روشنی کو اس کے لئے
قربان کردیا ہو۔ اور ذبح کے لئے اپنی پیشانی کے بل اس کو گرادیا ہو۔ اور
موت سے ایک دم غافل نہ ہو۔

پس حاصل کلام یہ ہے کہ ذبح اور قربانیاں جو اسلام میں مروج
ہیں۔ وہ سب اسی مقصود کے لئے جو بذل نفس ہے۔ بطور یاددہانی ہیں
اور اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے ایک ترغیب ہے۔ اور اس حقیقت
کے لئے جو سلوک تام کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ ایک ارہاص ہے۔ پس
ہر ایک مرد مومن اور عورت مومنہ پر جو خدائے ودود کی رضا کی طالب
ہے۔ واجب ہے۔ کہ اس حقیقت کو سمجھے۔ اور اس کو اپنے مقصود
کا عین قرار دے۔ اور اس حقیقت کو اپنے نفس کے اندر داخل کرے۔
یہاں تک کہ وہ حقیقت ہر ذرہ وجود میں داخل ہو جائے۔ اور راحت
اور آرام اختیار نہ کرے۔ جب تک کہ اس قربانی کو اپنے رب معبود کیلئے
ادا نہ کرے اور جاہلوں۔ اور نادانوں کی طرح صرف نمونہ اور پوست
بے مغز پر قناعت نہ کر بیٹھے۔ بلکہ چاہیئے۔ کہ اپنی قربانی کی حقیقت کو
بجا لائے۔ اور اپنی ساری عقل کے ساتھ اور اپنی پرہیزگاری کی روح سے
قربانی کی روح کو ادا کرے یہ وہ درجہ ہے۔ جس پر سالکوں کا سلوک
انتہا پذیر ہوتا ہے۔ اور عارفوں کا مقصد اپنی غایت کو پہونچتا ہے۔

اور اس پر تمام درجے پرہیزگاروں کے ختم ہوجاتے ہیں۔ اور سب منزلیں راستبازوں اور برگزیدوں کی پوری ہوجاتی ہیں۔ اور یہاں تک پہونچکر سیر اولیاء کا اپنے انتہائی نقطہ تک جا پہونچتا ہے۔ اور جب تو اس مقام تک پہونچ گیا۔ تو تونے اپنی کوشش کو انتہا تک پہونچا دیا۔ اور فنا کے مرتبہ تک پہونچ گیا۔ پس اس وقت تیرے سلوک کا درخت اپنے کامل نشو و نما تک پہونچ جائے گا۔ اور تیری رُوح کی گردن تقدس اور بزرگی کے مرغزار کے نرم سبزہ تک پہونچ جائے گی۔ اس اونٹنی کی مانند جس کی گردن لمبی ہو۔ اور اُس نے اپنی گردن کو ایک سبز درخت تک پہونچا دیا ہو۔ اور اس کے بعد حضرت احدیت کے جذبات ہیں۔ اور خوشبوئیں ہیں۔ اور تجلیات ہیں۔ تا وہ بعض ان رگوں کو کاٹ دے۔ کہ جو بشریت میں سے باقی رہ گئی ہوں اور بعد اس کے زندہ کرنا ہے۔ اور باقی رکھنا اور قریب کرنا اس نفس کا جو خدا تعالےٰ کے ساتھ بحر چکا ہے۔ جو خدا سے راضی اور خدا اس سے راضی۔ اور فنا شدہ ہے تا کہ بندہ حیاتِ ثانی کے بعد قبول فیض کے لئے مستعد ہوجائے"۔

پھر فرماتے ہیں:۔

"پس اس مقام سے غافل مت ہو۔ اے مخلوق کے گروہ اور نہ اس بھید سے غافل ہو۔ جو قربانیوں میں پایا جاتا ہے۔ اور قربانیوں کو اس حقیقت کے دیکھنے کے لئے آئینوں کی طرح بنا دو۔ اور ان وصیتوں کو مت بھلا۔ اور ان لوگوں کی طرح مت ہوجاؤ۔ جنہوں نے

اپنے خدا اور اپنی موت کو بھلا رکھا ہے۔ اور اس پوشیدہ بھید کی طرف
خدا تعالیٰ کے کلام میں اشارت کی گئی ہے۔ چنانچہ خدا جو اصدق
الصادقین ہے۔ اپنے رسول کو فرماتا ہے۔ کہ ان لوگوں کو کہدے
کہ میری نماز اور میری عبادت اور میری قربانی اور میری زندگی۔ اور میری
موت سب اس خدا کے لئے ہے۔ جو پروردگارِ عالمیاں ہے۔ پس
دیکھ کہ کیونکر نسک) کے لفظ کی حیات اور ممات کے لفظ سے تفسیر کی ہے"

ایام تشریق ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲ ذی الحجہ کی تاریخیں ایام تشریق کہلاتی
ہیں ان تاریخوں میں قربانی کی جاتی ہے۔ حضرت
شافعی رحمت اللہ علیہ کے نزدیک ۱۳ ذی الحجہ تک بھی قربانی کرنا جائز
ہے ان ایام کا نام ایام تشریق اپنے لغوی معنوں کے لحاظ سے
ہی ہے تشریق اللحم کے معنے ہیں گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے
کاٹ کر دھوپ میں خشک کرنے کے لئے پھیلانا ہے چونکہ منیٰ میں قربانیوں
کے گوشت کی کثرت ہوتی ہے اسلئے انہیں خشک کر لیا جاتا ہے۔
و تشریق سے مراد مشرق کی طرف جانا اور منہ کرنا بھی ہے۔
مشرق طلوع آفتاب کا مقام ہے اور یہ اشراق کے مشتقات میں
سے ہے جس کے معنے ہیں روشن ہونا۔ چونکہ آفتاب مشرق سے طلوع
ہو کر نور پھیلا دیتا ہے اس لئے اس کو مشرق کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سورۃ الزمر پارہ: ۲۲ رکوع ۸ آیۃ ۷ میں فرماتا ہے:
وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا

اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی۔ غرض ایام تشریق کو تعلق ہے نور اور روشنی سے۔ اور قربانی کا ان ایام میں رکھنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حقیقی قربانی میں یہ خاصیت ہے کہ اس کے کرنے والے کو ایک نور دیا جاتا ہے اور جہاں نور آتا ہے ظلمت باقی نہیں رہتی۔ گویا جب قربانی کی حقیقی رُوح اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے تو ہر قسم کی تاریکی سے وہ نجات پا لیتا ہے اور یہی وہ مقام ہوتا ہے جو قرآن کریم کی تعلیم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع میں عمل کرنے سے ملتا ہے اس لئے کہ قرآن کریم حضور کے مقصد بعثت میں یہ امر داخل ہے (سورۃ ابراہیم پارہ ۱۳ آیۃ اول)

الٓرٰ۔ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ۬ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ۔

میں اللہ جو دیکھنے والا ہوں یہ کتاب جو ہم نے تیری طرف اتاری ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ تو لوگوں کو ہر قسم کی تاریکیوں سے نکال کر اپنے رب کے حکم سے نور کی طرف لے جائے اور اس راستہ کی رہنمائی کرے جس پر چل کر انسان غالب ہو جاتا ہے اور اس سے ایسے کاموں کا صدور ہوتا ہے جو ہر طرح ستائش کے قابل ہوتے ہیں۔

اس آیۃ اور سورۃ زمر کی آیۃ کو مدنظر رکھ کر ایام تشریق کی اہمیت کا اندازہ مومن بآسانی کر سکتا ہے اور یہ سمجھ لینا کچھ بھی مشکل نہیں رہتا کہ اس نور کے حصول کا ذریعہ قربانی ہے اور یہ قربانی

انسان کو ایک نور اور چمک عطا کرتی ہے۔ اور اس روشنی میں انسان ہر ایک قسم کی تاریکیوں سے نجات پاتا ہے اس لئے ایام تشریق کو محض قربانیوں کے گوشت کے ایام ہی نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ اس اصل روح کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہئے اور اس لئے ان ایام میں تکبیرات کے کہنے کا حکم ہے۔ تکبیر میں انسان اولاً اپنے قول سے اللہ تعالےٰ کی توحید اور اس کی عظمت وکبریائی کا اقرار اور اس کی حمد کرتا ہے۔ گویا ان ایام میں عملاً اپنے اندر اسے اس حقیقت کو پالینا چاہئے کہ اللہ تعالےٰ کی توحید اور اس کی کبریائی کا ایسا نقش اس کے قلب پر پیدا ہو جائے کہ

ماسوی اللہ کا نشان مٹ جاوے

توحید کے اس مقام کی حقیقت کو نہ سمجھ کر بعض لوگوں نے ہمہ اوست کا مسئلہ ایجاد کر لیا میں تو ان کے متعلق یہی کہوں گا۔

چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

سر کا منڈوانا

غرض یہ ہے قربانی کی حقیقت۔ اس کے بعد تکمیل حج یا قیام منیٰ کا آخری عمل سر کا منڈوانا ہے۔ اس وقت تک ہر قسم کی آرائش و زیبائش سے انسان الگ تھا اور قربانی کے بعد اسے ایک نئی حیات ملتی اور نئی پیدائش ہوتی ہے۔ اب وہ باوجود ہر قسم کی آرائش کے رو بدنیا نہیں بلکہ رو بخدا ہوتا ہے بشرطیکہ اس میں وہ روح ہجرت

پیدا ہو چکی ہو جو حج کا منشاء ہے تو جیسے نئی پیدائش پر بچے کا سر مونڈ دیا جاتا ہے اسی طرح پر گویا اس حیات نو میں وہ سر کو منڈوا لیتا ہے اور پھر اس کے لئے وہ چیزیں جو جائز اور حلال تھیں مگر احرام کے بعد ان سے اسی طرح روک دیا گیا تھا (جیسے روزہ میں ایک وقت تک کے لئے روک دیا جاتا ہے) ان کی اجازت ہو جاتی ہے۔

زیارت عرفات سے واپس آکر قیام منیٰ میں حج کے جو مناسک ہیں ان کا ذکر آ چکا صرف طواف کا باقی ہے اور یہ طواف فرض کہلاتا ہے سورۃ الحج میں جہاں مناسک حج کا ذکر ہے (سورۃ الحج پارہ ۱۷ رکوع ۲ آیۃ ۳۰) وہاں فرمایا

وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ۔

اور چاہئے کہ آزاد (قدیم) گھر کا طواف کریں۔ بیت العتیق کے متعلق میں اس کتاب کے صفحہ ۲۵ پر ذکر کر آیا ہوں اس جگہ میں نے اس آیۃ کو اس مقصد سے پیش کیا ہے کہ تکمیل حج کے لئے یہ طواف فرض ہے اور یہ وقوف عرفات کے بعد یوم العید (۱۰ ذی الحجہ) کو یا ایام تشریق میں کیا جاوے۔ منیٰ سے آکر طواف کر کے واپس منیٰ میں جا کر پھر رمی جمرات کی تکمیل کرے۔ اس طواف کا مشہور نام طواف زیارت اور طواف یوم النحر طواف اضافہ بھی ہے یہ طواف قربانی کر کے اور حلق کے بعد ۱۲ ذی الحجہ تک ہو سکتا ہے لیکن افضل یہ ہے کہ ۱۰ ہی کو کیا جاوے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت بھی ہے آپ نے ۱۰ ذی الحجہ کو

طواف زیارت فرمایا تھا۔ اور یہ طواف اسی طریق پر ہوتا جیسے پہلے طواف ہوئے باب السلام سے مسجد الحرام میں داخل ہو کر طواف کیا جاوے مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز اور آب زمزم کا پینا اور صفا و مروہ کی سعی۔

نماز ظہر کہاں پڑھی جاوے

اس مسئلہ میں ایک اور بحث اس خصوص میں ہے کہ جو شخص صبح کو آ کر طواف کرے اور منیٰ کو بھی اسے جانا ہے تو نماز ظہر کہاں پڑھے مسجد الحرام میں یا منیٰ میں دونوں قسم کی روایات ہیں مگر ان کو اختلاف کہنا غلطی ہے کیوں نہ یہ کہا جاوے کہ دونوں جگہ جائز ہے لیکن چونکہ بیت اللہ میں نماز افضل ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ یہاں ظہر کی نماز پڑھ کر منیٰ واپس چلا جاوے۔

مناسک حج کی تکمیل ہے جیسا کہ میں پہلے بیان کر آیا ہوں حج کی تکمیل کے بعد گویا مومن ایک نئی زندگی حاصل کرتا ہے۔ اسے چاہئے کہ ان فیوض و برکات کو دائمی بنا لے جو ان ایام میں اس نے حاصل کئے ہیں اس کے بعد جس قدر ایام مکہ معظمہ میں قیام کے لئے ملیں وہ از بس غنیمت اور فضل ربی ہیں ان ایام میں انسان روزانہ طواف کر سکتا ہے مگر ضرورت اس امر کی ہے کہ ان اعمال کی حقیقت اپنے اندر پیدا کی جاوے۔

منیٰ سے مکہ کو واپسی

۱۲ ذی الحجہ کی دوپہر سے واپسی شروع ہو جاتی ہے اور اس قسم کی افرا تفری ہوتی ہے کہ الامان اور

ہر معلم تو یہ کوشش کرتا ہے کہ وہ جلد سے جلد اپنے حاجیوں کو لیکر روانہ ہو جائے
اسلئے قبل زوال ہی لیکر چلنے کی کوشش کرتے ہیں ایک ایسی دھکا پیل درکش مکش
ہوتی ہے کہ وہ صرف دیکھی جا سکتی ہے بیان نہیں کیجا سکتی مگر یہ اللہ تعالیٰ کا فضل
اور حرمت مکہ کا ایک زندہ نشان ہے کہ کسی قسم کا حادثہ نہیں ہوتا۔

وادیٔ محصّب راستہ میں جنت المعلیٰ کے قریب مکہ کی آبادی شروع ہونے سے پہلے ایک مقام وادی محصّب کہلاتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے مکہ واپس ہوتے ہوئے اس جگہ تھوڑی دیر کیلئے نزول فرمایا تھا اور
اس نزول کے متعلق بھی ایمہ اہل حدیث میں اختلاف ہے کہ آیا یہ سنت
ہے یا نہیں۔ میرے اپنے فہم کے موافق اس قسم کی بحثوں میں جانا غیر
ضروری ہے۔ اگر کوئی قیام کر سکتا ہے یا کرنا چاہتا ہے تو کرلے اور نہ کرے
تو ہرج نہیں اس لئے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت
ابن عباس رضی اللہ عنہ نے صراحتاً کہا ہے کہ یہ قیام بغرض عبادت نہ تھا بلکہ
بغرض استراحت تھا۔ اور دوسری طرف سنت رسول کے عاشق و شیدائی حضرت
ابن عمرؓ اس پر عمل کرتے تھے۔ غرض آسان فیصلہ وہی ہے جو میں نے لکھدیا ہے۔
جہانتک میرے علم و عمل میں آیا میں نے مناسک حج اور انکی حقیقت جو میں نے سمجھی
بیان کردی ہے اب میں اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم سے حج کے متعلق یہ ہیت مجموعی مختصر
ہی بحث کرجانا ضروری سمجھتا ہوں اور اسکے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حجۃ الوداع
پر اس کتاب کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں اور مختصراً بطور ضمیمہ اپنے تاثرات
حج کو بھی درج کردینا چاہتا ہوں و باللہ التوفیق۔

خلاصۃ الکلام وتوضیح المرام

الحمدللہ میں حج کے متعلق ضروری امور بیان کرچکا اب میں خلاصۃ الکلام کے طور پر ایک اجمالی بحث اس موضوع پر کردینا چاہتا ہوں تاکہ یکجائی طور پر مقاصد حج سمجھ میں آجاویں۔

عبادات کا مقصد اعظم

اسلام نے جو عبادات مقرر کی ہیں۔ وہ در اصل تجدید اور تکمیل ہے ان طریقوں کی جو عبادات کے انسان کی تخلیق کے ہی ساتھ بتائے گئے تھے نیز اسلام نے عبادات کی حقیقت اور مغز کو دنیا کے سامنے پیش کیا اس تکمیل کی آخری اینٹ یوم الحج میں رکھی گئی جب کہ الیوم اکملت لکم دینکم کی آیت نازل ہوئی۔ تمام عبادات کے اعمال و ارکان درحقیقت عبادات کے اجسام ہیں اور ان کی غرض وغایت یا رُوح تقویٰ ہے۔

حج کا مقصد

جہاں تک حج کا تعلق ہے یہ انسان کے اندر معرفت اور یقین کی اک رُوح کو پیدا کرتا ہے جو اسے اپنی بہیمیت ہی قربان کرنے کا سبق نہیں دیتا بلکہ ہر قسم کی قربانی کی اک روح کو پیدا کرتا ہے جس کو قرآن کریم نے قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین کے الفاظ میں بیان کیا ہے اور

دوسری جگہ قرآن کریم اسے اس طرح بیان کرتا ہے (پارہ ۴)

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

تم نیکی کے اس مقام اور حقیقت کو نہیں پا سکتے جب تک تم اپنی مالوفات و محبوبات کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کر دیتے۔ غرض حج انسان کی قوت یقین اور معرفت کو ایک بصیرت کے رنگ میں تبدیل کر دیتا ہے اور شنید کو دید سے بدل دیتا ہے۔

حج تمام عبادتوں کا جامع ہے

حج تمام عبادتوں کی ایک مجموعی صورت رکھتا ہے مثلاً نماز کا کیا مقصد ہے قرآن کریم بتاتا ہے۔

(پارہ ۲۱ سورہ عنکبوت)

اَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ

(ترجمہ) نماز کو قائم کرو۔ یقیناً نماز ہر قسم کی بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی تذکیر ہے اور ذکر الٰہی بہت بڑی چیز ہے۔ یہاں اجمالی طور پر نماز کے ثمرات کو بیان کر دیا اور اس طرح روح نماز بتا دی اور اسے ذکر اللہ قرار دیا اور ذکر اللہ ہی سب سے بڑی چیز ہے۔ اب دیکھو حج کا آغاز جو احرام سے ہوتا ہے اس میں لبیک پکارا جاتا ہے اور حج کے اختتام پر تشریق میں تکبیر کو تکمیل کا آخری جزو قرار دیا اور احرام کے

ساتھ ہی ہر قسم کی منہیات سے بچنے کا حکم دے دیا۔

کہ جس شخص پر حج فرض ہوگیا اسے لازم ہے کہ ہر قسم
فحش کلام و حرکات اور ہر قسم کی بدگوئی یا گالی گلوچ
اور ہر قسم کے جھگڑے سے باز رہے۔

اور ایام حج میں ہر کام نیکی ہی کا ہے اور بہترین زاد راہ تقویٰ حاصل کرو اور اسی طرح یہ روزے سے بھی تعلق ہے جس طرح روزے میں زبان آنکھ اور دوسرے جو ارح پر ایک حکومت کا سبق دیا گیا حج کے لوازم کا بھی یہی مقصد ہے ہاں روزے کی حالت میں اس کے ان اعمال کا دائرہ محدود تھا لیکن حج کی صورت میں بین الاقوامی اور عالمگیر رنگ رکھتا ہے کیونکہ حج میں مختلف ممالک اور مختلف مذاق کے لوگ جمع ہوتے ہیں اور ایسے مجموعہ میں انسان کو اپنے جذبات پر قابو رکھنا آسان نہیں لیکن حج کی تکمیل اور اس کی صحیح روح کی تخلیق بغیر اس کے پیدا نہیں ہوسکتی پھر حج میں قربانی اور صدقہ بھی ضروریات دین میں داخل ہیں اور بعض حالتوں میں

روزہ ضروری ہے جو بطور کفارہ ہوتا ہے

غرض حج تمام عبادات کا نہ صرف جامع ہے بلکہ ان کی مکمل صورت اور مغز کو لئے ہوئے ہے۔

| حج تمدنی ترقی کی صحیح تصویر ہے | تمدن اور تہذیب کی ابتدائی |

تاریخ اور اس کی ارتقائی منازل پر جب انسان غور کرتا ہے
اور اب تو اس خصوص پر بے شمار کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں۔
اور بعض لوگوں نے اس موضوع کو اپنی تحقیقات کا ایک خاص
مشغلہ قرار دیا ہے لیکن حج اس کی نہ صرف تاریخ بلکہ اس کے
مقصد و غایت کو پیش کرتا ہے اور یہ سب کچھ مکہ معظمہ کی تاریخ
میں موجود ہے۔

یہ موضوع بڑا دلچسپ اور علمی ہے اور جی چاہتا ہے کہ اس سلسلہ
میں فلسفۂ اجتماعیات پر بحث کروں مگر میں تنگیٔ داماں کی وجہ سے
قاصر ہوں کیا یہ حقیقت نہیں کہ موجودہ ملکوں اور شہروں کی ابتدائی
شکل و صورت اس سے زیادہ نہ تھی کہ ایک خاندان تھا پھر اس کے
شعوب اور قبائل پھیلے اور غاروں سے نکل کر جھونپڑیوں کی صورت
سے مختصر آبادیاں بنیں پھر شہر اور ملک اور اب وسائل آمد و رفت
کی آسانیوں نے ساری دنیا کو ایک شہر بنا دیا اس حقیقت کو مکہ کی
آبادی کی تاریخ میں پڑھو ابوالانبیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
بے آب و گیاہ وادی میں

اپنی بیوی اور بیٹے کو چھوڑ دیا

پھر اسی آبادی نے آج اسے مرکزی حیثیت دے دی اس تاریخ
پر غور کرو کہ اس بے آب و گیاہ وادی میں سکونت کرنے والوں
روح ہجرت کا کامل نمونہ دکھایا تھا

اور یہی مقصد اس مرکز کا تھا اور اسے دنیا کے ہر قسم کے مالوفات اور مرغوبات سے الگ کر دیا گیا تھا اور مقصد صرف یہ تھا کہ

اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے عاشقانہ روح پیدا ہو

قوموں میں اجتماعی فطرت آج دنیا کی متمدن قومیں اس تگ و دو میں ہیں کہ انسانی تفرقہ کو ایک وحدت میں تبدیل کیا جاوے اولاً نقل و حمل کے سامان اور آمد و رفت کے ذرائع کے ذریعہ ملکوں اور قوموں کو قریب کیا گیا پھر ایک دوسرے کے کلچر اور رسم و رواج کی نقل سے ایک قسم کی وحدت پیدا کرنے کی کوشش جاری ہے۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ جس قدر یہ قوموں اور ملکوں کے فاصلہ کو کم کرنے کے سامان پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں اور ان کو ایک دوسرے کے قریب کیا جاتا ہے اسی قدر

تفرقہ کے سامان بڑھتے جاتے ہیں

اور یہ تفرقہ جسمانی نہیں بلکہ دل و دماغ میں ایسے جذبات پیدا ہو رہے ہیں کہ جس سے منافرت، بغض پیدا ہوتا ہے قوموں پر قومیں چڑھ رہی ہیں اور ایک دوسرے کی تباہی پر خوشی کے شادیانے بجائے جا رہے ہیں۔

اسلام کی خصوصیت اور امتیاز حضرت ابوالانبیاء ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ حقیقی تمدن کی بنیاد مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں

رکھی گئی۔ اس تمدن کا بنیادی مقصد بھی ایک اجتماع اور قوموں اور ملکوں کے تفرقوں کو یکجائی صورت دینا تھا لیکن اس کی روح

روح انسانیت تھی

نہ صرف قوموں اور ملکوں کو جسمانی طور پر ایک دوسرے کے قریب کرنا چاہتا تھا بلکہ وہ ان کے دلوں کو متحد کر دینا چاہتا تھا اور یہ ہو کر رہا اور اسلام نے عداوتوں کو محبت اور اخوت کے رنگ میں تبدیل کر دیا اور اس مرکز میں جمع کر کے ہر قسم کے تفرقوں کو مٹا دیا نہ زبانوں کا اختلاف پیدا ہوتا ہے نہ رنگ کی خصوصیت اور امتیازی کسی قسم کا تفرقہ پیدا کرتا ہے اور نہ معاشی حالات کسی قسم کا امتیاز باقی رکھ سکتے ہیں سب کے سب حج کی تقریب پر انسانی اخوت اور مساوات کا ایک مظاہرہ کرتے ہیں نہ گورے کو کالے سے نفرت ہے نہ بادشاہ کو فقیر سے سب ایک ہی لباس میں ایک ہی صورت وشکل میں ایک ہی کلمہ پر متحد نظر آتے ہیں تصور کی آنکھ سے اس میدان عرفات اور بیت اللہ کے منظر کو دیکھو کہ

ساری دنیا کے انسانوں کا مرکز ایک ہے اور
سب ایک ہی مقصد کے لئے جمع ہیں اور وہ
مقصد صرف اللہ تعالیٰ قرب حاصل کرنا ہے۔

دنیا کی کانفرنسوں اور اجتماعوں میں یہ صورت کہاں ؟ آج قومیں جمع ہوتی ہیں ان کے بہترین دماغ باہم تبادلہ خیالات کرتے ہیں۔

امن پیدا کرنا چاہتے ہیں ان کے ارادوں اور نیات کا علم اللہ کو ہے مگر نتیجہ جو سامنے ہے کہ

اتحاد اختلاف سے اور امن جنگ سے تبدیل ہوتا ہے

حج ایک سبق دیتا ہے کہ دنیا کا اتحاد اور امن موقوف ہے

اسی مرکز پر جمع ہو جانے پر

انسانی اخوت اسی گھر سے تعلق رکھکر پیدا ہو سکتی ہے۔

آثار قدیمہ اور یادگار

آج دنیا میں آثار قدیمہ کے محکمہ ہر ملک اور ہر قوم میں قائم ہیں اور نام نہاد مہذب قومیں اپنے آثارِ قدیمہ کی حفاظت کرتی ہیں اور مقصد صرف اس قدر ہے کہ ان پتھروں اور ٹوٹے پھوٹے برتنوں یا سکوں اور دوسری چیزوں کو ایک عجائبات کے طور پر جمع کریں مگر اسلام نے آثار قدیمہ کے نظریہ کو بدل دیا اور پرانی یادگاروں کو صرف سیر و تماشے کے لئے نہیں رکھا بلکہ ان کو اس مقصد سے پیش کیا تاکہ انسان اپنی نیکی اور سعادت کی قوتوں میں ایک بیداری پیدا کرے۔

سوچو! حج کیا ہے؟ یہ بھی ایک یادگار ہے ایک آثارِ قدیمہ کا مرکز و مخزن ہے۔ جہاں حضرت ابو الانبیاء ابراہیم علیہ السلام کی قربانیوں کی یادگار ہے۔ وہاں کی سب چیزیں آثارِ قدیمہ ہیں مگر وہ اس لئے نہیں کہ

انہیں عجائب خانہ بنا دیا جائے اور سیر و تفریح کا ایک مرکز قرار دیا جائے ہرگز نہیں اس کا مقصد نہایت اہم اور بلند ہے وہ ابراہیمی روح عمل کا حصول ہے۔ کچھ شک نہیں یہ ایک یادگار ہے مگر یادگار ہے جذبۂ قربانی اور ذبح عظیم کی۔ کہ کس طرح پر انسان جب اپنے مولیٰ پر ایمان لے آتا ہے تو وہ اس راستہ میں دنیا کی پیاری سے پیاری چیزوں کو قربان کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے اور جب یہ روح پیدا ہو جاتی ہے تو وہ اس قوت کو حاصل کرتا ہے جو قوت امامت ہے ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا کا انعام دیا اور پھر ابراہیمی دعا پر کہ میری اولاد کو بھی اس انعام سے سرفراز فرمایا جائے تو اللہ تعالیٰ نے جو جواب اس دعا کا دیا اس میں اس حقیقت کو بیان کر دیا کہ

انعام امامت کے لئے ظالم نہ ہونا شرط ہے

غرض حج اپنے اندر ایک فلسفہ اجتماعیات رکھتا ہے اور اس اجتماعیات کی روح اخوت و محبت اور امن کی تخمیر سے پیدا ہوتی ہے اور یہ موقوف ہے ماسوی اللہ اور جذبات کی قربانی پر۔ غرض حج اخوت و مساوات کا ایک سبق ہے اور وہ ہر قسم کی ترقیات کا ذریعہ ہے اور وہ ایک مرکزی نظام کی اہمیت اور ضرورت کو ہر وقت پیش کرتا ہے اور اس ابراہیمی یادگار اور قربانی

کو تمہارے سامنے اس لئے پیش نہیں کرتا کہ تمہاری چھری ایک دنبہ یا اونٹ یا گائے۔ بھیڑ بکری کو ذبح کر دے بلکہ جس طرح پر وہ جانور تمہارے سامنے اپنی گردن رکھ دیتے ہیں چاہیئے کہ تمہارے دل و دماغ اور جوارح پر بھی یہی کیفیت طاری ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور حصول قرب کے لئے تمہاری خواہشیں اور مالوفات قطعاً روک نہ ہو سکیں۔ اس کی محبت اور عشق تمہارے جسم کے ہر ذرہ اور قطرہ خون میں سرایت کر جاوے اور اشد حبا للہ کا تم عملی نمونہ بن جاؤ۔

ابراہیمی ابتلاء

اور یہی حقیقت اسلام ہے اور یہی حقیقت ابراہیم علیہ السلام میں موجود تھی۔ اس کا ثبوت خود قرآن کریم کی شہادت ہے ابراہیم علیہ السلام کے دو عملی نمونوں کو قرآن پیش کرتا ہے اول یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش کی تو وہ اس امتحان میں صادق اور کامل وفادار ثابت ہوئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (سورۃ بقرہ پارہ اول رکوع ۱۵ آیۃ ۱۲۵)

وَاِذِ ابۡتَلٰۤى اِبۡرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ

اور (سوچو تو سہی) جب ابراہیم کو اس کے پروردگار نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ اس امتحان میں پورا اترا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تجھے انسانیت کا امام بنانے والا ہوں۔

اس امتحان و آزمائش ابراہیمی کا نتیجہ امامت انسانیت کا عطیہ تھا اور اس کا ظہور کامل طور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے ہوا جبکہ آپ کی دعوت و رسالت کے لئے یہی اعلان ہوا کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف رسول ہو کر آیا ہوں اور میں کافۃ الناس کے لئے رسول ہوں۔

ابراہیمی ابتلا کو حج کے ساتھ خاص تعلق ہے اور قرآن کریم میں غور کرو کہ اسی سلسلہ ابتلا میں تاسیس کعبہ وغیرہ کا ذکر آتا ہے اور بالآخر وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ۖ اس کے عام معانی اور عمل سے قطع نظر اس میں اسی ابراہیمی رُوح کو پیدا کرنے کا اشارہ ہے۔

اور حج ہر سال مسلمانوں کو یہ سبق دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عملی زندگی اور روح قربانی کو تمہارے سامنے دائمی نشان کے طور پر رکھا۔ امامت کے عطیہ کے لئے قربانی کامل کی ضرورت ہے ناقص کی نہیں۔ اور توحید کامل اور تبتل الی اللہ درکار ہے اس لئے کہ میثاق امامت کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر دیا کہ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ۝ کہ ہمارا یہ میثاق امامت ان لوگوں کے لئے نہیں جو مشرک ہوں ان کے لئے بھی نہیں جو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ماموروں کی تکذیب کریں ان کے لئے بھی نہیں جو ظالمانہ طریق عمل اختیار کریں

اس طرح پر حج تمہارے اندر رُوح ابراہیمی کے بیدار کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور وہ ایک جامع عبادت ہے۔ اور یہ عبادت عاشقانہ رنگ رکھتی ہے جس میں انسان اپنی مرضیات اور شہوات نفس کو ترک کر دیتا ہے اور اس کے مدنظر محبوب کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے اور اس حقیقت کو اسلام نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ میں سمجھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مطلوب محبوب مطاع اور معبود نہیں۔ اور حج میں دیکھو احرام سے لے کر آخری تکبیر تک اسی کی تعلیم ہے۔

حج مرکزیت کا سبق دیتا ہے

حج اس اہم امر کی طرف توجہ دلاتا ہے جس کو مرکزیت کہتے ہیں مرکز سے صرف یہ مراد نہیں کہ کسی خاص مقام کو مرکز قرار دیدیا جائے وہ تو ایک ظاہری صورت ہے اصل مقصد یہ ہے کہ ان تمام مقاصد و اغراض پر سب متحد ہو جائیں جو مرکز کی تاسیس میں ہیں کعبۃ اللہ کو جو مرکز قرار دیا گیا تو اس میں یہی مقصد عظیم ہے کہ

تعمیر و تاسیس کعبہ کا جو مقصد ہے اس پر عملاً متحد ہوں وہ مقاصد میں پہلے بیان کر چکا ہوں اور خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا بھی اسی مقصد کو ظاہر کرتی ہے۔ سورۃ البقرہ پارہ (۱) آیۃ ۱۲۸

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ

اے ہمارے رب ہمیں ایسی توفیق عطا فرما کہ تیرے کامل فرمانبردا

ہوں اور ہماری نسل سے بھی ایک ایسی قوم تیار کردے کہ
وہ تیری وفادار ہو۔

یہ آخری حصہ بتاتا ہے کہ وہ امتہ مسلمہ ایک نقطۂ اسلام پر متحد ہو اور وابستہ مرکز ہو آج مرکز کی ضرورت کا احساس سیاسی رنگ میں کیا جاتا ہے مگر اسلام جس مرکز سے وابستگی کا حکم دیتا ہے وہ

حقیقت اسلام کی رُوح ہے

جو ہر قسم کی امامت دینی اور سیاسی کو پیدا کرتی ہے اور یہی روح جب سیاست کا ثمرہ پیدا کرتی ہے تو وہ

حقیقی امن اور صلح کا پیغام ہوتی ہے

حج بین الملی تجارت کا سبق دیتا ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حج کے فوائد اور منافع کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا (سورہ حج آیۃ ۲۸)

مقاصدِ حج میں یہ داخل ہے کہ لوگ اپنے مفاد کو حاصل کریں اور ان ایام مقررہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔
ان چوپایوں پر جو اس نے انھیں دئے ہیں اس میں سے خود بھی کھاؤ اور تکلیف زدہ محتاج کو بھی کھلاؤ۔

اس آیۃ میں اللہ تعالیٰ نے اقتصادی فوائد کی طرف توجہ دلائی ہے اور اِسے مقاصد حج میں داخل کیا ہے تاکہ بین الملی تجارت کے ذریعہ تعلقات مضبوط ہوں اور معاشی بہتری ہو۔ اور تجارت

تمدن کی عظیم الشان بنیاد ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ تجارت ذکر اللہ سے غافل نہ کر دے اور مال و دولت کی فراوانی روح قربانی کو نہ کچل دے مصیبت زدہ اور محتاجوں کی خبر گیری تمہارے پیش نظر رہے۔

خلاصہ یہ کہ حج نہ صرف تمام عبادات کا جامع ہے بلکہ وہ ان تمام مقاصد اور منافع کو لئے ہوئے ہے جو تمدن و تہذیب اتحاد و مساوات اور امن عامہ کے قیام سے پیدا ہوتے ہیں اور حقیقی مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے خالق و مالک کی رضا کا مقام حاصل کرلے۔ اللہ اکبر وللہ الحمد ۔

تجارتی نمائش گاہیں یہ زمانہ جس میں ہم زندگی بسر کرتے ہیں تجارتی ارتقا کا زمانہ ہے اور بین الاقوام تجارتی ترقی کے لئے نمائش گاہوں کا انتظام کیا جاتا ہے اور ان کو کامیاب بنانے کے لئے مختلف قسم کے کھیل تماشے اور سامان تفریح جمع کئے جاتے ہیں مگر قرآن کریم نے اس مقصد کو نہایت پاک اور معصوم طریقہ پر حج میں پورا کیا۔ دنیا بھر کے مسلمان وہاں جمع ہوتے ہیں اور ان کے جمع کرنے کے کسی قسم کے لہو و لعب کی ترغیب نہیں دی جاتی بلکہ ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی اور معصوم انقلاب پیدا کر دیا جاتا

ہے اور اس اجتماع سے وہ مقصد بدرجۂ اولیٰ پورا ہوجاتا ہے جو آج بین الاقوامی نمائش کے ذریعہ تجارت کی حد تک مدنظر رکھا جاتا ہے، ہر ملک کے لوگ اپنے مصنوعات لاسکتے ہیں اور باہم تبادلہ خیالات سے تجارتی تعلقات کو قائم اور وسیع کرسکتے ہیں۔ اور بایں ہمہ ان کا مقصد صرف روپیہ نہیں ہوتا بلکہ ایسے اسباب کا مہیا کرنا ہوتا ہے جس سے تعلقات باہمی اور رشتہ اخوت ہی مضبوط نہ ہو بلکہ اخلاق کے بعض شعبوں کی تکمیل اسی پر منحصر ہے اس لئے کہ حج میں ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کے لئے مومن سعی کرتا ہے اور ہر قسم کی قربانی کو لازم سمجھتا ہے تو تجارت میں جو گناہ ہوتے ہیں یا ہوسکتے ہیں وہ ان سے بچتا ہے یعنی معاملات بیع و شرا میں بددیانتی، جھوٹ دھوکہ فریب کو اختیار نہیں کرتا ناپ اور تول کے رنگ میں جو گناہ ہوتے ہیں یا ہوسکتے ہیں ان سے بچتا ہے۔

الغرض حج کے ایام میں جو موقع تجارت کا پیدا ہوتا ہے وہ نہایت پاک اور معاملات کی صداقت اور اخلاقی قوتوں کی تربیت کے لئے ہوتا ہے۔ اس لئے قرآن کریم تجارت کو فضل کہتا ہے اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ فضل اللہ کے جذب کے لئے ضرورت ہے کہ

انسان کامل طور پر تزکیہ نفس کرے اور اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت اور فرماں برداری کی رُوح اپنے اندر پیدا کرے وہ ہر آن اللہ تعالیٰ کا ایک حنیف مسلم ہو۔

حج کے فوائد و منافع پر مختلف پہلوؤں سے بحث کی جا سکتی ہے میں نے اشارات کے طور پر بعض پہلو بیان کر دیئے ہیں سلیم القلب اور فہیم انسان اس سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں بشرطیکہ وہ

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً

کی دعا کرتے رہیں۔

حجۃ الوداع اور تکمیل دین و اتمام نعمت

حجۃ الوداع اور تکمیل دین و اتمام نعمت

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ (سورۃ المائدہ رکوع اول پارہ ۶ آیۃ ۴)

تکمیل دین ہم نے عنوان میں اس آیۃ کو اس لئے درج کیا ہے کہ یہ آیۃ حجۃ الوداع میں میدان عرفات میں عرفہ کے دن جو جمعہ کا دن تھا بعد عصر نازل ہوئی۔ اور اس آیۃ میں تکمیل دین۔ اتمام نعمت اور اسلام کے پسندیدہ دین ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔ اس سے تین باتوں کا پتہ ملتا ہے۔ اول تکمیل دین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ہوئی اور آپ کے وجود اور ذریعہ سے ہوئی۔ اور یہی ہونا چاہئے تھا اس لئے کہ آپؐ سے پہلے جس قدر نبی آتے رہے وہ مخصوص القوم اور مخصوص الوقت تھے۔ یعنے ان کی نبوت و رسالت ایک خاص قوم یا ملک یا بستی کی طرف ہوتی تھی۔ اس لئے عالمگیر ضروریات کیلئے عالمگیر دین کی ضرورت باقی تھی۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے وابستہ تھی۔ اس لئے تکمیل دین آپؐ کے ذریعہ ہوئی۔

دوم۔ اس تکمیل دین کے نتیجہ اور ثمرہ میں اتمام نعمت بھی ہوا۔ اتمام نعمت میں ہر قسم کی دینی اور دنیوی حسنات داخل ہیں۔ قرآن کریم میں نعمت سے مراد حکومت اور سلطنت بھی ہے۔ مگر وہ اس

نعمت کا جزو ہے اصل نعمت اللہ تعالےٰ کا قرب اور اُس کے مدارج۔ نبوۃ۔ شہادت۔ صدیقیت اور صلاحیت ہے مگر میں مختصر الفاظ میں حسنات الدنیا اور حسنات الدین کا مجموعہ قرار دیتا ہوں۔

تیسری بات جو اس آیتہ سے معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالےٰ کا پسندیدہ دین اسلام ہے اور اس لئے کہ وہ تکمیل ہدایت کی وجہ سے عالمگیر دین اور فطرتی دین ہے جو قرآن کریم میں دین القیم اور فطرۃ اللہ کے نام سے بھی موسوم ہے۔

حج کے موقعہ پر اس آیتہ کا نزول اس امر کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ ہر انسان اپنے اندر اپنے دین کی تکمیل (عملی تکمیل مراد ہے) اور اتمام کی حقیقت اس وقت پا سکتا ہے کہ وہ حج کی حقیقت اور حقیقت اسلام اپنے اندر پیدا کرلے۔

حجۃ الوداع اسلام کی تاریخ میں ایک نہایت ہی اہم واقعہ ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے تاریخی خطبہ میں بھی اتمام حجۃ کردیا۔ یہ آپ کی ہجرت کے دسویں سال کا واقعہ ہے۔ اور کہنا چاہیئے کہ یہی آپ کا پہلا اور آخری حج تھا۔ اور یہ نظارہ اپنے اندر وہ شان جلالی رکھتا ہے کہ کسی مورخ یا مصور کا قلم اسے پورے طور پر پیش نہیں کرسکتا۔ میں اس کے متعلق تاریخ اسلام (شائع کردہ دارالمصنفین) کا اقتباس درج کرتا ہوں جو نہایت محنت اور احتیاط اور دلسوزی سے لکھی گئی ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزا۔ وہ لکھتے ہیں کہ

"جب سارے عرب میں اسلام پھیل چکا' خدا کی بھٹکی ہوئی مخلوق اپنے اصلی مرکز پر آچکی' اسلام کے عقائد' اعمال اور شریعت کے اصول و فروع کی تکمیل ہوچکی' حکومتِ الٰہی کا قیام عمل میں آچکا' اور سارے عالم کی رہنمائی کے لئے ایک جماعت تیار ہوچکی' اس وقت یہ حکم نازل ہوا'

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا	جب خدا کی مدد آچکی اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ خدا کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں تو خدا کی حمد کی تسبیح پڑھو اور استغفار کرو خدا توبہ قبول کرنیوالا ہے۔

اسلئے آنحضرت صلعم کو یہ منشاءِ الٰہی معلوم ہوگیا کہ اب آپ کے کام ختم ہوچکے اور اور دنیا میں آپ کے رہنے کی ضرورت باقی نہیں ہی اس لئے آنحضرت صلعم نے جزیرۃ العرب کے مسلمانوں کے سامنے خصوصاً اور ساری دنیا کیلئے عموماً اسلام اسکی شریعت اور اخلاق کے تمام اساسی اصولوں کا اعلان کرنے کیلئے حج کا اعلان فرمایا' اس خبر کے پھیلتے ہی مسلمانوں کا ایک انبوہ شرف ہمرکابی کیلئے امڈ آیا' اور ۲۶ ذیقعدہ سنہ ۱۰ھ کو آپ مدینہ سے مکہ روانہ ہوئے تمام ازواج مطہرات ساتھ تھیں' ذوالحلیفہ پہنچ کر احرام باندھا' اس وقت انسانوں کے ہجوم کا یہ حال تھا آگے پیچھے دائیں بائیں جہاں تک نظر جاتی تھی' انسانوں کا دریا متلاطم نظر آتا تھا' آنحضرت صلعم لبیک کہتے تو عام مسلمانوں کی صدائے بازگشت سے دشت و جبل گونج اٹھتے تھے۔

مکہ کے قریب مقام سرف میں قیام فرمایا دوسرے دن غسل کرکے

مکہ میں داخل ہوئے، کعبہ پر نظر پڑی تو فرمایا "اے خدا اس گھر کو اور زیادہ شرف وعزت دے"، پھر کعبہ کا طواف کیا، طواف سے فراغت کے بعد مقام ابراہیم میں دوگانہ ادا کیا، پھر کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔

"خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اس کیلئے سلطنت ملک اور حمد ہے وہ مارتا اور جلاتا ہے اور تمام چیزوں پر قادر ہے کوئی خدا نہیں، مگر وہ اکیلا خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندہ کی مدد کی اور اکیلے تمام قبائل کو شکست دی"[1]

پھر صفا سے اتر کر کوہ مروہ پر تشریف لے گئے اور طواف وسعی سے فارغ ہونے کے بعد ان لوگوں کو جنکے ساتھ قربانی کے جانور نہیں تھے عمرہ تمام کر کے احرام کھولنے کا حکم دیا، پنجشنبہ کے دن (آٹھویں تاریخ) منیٰ میں قیام فرمایا

خطبۃ الوداع | نویں ذی الحجہ کو نماز فجر کے بعد مسلمانوں کے ساتھ عرفات تشریف لے گئے اور ناقہ پر سوار ہوکر وہ آخری اور مشہور ومعروف خطبہ دیا، جو تاریخ اسلام میں خطبۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے یہ خطبہ اسلامی تعلیمات کا خلاصہ اور عطر ہے یہ پہلا دن تھا کہ اسلام اپنے پورے جاہ وجلال کے ساتھ نمودار ہوا، اور جاہلیت کے تمام بیہودہ مراسم مٹا دیئے گئے، چنانچہ آپ نے اعلان فرمایا،

"ہاں جاہلیت کے تمام دستور میرے پاؤں کے نیچے ہیں"[2]

مخلوق الٰہی طبقات ومراتب کے امتیاز سے بٹی ہوئی تھی غلام آقا کی

---

[1] ابوداؤد۔ [2] ابوداؤد۔

ہمسری نہیں کرسکتے تھے، شرفا، ادنی طبقوں سے بالاتر مخلوق سمجھے جاتے تھے، عامی، علماء کے ساتھ گفتگو کرنے کے مجاز نہ تھے، آپ نے یہ ساری حدیں توڑ کر انسانیت کی ناہموار سطح کو برابر کر دیا،

"لوگو! ہاں بے شک تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے، ہاں عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں، مگر تقویٰ کے سبب سے۔[1]

اسلام کے رشتہ نے انسانوں کو باہم بھائی بنا دیا،

ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں[2]

غلاموں کیساتھ برابر سلوک کرنا چاہیئے۔

تمہارے غلام! تمہارے غلام! جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ، جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ۔[3]

عرب میں اگر ایک شخص کسی کے ہاتھ سے قتل ہو جاتا تھا تو قاتل و مقتول کے قبائل میں پشتہا پشت تک انتقام کا سلسلہ جاری ہو جاتا تھا، اور ایک ایک قتل کے بدلہ میں سینکڑوں برس تک خون کی ندیاں بہتی رہتی تھیں، آپ نے اس جاہلی حمیت کو مٹا دیا، اور سب سے پہلے اپنے خاندان کا خون معاف کیا،

جاہلیت کے تمام خون (انتقام) باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے میں (اپنے خاندان) ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون باطل کرتا ہوں۔[4]

سارے عرب میں نہایت وسیع سودی کاروبار پھیلا ہوا تھا، سرمایہ دار

---

[1] ایضاً و مسلم۔ [2] مسند احمد بن حنبل [3] مستدرک حاکم ج ۱ ص ۹۳ [4] ابن سعد [5] مسلم و ابو داؤد

غربا کا خون چوستے تھے، ہر مقروض اپنے قرضخواہوں کا غلام تھا، آپ نے اس دام کا، خلق اللہ جس کا صید زبون تھی، تار تار الگ کر دیا اور سب سے پہلے اپنے چچا حضرت عباسؓ کا سود باطل کیا"

"جاہلیت کے تمام سود باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے اپنے خاندان عباس بن مطلب کا سود باطل کرتا ہوں"۔[1]

عورتوں کا کوئی درجہ نہ تھا، ان کی حیثیت ملک و جائداد سے زیادہ نہ تھی، ان کو حقوق میں مساوات عطا ہوئی:

"عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو، تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے"۔[3]

عرب میں جان و مال کی حفاظت کی کوئی ضمانت نہ تھی، جس کو جو چاہتا تھا قتل کر دیتا تھا اور جس کا مال چاہتا تھا، چھین لیتا تھا، ان دونوں کی حرمت قائم کی گئی۔

"تمہارا خون اور تمہارا مال تاقیامت اسی طرح حرام ہے جسطرح یہ دن اس مہینہ میں اور اس شہر میں حرام ہے"۔[4]

پھر آپ نے امت کی رہنمائی کے لئے ہدایت ربانی کا مجموعہ امت کے سپرد کیا اور تاکید فرمائی:

"میں تم میں ایک چیز چھوڑتا ہوں اگر تم نے اسکو مضبوط پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہو گے،

---

[1] حضرت عباسؓ سودی کاروبار کرتے تھے، اور بہت سے لوگوں کے ذمہ ان کا سود باقی تھا۔
[2] مسلم ابوداؤد۔ [3] ایضاً۔ [4] طبری و ابن ہشام۔ [5] بخاری و مسلم۔

وہ چیز کیا ہے؟ کتاب اللہ[1]

اس کے بعد چند اصولی احکام بیان فرمادئے،

"خدا نے ہر حق دار کو (از روئے وراثت) اس کا حق دیدیا، اب کسی وارث کیلئے وصیت جائز نہیں ہے۔"

"لڑکا اس شخص کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو، زنا کار کیلئے پتھر ہے، اور ان کا حساب خدا کے ذمہ ہے،

جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کے نسب سے ہونے کا دعوی کرے اور جو غلام اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے اس پر خدا کی لعنت ہے،

ہاں عورت کو اپنے شوہر کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر کچھ لینا جائز نہیں ہے، قرض ادا کیا جائے، عاریتاً واپس کیجائے، عطیہ لوٹایا جائے، ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے،

یہ احکام بیان فرما کر مجمع سے سوال کیا،

"تم سے خدا میری نسبت پوچھے گا تو تم کیا جواب دو گے؟"[3]

صحابہ نے عرض کی "ہم کہیں گے آپ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا اور اپنا فرض ادا کر دیا" آپ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور فرمایا،

---

[1] صحاح ۲ [2] یہ احکام حدیث اور سیرت کی مختلف کتابوں میں ہیں [3] مسلم وابوداؤد۔

"اے خدا تو گواہ رہنا! اے خدا تو گواہ رہنا! اے خدا تو گواہ رہنا"[1]

عین اس وقت جب آپ نبوت کے آخری فرائض ادا فرما رہے تھے، یہ آیت نازل ہوئی[2]

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ	آج ہم نے تمہارا دین کو مکمل کر دیا، اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لئے مذہب اسلام کا انتخاب کیا،

خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد ظہر و عصر کی نماز ایک ساتھ ادا کی، پھر ناقہ پر سوار ہو کر موقف تشریف لائے اور کھڑے ہو کر قبلہ رو دیر تک دعائیں مصروف رہے، آفتاب ڈوبتے وقت یہاں سے روانہ ہوئے، مزدلفہ پہنچ کر مغرب کی نماز ادا فرمائی، رات بھر آرام کر کے نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے مزدلفہ کی طرف کوچ فرمایا راستہ میں سائلین حج کے مسائل پوچھتے جاتے تھے، آپ جواب دیتے تھے، اور زور زور سے مناسک حج کی تعلیم دیتے جاتے تھے[3]

جمرہ پہنچ کر رمی جمار کیا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا،

"مذہب میں غلو اور مبالغہ سے بچو کیونکہ تم سے پہلے کی قومیں اسی سے برباد ہوئیں، اسی دوران میں یہ بھی فرمایا

---

[1] مسلم ابو داؤد۔ [2] بخاری و مسلم۔ [3] ابن ماجہ و سنن نسائی۔

"حج کے مسائل سیکھ لو میں نہیں جانتا کہ شاید اس کے بعد مجھے
دوسرے حج کی نوبت آئے۔" [1]

رمی جمار سے فارغ ہونے کے بعد منیٰ کے میدان میں تشریف لائے، حضرت بلالؓ کے ہاتھ میں ناقہ کی مہار تھی حضرت اسامہ بن زیدؓ پیچھے بیٹھے ہوئے چادر سے سایہ کئے ہوئے تھے، آگے پیچھے دائیں بائیں ایک لاکھ مسلمانوں کا مجمع تھا، ۲۳ سالہ فرائض نبوت اور جانکاہ محنت کے ثمرات و نتائج نگاہوں کے سامنے تھے، زمین سے آسمان تک قبول و اعترافِ حق کا نور برس رہا تھا، اب ایک نئی شریعت، نئے نظام اور نئے عالم کا آغاز ہو رہا تھا، اس لئے ارشاد فرمایا،

"ابتدا میں خدا نے جب آسمان و زمین کو پیدا کیا تھا زمانہ
پھر پھرا کر پھر اسی نقطہ پر آ گیا۔" [2]

ابراہیم خلیل اللہ کے طریقۂ عبادت حج میں عربوں نے اپنے اغراض کی بنا پر بہت سی ترمیمیں کر دی تھیں، حج کے مہینوں میں خونریزی حرام ہے اس لئے جنگجو عرب جنگ کے جواز کے لئے مہینوں کو گھٹا بڑھا دیتے تھے، لیکن اب پھر حج اپنی اصلی شکل و صورت میں آ رہا تھا، اس لئے آپ نے اعلان فرمایا،

"سال کے بارہ مہینے ہیں ان میں چار مہینے قابل احترام ہیں،

---

[1] مسلم ابوداؤد۔ [2] بروایت ابی بکرہ۔

تین متواتر ذو قعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا رجب مضر کا مہینہ جو جمادی الثانی اور شعبان کے بیچ میں ہے۔"[1]

دنیا میں عدل و انصاف اور امن و امان کا مدار تین چیزوں پر ہے، جان مال اور آبرو کی حفاظت آنحضرت صلعم ایک دن پہلے کے خطبہ میں اس کی حرمت کے متعلق ارشاد فرما چکے تھے لیکن جنگجو اور خون آشام عربوں کو ذہن نشین کرانے کے لئے، زیادہ تاکید کی ضرورت تھی، اس لئے دوبارہ آپ نے نہایت بلیغ انداز میں اس کا اعادہ فرمایا اور ان سے مخاطب ہو کر پوچھا،

"کچھ معلوم ہے آج کونسا دن ہے، لوگوں نے عرض کیا۔ خدا اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتا ہے، آپ کچھ دیر خاموش رہے، پھر فرمایا "کیا آج قربانی کا دن نہیں ہے؟" لوگوں نے کہا بے شک ہے، پھر ارشاد ہوا "یہ کونسا مہینہ ہے؟" لوگوں نے پھر اسی طریقے سے جواب دیا، آپ نے پھر کچھ دیر سکوت کے بعد فرمایا "کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟" لوگوں نے کہا ہاں بیشک ہے پھر پوچھا "یہ کونسا شہر ہے" لوگوں نے بدستور جواب دیا، آپ نے پھر سکوت کے بعد فرمایا "کیا یہ بلدۃ الحرام نہیں ہے؟" لوگوں نے عرض کیا ہاں بیشک ہے،

---

[1] بروایت ابی بکرہ۔

اس طریقۂ استفسار سے جب لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پوری طرح جاگزیں ہوگیا کہ آج کا دن، مہینہ اور شہر سب محترم ہے یعنی اس دن اس مقام پر جنگ و خونریزی جائز نہیں تو فرمایا،

"تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری آبرو (تاقیامت) اسی طرح محترم ہے جس طرح یہ دن، اس مہینہ میں اور اس شہر میں محترم ہے۔[1]"

قوموں کے لئے سب سے زیادہ تباہ کن ان کی باہمی خانہ جنگی ہے اس لیے مسلمانوں کی متحدہ قومیت کے دوام و ثبات کیلئے فرمایا،

"ہاں میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ خود ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو تم کو خدا کے سامنے حاضر ہونا پڑیگا، اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بازپرس کرے گا۔[2]"

یہ ظلم عالمگیر تھا کہ اگر کسی سے کوئی جرم سرزد ہوتا تھا تو سارا خاندان مجرم سمجھا جاتا تھا، اور اصلی مجرم کے فرار ہو جانے کی صورت میں باپ کے عوض میں بیٹے اور بیٹے کے بدلہ میں باپ سے مواخذہ کیا جاتا تھا اس ظلم کی ان الفاظ میں بیخکنی فرمائی گئی،

"ہاں مجرم اپنے جرم کا آپ ذمہ دار ہے ہاں باپ کے جرم کا بیٹا ذمہ دار نہیں اور بیٹے کے جرم کا باپ ذمہ دار نہیں۔[3]"

---

[1] بروایت ابوبکرؓ۔ [2] ایضاً، [3] ابن ماجہ و ترمذی۔

قبل از اسلام عرب کی پراگندگی اور بدنظمی کا ایک بڑا سبب ان کی خود سری تھی کہ ان کا ہر فرد اپنی جگہ اپنے کو حکمران سمجھتا تھا اور دوسرے کی ماتحتی اور فرمانبرداری عار شمار کرتا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں کی شیرازہ بندی کے لئے انھیں انقیاد و طاعت کی تعلیم دی۔

"اگر کٹی ہوئی ناک کا کوئی حبشی بھی تمہارا امیر ہو اور وہ تم کو خدا کی کتاب کے مطابق لے چلے تو اس کی طاعت اور فرمانبرداری کرو۔[1]

اس وقت سارا عرب اسلام کے نور سے منور ہو چکا تھا، کفر و شرک کا نام و نشان باقی نہ رہ گیا تھا، تمام مخالف قوتیں پامال ہو چکی تھیں اس کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا،

"ہاں شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ اب تمہارے اس شہر میں اس کی پرستش قیامت تک کیجائے گی۔ البتہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں اس کی پیروی کروگے، اور وہ اس پر خوش ہوگا۔[2]

خطبہ کے آخر میں ایک مرتبہ پھر اسلام کے فرائض یاد دلائے،

"اپنے پروردگار کو پوجو پانچوں وقت کی نماز پڑھو، مہینہ بھر کے روزے رکھو، اور میرے احکام کی اطاعت کرو، خدا کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔[3]

---

[1] مسلم۔ [2] ابن ماجہ و ترمذی۔ [3] مستدرک حاکم۔

خطبہ تمام کرنے کے بعد مجمع سے مخاطب ہو کر پوچھا،

الا ھل بلغت — کیوں میں نے پیغام خداوندی سنا دیا؟

سب نے جواب دیا، ہاں فرمایا،

اللھم اشھد، — اے خدا تو گواہ رہنا،

پھر لوگوں سے فرمایا،

لیبلغ الشاھد الغائب — جو لوگ اس وقت موجود ہیں ان کو پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں،

خطبہ کے اختتام کے بعد آپ نے تمام مسلمانوں کو الوداع کہا۔[1]

اس خطبہ کے بعد بقیہ مناسک حج ادا فرمائے ۱۳ ذی الحجہ تک منیٰ ہی میں قیام رہا ۱۴ ذی الحجہ کو یہاں سے نکل کر وادی محصب میں قیام فرمایا، پچھلے پہر کو اٹھ کر خانہ کعبہ تشریف لے گئے اور آخری طواف کر کے وہیں فجر کی نماز ادا کی، نماز کے بعد مدینہ کی طرف کوچ فرمایا، راستہ میں مقام خم غدیر میں صحابہ کے سامنے ایک مختصر خطبہ دیا،

"حمد ثنا کے بعد اے لوگو! میں بھی بشر ہوں، ممکن ہے خدا کا فرشتہ جلد آجائے اور مجھے (موت) قبول کرنا پڑے میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں ایک خدا کی کتاب جس کے اندر ہدایت اور روشنی ہے۔

---

[1] صحیح مسلم۔

خدا کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑو، اور دوسری چیز میرے اہلبیت ہیں، اور اپنے اہلبیت کے بارے میں تمکو خدا کو یاد دلاتا ہوں،

جزیرۃ العرب سے کفر و شرک کے استیصال، اسلام کی اشاعت، شریعت و مکارم اخلاق کی تکمیل، حجۃ الوداع میں تکمیل دین کے آخری فرائض سے سبکدوشی اور الیوم اکملت لکم دینکم کی تصدیق کے بعد آنحضرت صلعم کی بعثت کا مقصد پورا ہوچکا تھا، اس کے بعد روح قدسی کو عالم جسمانی میں رہنے کی ضرورت باقی نہ رہ گئی تھی، اس لیے حجۃ الوداع ہی میں آپ نے مسلمانوں کو الوداع کہا اور مدینہ واپس تشریف لانے کے بعد عالم آب و گل چھوڑنے اور رفیق اعلیٰ سے ملنے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے، زیادہ وقت تسبیح و تہلیل میں بسر ہونے لگا،"

میرے ایامِ حج کے مشاہدات و تاثرات

ہوتا ہوا براہ قسطنطنیہ حج کے لئے روانہ ہو گیا الحمد للہ علیٰ ذالک
اس سفر کی میں نے ایک مخصوص ڈائری لکھی تھی مگر مجھے افسوس ہے کہ ۱۹۴۷ء کے انقلاب میں میری ذاتی اور قیمتی لائبریری کو مال غنیمت سمجھ لیا گیا میرے ایک محترم اس کے متعلق ساعی ہیں کہ کچھ حصہ جمع کیا جاوے اس دکھی داستان کو میں یہاں بیان نہیں کرتا لیکن اگر میں اس کے کسی حصہ کے حصول سے بھی قاصر رہا تو میں اس داستان درد کو شائع کرنے کا عزم رکھتا ہوں۔

بہر حال وہ ڈائری تو اب میرے قبضہ میں نہیں اور میرے ان ایام حج پر ربع صدی گذرتی ہے میں جو کچھ بیان کروں گا صرف اپنے حافظہ پر بھروسہ کر کے۔ اور تاریخوں کا التزام بھی نہ رکھ سکونگا۔ یہ میرا سفرنامہ حج بھی نہیں اس لئے صرف بعض مشاہدات اور تاثرات کا اجمالی بیان ہے۔ اور میں نے مناسب سمجھا کہ کتاب الحج کے ساتھ بطور ضمیمہ اسکو بھی شائع کر دوں وباللہ التوفیق۔

الوداع لنڈن

میں جون ۱۹۲۵ء کو لنڈن پہونچا تھا اور اپریل ۱۹۲۷ء کے آخر میں میں نے واپسی کا عزم حج کی نیت سے کیا اس مقصد کیلئے مجھے وسطی یورپ کے ان ممالک کے سفر کے اپنے پاس پورٹ

پروانہ لینا تھا اس وجہ سے مصروفیت کافی رہی اس مقصد میں قسطنطنیہ کے قونصل خانہ میں مجھے بڑی دقت پیش آئی، وہاں مجھ پر سوالات کا اس طرح پر زور دیا گیا جیسے ایک گواہ پر فریق مخالف کا وکیل جرح کرتا ہے لیکن میرا معاملہ تو صاف تھا میں نے صحیح جوابات دئے اور میں نے سمجھا کہ قسطنطنیہ میں شاید کوئی دقت پیش آئے تاہم میں اپنے عزم پر قائم تھا۔ اور قسطنطنیہ جانے کے عزم کو میں نے ترک نہ کیا بعض دوسرے سفارت خانوں نے تو مجھے اپنے ملک میں خوش آمدید کہا اور اپنی میزبانی پیش کی اس خصوص میں ابتداً ہنگری کے سفیر نے کی میرے اس سفر کے بعض حالات الحکم میں شایع ہوئے تھے خصوصاً بلگریڈ کے جو عرفانی صغیر مرحوم نے میری ڈائری سے لیکر نقل کر دئے تھے۔

قسطنطنیہ میں

قسطنطنیہ میں مجھے فی الحقیقت دقت پیش آئی۔ اور مجھے خطرہ پیدا ہو گیا کہ شاید میں حج کے موقعہ پر نہ جا سکوں میرا پاسپورٹ چند سٹیشن پہلے سے لیا گیا تھا اور وہ مجھے روانگی کے دن سے پہلی رات کو بڑی دقت کے بعد ملا۔ اور اس کے لئے انگریزی سفیر نے نہ صرف مجھے تسلی دی بلکہ اس نے ایک خاص آدمی متعین کیا آخر وہ پاسپورٹ کس طرح پر ملا اس کی تفصیلات طویل ہیں۔

دوسری صبح جہاز جانے والا تھا جو خدیویل کمپنی کا تھا ان تمام کے قریب پاسپورٹ ملا اور روانگی موقوف تھی کہ میں دو فوٹو داخل کروں اور واپسی کا ویزا اون سب سے بڑی مشکل قریب تمام ان امور کی تکمیل تھی مگر انگریزی سفیر نے مجھے ہر آئینہ مدد دی اور اپنی ذمہ داری پر سب کام کرا دیا۔ خدیویل کمپنی کے دفتر کا ایک بڑا اہلکار مجھے نیوز ایجنٹ کی دوکان پر ملا تھا اس سے میں نے اپنی دقت اور مشکلات کا ذکر کیا تو اس نے کہا کہ جہاز کے لئے آپ بے فکر رہیں میں آخری منٹ پر بھی آپ کو سوار کرا دوں گا۔ میں اس غائب مہربان کے لئے اس وقت بھی دعا کرتا ہوں۔

غرض رات کے ۹ بجے تک ان تمام مشکلات سے نجات ہوگئی اور میں صبح جہاز پر جانے کے قابل ہوگیا۔ اس رات مرحوم ابوسعید عرب میرے پاس رہے اور انھوں نے میرے سفر کے لئے ضروری سامان کے انتظام میں اخلاقی مدد کی۔ میں کسی دوسرے موقعہ پر قیام قسطنطنیہ اور وسطی یورپ کے سفر کے حالات و مشاہدات پر توفیق ملی تو انشاء اللہ لکھونگا۔ ہوٹل کے بل ادا کر کے نماز میں خشوع و خضوع کے ساتھ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس سفر کو آسان اور بابرکت بنا دے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اسکی قبولیت کی بشارت دیدی۔

لنڈن میں دعا کے ثمرات

اصل یہ ہے کہ جب میں نے اس سفر کا عزم کیا تو میں مسجد الفضل میں خصوصیت سے

اس سفر کے آسان اور ہر قسم کی مشکلات کے دور ہونے کے لئے دعا کی تھی۔ اور متواتر کئی روز تک مصروف دعا تھا اور میں نے دیکھا کہ اس سفر میں ایسی سہولتیں اور آسائشیں میسر آئیں کہ میں حیران تھا اور اللہ تعالٰے کی حمد کرتا تھا۔ باوجودیکہ میں مڈل یورپ کی زبانوں سے ناآشنا تھا لیکن ہر جگہ میرے لئے ایسے سامان پیدا ہو گئے کہ مجھے قطعاً کوئی دقت پیش نہ آئی۔ اور یہ نتیجہ تھا

اس دعا کی قبولیت کا

قسطنطنیہ سے روانگی غرض دوسرے دن میں قسطنطنیہ سے روانہ ہو گیا جہاز تک ابوسعید عرب اور ایک دوست نہیں بھائی (جو احمدی تھے مگر خلافت سے وابستہ نہ تھے اور میں نے ان کو قسطنطنیہ کے ایک اخبار کے ایڈیٹر صاحب کے ذریعہ تلاش کیا تھا اس لئے کہ وہ خود بھی صحافی تھے) جہاز تک آئے اور نہایت محبت اور اخلاص سے یہ آخری ملاقات ہوئی۔

ابوسعید صاحب تو اُس کے کچھ عرصہ بعد مدقوق ہو کر مدرسہ کے ایک خاص ہسپتال میں فوت ہو گئے۔ اور جہاں تک میرا علم ہے ان کی لاش میڈیکل کالج کے طلباء کی ریسرچ کے لئے دیدی گئی میں نے جب انکی وفات کی خبر سنی تو میرا ایمان قرآن کریم پر اور بڑھ گیا جیسے فرمایا ہے

لا تعلم نفس بأي ارض تموت

کسی نفس کو یہ علم نہیں کہ وہ کس سرزمین فوت ہوگا۔ ابوسعید
گوجرانوالہ کے ضلع کی تحصیل وزیرآباد کا باشندہ تھا اور برما میں
چاولوں کے دلال کی حیثیت سے ایک مشہور کاروباری تھا قومی
کاموں سے دلچسپی تھی جہاں تک کہ جب ایجوکیشنل کانفرنس کا
ایک وفد رنگون گیا تو بڑے پیمانہ پران کی دعوت کی۔ الحکم کے
ذریعہ وہ احمدی ہوئے۔ اور قادیان آئے پھر وہیں کے ہوگئے
طرابلس کی جنگ میں ہندوستان سے چلے گئے اور انور پاشا
کے ساتھ ایک عرصے تک مجاہدین میں شریک ہوئے اور پھر
بالآخر روس پہونچے وہاں ان کا بڑا احترام ہوا لیکن حضرت
خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی وفات پر وہ جماعت سے الگ ہوگئے
دراصل اب وہ مذہبی انسان کی بجائے سیاسی مجاہد ہوگیا تھا۔
اور روس کے محکمہ نشرواشاعت میں کام کرتا تھا کہ ان کے متعلق حکومت
کو شبہات پیدا ہوئے اور وہ گرفتار کر لئے گئے۔ انھوں نے مجھے
بتایا تھا کہ ماسکو کے جس قید خانہ میں رکھا گیا تھا اسی میں لوی ظہور حسین صاحب
قید تھے مگر میں نے ان سے اپنا تعلق ظاہر نہ کیا البتہ ان کی مختلف طریقوں
سے کھانے پینے کی ضروریات میں مدد کرتا تھا۔ اس لمبی قید سے وہ آخر
ٹرکی رعایا ہوکر رہا ہوئے اور قسطنطنیہ آ گئے۔ اوایل میں قسطنطنیہ سے
انھوں نے جہان اسلام نام ایک اخبار بھی جاری کیا تھا مجھ سے
جب ملاقات ہوئی تو حالت بہت خراب اور گونہ بے کسی کی حالت تھی۔

اپنے درد و غم کے قصے سنا کر خود بھی روئے اور مجھے بھی رلایا۔

من وسلوٰی کا نزول

غرض جہاز سمرنا انیتھنز وغیرہ ہوتا ہوا اسکندریہ پہونچا۔ اس سفر میں اللہ تعالیٰ نے میرے لئے من وسلوٰی نازل کر دیا۔ جہاز پر جب میں نے اپنا ڈیرا لگایا اور جہاز متحرک ہو کر چند میل جا چکا تھا کہ ایک نہایت معزز آدمی میرے پاس آیا اور سلام علیکم کے بعد اس سے مختصر گفتگو ہوئی۔ جسے میں اس لیئے درج کر رہا ہوں کہ میں اسے اس قبولیت دعا کا نتیجہ سمجھتا ہوں جس کی بشارت مجھے دی گئی تھی۔

صاحب موصوف۔ آپ بصرہ۔ بغداد گئے ہیں۔

عرفانی۔ نہیں میں نہیں گیا۔

صاحب موصوف۔ میں نے آپ کو دونوں جگہ دیکھا ہے اور آج آپ کو پہچان لیا ہے۔

عرفانی۔ آپ کو شبہ ہوتا ہے کسی اور کو میری شکل و صورت میں دیکھا ہوگا۔

صاحب موصوف۔ ہرگز نہیں آپ ہی تھے تب میں نے تو مزاحاً کہا مگر اس نے حقیقت سمجھا۔ میں نے کہا کہ ہاں بعض ایسے اللہ کے بندے ہوتے ہیں جن کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ وہ عصر کی نماز بغداد پڑھتے دیکھے گئے اور مغرب انھوں نے دمشق میں پڑھی اور عشاء مکہ معظمہ میں اس پر اس کو خدا جانے کیا خیال ہوا کہ اس نے بڑی عقیدت کا اظہار کیا اور درخواست کی کہ آپ میرے مہمان ہوں۔

عرفانی۔ آپ خود مسافر ہیں اس تکلف کی ضرورت نہیں میرے پاس ضروری سامان سفر ہے اس پر اس نے کہا کہ میں مسافر نہیں ہوں میں تو جہاز پر فوڈ سپلائی کا ٹھیکیدار ہوں۔ اور اس نے اصرار شروع کیا میں نے یقین کر لیا کہ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے خاص فضل کا نشان اور قبولیت دعا کا مظاہرہ ہے تب میں نے اسکی درخواست کو قبول کر لیا اور اس نے اپنے ملازمین کو بلا کر حکم دیا کہ ہر وقت ایک آدمی یہاں موجود رہے اور آپ کی ضروریات کو پورا کرتا رہے میں نے جب اس اہتمام کا انکار کیا اور اسے غیر ضروری قرار دیا تو اس نے کہا اچھا ہر دو تین گھنٹے کے بعد دریافت کرو اور میں خود بھی دیکھوں گا۔ چائے۔ برف کا پانی اور لیمونیڈ وغیرہ کے موجود رکھنے کا حکم دیا غرض میرے لئے تو آسمان سے من وسلویٰ نازل ہو گیا اور میرے قلب پر رقت طاری تھی اور بار بار میں یہ شعر پڑھتا تھا۔

خود کشی و خود کشانی کار را خود ہی رونق تو دین بازار را

میرے ساتھ قسطنطنیہ کے ایک بڑے عالم اور سوداگر بھی اپنے قافلہ کے ساتھ تھے ان کو بھی بڑا تعجب ہوا اور وہ بھی پوری شفقت اور احترام سے پیش آتے تھے۔ اس طرح پر یہ سفر نہایت آرام اور کامل آسایش سے طے ہوا۔ دوسرے حالات جو اس سفر میں پیش آئے میں نے ان کا ذکر فی الحال ترک کر دیا ہے بالآخر اسکندریہ پہونچے۔

اسکندریہ

میں سب سے پہلے جہاز کے اس دفتر میں چلا گیا جہاں
پاسپورٹ دیکھ کر اترنے کی اجازت دیجاتی ہے
افسر متعینہ نے (جو پولیس افسر تھا) میرا پاسپورٹ لیکر رکھ لیا اور
دوسروں کے پاسپورٹ پر اجازت دیتا رہا مجھے شبہ ہوا اور جب
دریافت کیا تو کہا ٹھیرو۔ میرا سامان ایک قلی لیکر نیچے جا چکا تھا
آخر سب کے بعد اُس نے کہا کہ آپ کو ابھی اجازت نہیں مل سکتی
صدر دفتر سے دریافت کرنا ہے جب پوچھا کہ کیوں کیا معاملہ
ہے تو کہا قانون ہی ہے مجھے چارنا چار ٹھیرنا پڑا آخر ایک بج گیا
اور مجھ پر دو پولیس مین مقرر کر دیئے گئے تھے اسی اثنا میں ایک شخص
میرے پاس آیا جو بڑا خوشنما اور قیمتی لباس پہنے تھا کہ تمہارے کاغذات
میرے پاس ہیں اگر مجھ سے فیصلہ کر لو تو رہائی ہو جاتی ہے"۔

میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ بدمعاش ہے میں نے اُس کے
ہاتھ کو مضبوط پکڑ لیا اور کہا انت لص تو چور ہے تو اُس نے اپنا
ہاتھ چھڑا کر بھاگ جانے میں اپنی خیر سمجھی اب میں نے اپنے پہرہ
داروں سے کہا کہ میں اب یہاں نہیں ٹھہر سکتا میں خود تمہارے صدر دفتر
کو جاؤں گا۔ اور میں جہاز پر سے اتر آیا انھوں نے مجھے نہیں روکا
اور میرے ساتھ اتر آئے اور ہم صدر دفتر کو چلے گئے۔

صدر دفتر میں

صدر دفتر کی اوپر کی منزل سے ایک انگریز نے جو
ترکی ٹوپی پہنے تھا اتفاقاً نیچے دیکھا اور اُس نے

اوپر سے ایک سپاہی کو بھیجا کہ مجھے اوپر لے آئے۔ میں اوپر گیا تو میں نے اپنی انگریزی میں اس سے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ ایک انگریز افسر سے مخاطب ہوں اُس نے ہاں میں جواب دیا پھر تو بے تکلفی کی باتیں شروع ہوگئیں اور اس نے حکم دیا کہ آپ کے لئے قہوہ لاؤ " میں نے کہا میں قہوہ نہیں پیتا چاے پی سکتا ہوں تب اس کے لئے حکم دیا گیا بڑی میٹھی میٹھی بے تکلف اور پر مذاق گفتگو ہوتی رہی میرے دریافت کرنے پر کہ مجھے کیوں روکا گیا ہے کہا کچھ نہیں ایک معمولی سی غلطی ہے۔ میرے احباب جانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے حکام سے گفتگو کرنے میں ایک جرأت عطا کی ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ آپ کی پولیس نے ایک معمولی غلطی کے لئے مجھے اس طرح پر تکلیف دی تو اس نے ہنستے ہوئے معذرت کی اور کہا اس تکلیف کا بدلہ بہت اچھا دیا جائے گا۔ میں نے شکریہ کیا اور اپنے حج کے ارادے سے آنے اور آج ہی قاہرہ جانیکا اظہار کیا تو اس نے کہا قاہرہ آپ نہیں جا سکتے حاجی سیدھے سویز جاتے ہیں میں نے کہا میرا ایک عزیز وہاں منتظر ہے میں تو ضرور جاؤں گا آپ اس طرح پر مجھے ایک ایسا کام کرنے پر مجبور کرتے ہیں جسے میں اخلاقی طور پر پسند نہیں کرتا کہ آپ سے اقرار کردوں اور خاموشی سے چلا جاؤں۔ غرض میرے پاسپورٹ پر مصری حکومت کا ویزا قسطنطنیہ میں ہونا چاہیے تھا جو نہیں ہوا اُس نے

میرے ایام حج کے مشاہدات و تاثرات

اللہ تعالےٰ کے ان بے شمار احسانات اور انعامات سے (جو خاکسار عرفانی الکبیر پر ہیں) یہ بھی بہت بڑا فضل و کرم ہے کہ ۱۹۲۷ء میں اسے حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی جس طرح پر سیاحت یورپ کا جذبہ اور خواہش مجھے اپنی تعلیم کے ابتدائی ایام سے تھا اسی طرح حج بیت اللہ کی تمنا بھی بہت دیرینہ تھی میں نے بلاد اسلامیہ کی سیاحت کا مختلف اوقات میں ارادہ کیا جو کسی نہ کسی وجہ سے ملتوی ہوتا گیا اس سیاحت کے مقاصد میں حج بیت اللہ کا عزم درجہ اول پر تھا اس ارادہ اور تمنا پر سال پر سال گذرتے گئے۔ عرفانی صغیر شیخ محمود احمد عرفانی مرحوم کو جب مصر بھیجا تو ہمیشہ اس کو لکھا کہ حج کے لئے ضرور جانا مگر اسے موقعہ نہ ملا۔ دوسرے لڑکے ابراہیم علی عرفانی کو بھی لکھتا رہا جب کہ وہ بغداد میں تھا آخر اسے اللہ تعالےٰ نے اس سعادت سے بہرہ اندوز کیا اور اسنے کئی حج کرنے کی توفیق پائی۔

میری تمنا کے پورا ہونے کی تحریک عجیب و غریب ہے ۱۹۲۶ء میں دوبارہ انگلستان جانا ہوا۔ اور اس عرصہ میں مختلف ممالک یورپ کی سیر کا موقعہ نصیب ہوا بالآخر اپریل ۱۹۲۷ء میں سید پورٹ سے

ہونا تھا پہونچانے کا حکم دیا اور مجھے سب سے اول لیکر اوپر چلے گئے۔
اور میں انتظامات کو دیکھتا رہا۔ میں نے دیکھا کہ ہندوستان کی نسبت
جہاز پر جانے کے لئے حاجیوں کے لئے بہتر انتظام تھا آخر جہاز پر
حاجی سوار ہو گئے۔ اور جہاز اپنے وقت پر روانہ ہو گیا میں آخر
وقت تک موجود رہا۔ آخر اپنے اس کمرہ میں گیا جہاں تیسرے درجہ
کے حاجی تھے میرا پاؤں ایک ایسی جگہ پڑا جو نیچے خالی تھا اور
میرے گھٹنے پر چوٹ آئی۔ میں بڑی تکلیف اور کرب سے اپنے بستر

جہاز میں

پر پہونچا اس کے پاس ہی منصور علوی نام
ایک عرب یوگوسلاویہ سے حاجیوں کو لیکر
آرہا تھا وہاں اس کا بستر تھا اس کی وجہ سے مجھے بے حد آرام ملا اور اس نے
میری بڑی خدمت کی آخر ہم اس کے ہاں ہی ٹھہرے اور اس کے
بھائی عمر علوی ہمارے معلم تھے۔ جہاز پر جو ڈاکٹر تھا وہ روسی تھا
وہ مسافروں کو دیکھنے آیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ آپ کو کیا تکلیف
ہے۔ اس نے میرے گھٹنے کو دیکھا اور کہا کچھ نہیں ٹھیک ہے
اور ہنسا مجھے کچھ برا معلوم ہوا مگر میں نے کہا کہ میں حج کو جا رہا ہوں
میں تو کھڑا بھی نہیں ہو سکتا وہاں طواف اور سعی ارکان حج
میں ہے کیا ہو گا؟ وہ پھر ہنسا اور کہا آپ یہاں کیوں پڑے ہیں
اوپر آؤ۔ میں حیران تھا؟ آخر میں اوپر گیا تو اس نے اپنے کمپونڈر
کو بلایا اس کا نام محمد تھا میں نے کہا میرے سامنے عبداللہ کہا کرو

اُس نے کہا کیوں ؟ میں نے کہا اس نام کی عظمت ایسی ہے کہ وہ نوکروں میں نہیں رہ سکتا اس لیئے نام بدل دو اس نے کہا بہت اچھا اُس نے میرے آرام کے لیئے بڑا اچھا بستر اور ہر قسم کا آرام مہیا کیا اور میرے گھٹنے کو باندھ دیا۔ اور بڑی بے تکلفی سے باتیں ہوتی رہیں جن میں میرے زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی بجال زار اور اس کے متعلق حضرت کی پیشگوئیوں کا ذکر ہوتا رہا آخر وقت تک اُس نے مجھے وہاں ہی رکھا اور بڑے آرام سے رکھا اللہ تعالےٰ اُس کو بہتر بدلہ دے میں نے یقین کیا کہ یہ بھی

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا ایک کرشمہ ہے

میں نہایت اختصار سے واقعات کا اظہار کر رہا ہوں تفصیل کی نہ گنجایش اور نہ موقع اور یادداشتوں کی ڈائری معلوم نہیں کس ظالم کے قبضہ میں ہے۔

جدہ میں ورود آخر جہاز جدہ کے پانیوں میں داخل ہوا اور پائیلٹ کا انتظار کرنے لگا تاکہ وہ تحت الحجر پہاڑیوں سے بچا کر اُسے لے جاوے۔ جہاز ساحل سے کچھ فاصلے پر کھڑا ہوا۔ اور میں کشتی کے ذریعہ کنارہ پر پہونچا جہاز میں اور ساحل پر ایک حشر بپا تھا اور منکر نکیر کی طرح عاملان حکومت دریافت کرتے تھے۔ تمہارا معلم کون ہے ؟ اور مجھے منصور علوی نے بتا دیا تھا کہ عمر علوی کا نام لے دینا بہرحال اس کش مکش سے نجات پاکر حضرت سید ابوبکر یوسف جمال

عبداللہ فلبی سے ملاقات

کے مکان پر پہونچا انہوں نے اپنا آدمی بھیجکر سب سامان کسٹم آفس سے منگوا لیا۔

عصر کے قریب میں عبداللہ فلبی سے ملنے گیا مسٹر فلبی ایک زمانے میں شاہ پور میں اسسٹنٹ کمشنر تھے اور انہوں نے مرحوم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کو ایک مقدمہ میں بلا وجہ گرفتار کیا تھا اور میں نے الحکم میں متواتر آرٹیکل لکھے تھے جب وہ لنڈن آئے اور مسجد الفضل کے افتتاح کے سلسلہ میں جو امیر فیصل کرنے والے تھے ان سے تجدید ملاقات ہوئی تھی اور میں نے اپنا ارادہ حج ظاہر کیا تھا انہوں نے مجھے پیشگی اہلاً وسہلاً ومرحباً کہا تھا اس وقت وہ جدہ میں تمام تجارتی موٹروں کے کاروبار کے رنگ میں رہتے تھے اور سلطان ابن سعود کے مشیر خصوصی تھے وہ بڑی محبت سے ملے اور انہوں نے میرے لئے اور میرے ساتھ تین اور آدمیوں کے لئے قیام گاہ کا انتظام کیا ہوا تھا مگر مجھے جدہ آکر معلوم ہوا کہ حضرت نیر صاحب رضی اللہ عنہ بھی ایک قافلہ کے ساتھ آرہے ہیں میں نے وسیع مکان کا مطالبہ کیا انہوں نے معذرت کی کہ اب جب کہ حج کے لئے چند روز باقی ہیں حرم میں ایسا مکان نہیں مل سکتا جو اتنا وسیع ہو میں نے شکریہ کہا اور معاملہ کو نیر صاحب کی آمد پر ملتوی کیا وہ آئے اور میں ان کے استقبال کو گیا اور کشتی پر بیٹھ کر جہاز پر پہونچا اسوقت میرے اور انکے قلب میں ایک طوفان دقت بپا تھا ہم گلے ملے اور خوب بے ہوش ہو کر روئے۔

آج (۲۵ر اکتوبر ۱۹۵۰ء) میں جب یہ واقعات لکھ رہا ہوں حضرت نیّر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو چکا ہے وہ قادیان ایک اخلاص سے لبریز دل اور عاشقانہ رُوح لے کر آئے تھے وہ سماں اس وقت میری آنکھوں کے سامنے ہے جب وہ پہلی مرتبہ قادیان آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے حضور پوربی زبان میں ایک نظم حضرت کو خطاب کرکے پڑھی اس وقت ان کے دِلی اخلاص کا اظہار رقتِ قلب اور آنسوؤں کی لہر سے ہو رہا تھا۔ مجھے وہ نظارہ بھی یاد ہے کہ اس نظم کو سُنتے ہوئے حضرت نے ان کی طرف محبّت بھری نگاہوں سے دیکھا اور وہ نگاہ کام کر گئی۔ نیّر فی الحقیقت نیّر ہو گیا اور آنے والے زمانہ میں ان کو سلسلہ کی شاندار خدمات کی توفیق ملی۔ بیرونی ممالک میں تحریراً تبلیغ کے پیشرو تھے خصوصاً افریقہ، سیلون وغیرہ۔ اور پھر انھیں انگلستان اور افریقہ جا کر یہ سعادت نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی تربت پر اپنی رحمت کے پھول برسائے اور اپنے قرب میں اعلیٰ مدارج بخشے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے اُنھوں نے دنیا میں یہ سعادت پائی آخرۃ میں جنت کے دروازے ان کے لئے کُھلے ہیں۔

غرض ان کے ساتھ ہمارے مخلص بھائی ڈاکٹر حاجی خاں اور ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب معہ اہل و عیال تھے وہ ان ایام میں کامران متعین تھے اور اس آخری جہاز پر اپنے چیف میڈیکل آفیسر

مکہ معظمہ سے یہ مقام ۲ میل کے فاصلہ پر ہے اس کے متعلق عجیب و غریب روایات ہیں مجھے ان روایات سے کوئی تعلق نہیں میں اتنا ہی جانتا ہوں اور یاد رکھنا چاہتا ہوں کہ

یہ ارض حرم ہے

یہ وہ سرزمین ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا مقدس گھر وہ دنیا میں پہلا عبادت خانہ ہے اور وہ مقدس بستی ہے جو مکہ کہلاتی ہے جس کو ساری دنیا کی بستیوں پر شرف ہے اور وہ ام القریٰ ہے ہاں وہ مکہ جس کو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر مخاطب کر کے فرمایا کہ

تجھ سے زیادہ کوئی پاکیزہ شہر نہیں اور نہ تجھ سے
زیادہ کوئی شہر مجھے پیارا ہے اگر میری قوم نے مجھے
نکال نہ دیا ہوتا تو میں تیرے سوا اور کہیں نہ رہتا

اس محبوب ترین بستی کی محبت اس کے سنگریزوں اور بے آب و گیاہ میدانوں سے نہیں بلکہ یہ محبت اس عظیم الشان نشان رحمت کی وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے لئے مخصوص فرمایا اور ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ دعاؤں کے نغموں میں اس کی بنیاد رکھی۔ اس حقیقت نے اب اس کے سنگریزوں اور خاردار جھاڑیوں تک کو اکناف عالم کے مسلمانوں کے قلوب میں محبوب بنا دیا ہے۔

نہ کردیا ہو میں ان تمام امور کو اپنی ان دعاؤں کی قبولیت کا ثمرہ سمجھتا تھا جو مسجد الفضل لندن میں کی تھیں۔

جدہ سے مکہ کو روانگی جدہ کا قیام تو یوں بھی مختصر تھا مگر منزل مقصود کی کشش اور جذب غالب تھا اور جلد روانہ ہو جانے کے لئے ایک اضطراب تھا۔ آخر ہم ایک صبح غالباً ۵ ذی الحجہ کو دیار محبوب کی طرف بذریعہ موٹر روانہ ہوئے۔ سعودی حکومت کا یہ پہلا سال تھا۔ موٹروں اور لاریوں کے ذریعہ بھی بڑی سہولت میسر ہو چکی تھی اور جب کہ یہ تاثرات لکھ رہا ہوں ہوائی جہازوں کے ذریعہ بھی حجاج آ جا رہے ہیں۔ ہم جدہ سے وفور شوق وجذبات کی عجیب و غریب لہروں میں لبیک کہتے ہوئے سوار ہوئے۔ اور میں نے دیکھا کہ مختلف قسم کی سواریوں میں اور پیادہ عشاق بیت اللہ ایک ہی لباس میں مصروف لبیک پکارتے ہوئے جا رہے ہیں۔ میں نے گدھوں، گھوڑوں اونٹوں کی قطاروں کو دیکھا اور مجھ پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بطور پیشگوئی فرمایا تھا۔ (دیکھو سورۃ الحج پارہ ۱۷ رکوع ۴ آیۃ ۲۸)

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۝

(ترجمہ) اور لوگوں میں حج کے لئے ندا کر دو وہ تیری طرف آئیں گے پیدل اور ہر قسم کی دبلی سواریوں پر جو دور دراز رستوں سے آتی ہونگی

میں نے دیکھا کہ اس آیۃ کا مشاہدہ منظر عام پر ہو رہا ہے دنیا کے ہر حصہ کے لوگ کھیچے چلے آرہے ہیں اور ہر قسم کی تکالیف اور راستے کی صعوبتوں کی ذرا بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے میں اس نظارہ سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ مجھے سورۃ النحل کی وہ آیت بھی یاد آئی جو اس کے پہلے ہی رکوع میں آئی ہے اللہ تعالیٰ نے حیوانات کی تخلیق کو بطور فضل پیش کر کے فرمایا کہ

وہ چار پائے تمہارے بوجھ ایسے مقامات کی طرف
اُٹھائے لے جاتے ہیں جہاں تم سوائے تکلیف اُٹھائے
نہیں پہونچ سکتے تھے تمہارا رب رؤف الرحیم ہے
اور گھوڑے، خچریں، گدھے پیدا کئے تاکہ تم ان پر
سوار ہو اور سامان زینت بھی ہوں (یہ کیا) اللہ تعالیٰ
اور بھی سواریاں پیدا کرے گا جو تم نہیں جانتے۔

بعض مفسرین نے بلد کو عمومیت سے نکال کر خصوصیت کے ضمن میں اس سے مراد بلد امین لی ہے یہ بھی ایک لطیف ذوق ہے قرآن مجید تو ذوالمعارف ہے مکہ معظمہ کے راستے میں یہ نظارہ دلکش اور جاذب قلوب ہے۔ میں ان تاثرات کی لہروں کو اپنے قلب میں اُٹھتے ہوئے دیکھتا اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے جا رہا تھا اور بے اختیار زبان سے لبیک اور آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے اور

اپنی خوش قسمتی پر نازان تھا

اور دل ہی میں کہتا تھا چون منے کے یابد ایں رشد وسعادت را
راستہ کے متعلق مجھے کیا کہنا ہے۔ ہر ہچکولہ جو کسی پتھر سے موٹر کے ٹکرانے
سے لگتا قلب میں ایک کیفیت پیدا کرتا تھا۔ آخر ایک مقام پر موٹر
جا کر تھوڑی دیر کے لئے ستانے کو ٹھہر گئے۔ مجھے افسوس ہے کہ اس
مقام کا نام یاد نہیں آتا۔

محاذ حدیبیہ مگر اتنا یاد ہے کہ ہمیں بتایا گیا کہ اس سے تھوڑے
ہی فاصلہ پر وہ مقام ہے جہاں صلح حدیبیہ ہوئی تھی۔ وہ صحیح تھا یا
غلط میں نہیں کہہ سکتا مگر اس کے ساتھ ہی وہ تمام نقشہ آنکھوں کے
سامنے سے گذر گیا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے چودہ سو جانثاروں
کے ہمراہ عمرہ کرنے جا رہے تھے اور اس مقام پر اس مقدس قافلہ کو
روک دیا گیا۔ دشمن نے اس کو اپنی فتح سمجھا تھا مگر در اصل وہ اس کی
شکست اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اسلام کی فتح تھی اور اللہ تعالیٰ
نے اُسے فتح عظیم قرار دیا۔

حدیبیہ کا واقعہ تاریخ اسلام میں صحابہ کرام کی جان نثاری اور
حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی محبت وعقیدت کا
ایک غیر فانی مظاہرہ ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عزم و
استقلال اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین کی ایک امٹ دستاویز ہے۔

حدودِ حرم میں داخلہ غرض کچھ دیر ٹھہر کر موٹر پر روانہ ہوئے۔ اور ہم
اس مقام پر پہونچ گئے جہاں سے حدود حرم شروع ہو جاتے ہیں

ڈاکٹر چوہان کے ساتھ حج کے لئے آرہے تھے چونکہ سرکاری عہدہ دار تھے ان کے لئے مکہ میں رئیس التجار علی رضا کا مکان قیام کے لئے مقرر تھا۔ اس لئے ایام حج میں قیام کا وہاں ہی فیصلہ ہوا اور میں نے پسند نہ کیا کہ اپنے بھائیوں کو چھوڑ کر دوسری جگہ قیام کروں۔ حضرت نیر صاحب جدہ میں میرے ساتھ ہی حضرت سیٹھ ابوبکر سلمہٗ کے ہاں قیام فرما ہوئے جدہ کی تھوڑے سے وقت میں سیر کی اور ضروری معلومات بہم پہونچائے اور پھر مکہ کی روانگی کا انتظام کیا۔

خان بہادر احسان اللہ | حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔ اس لئے میں اپنے اس سفر کے تاثرات باوجود اختصار بیان کرنے کے خان بہادر احسان اللہ کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں وہ ہماری جماعت میں نہ تھے۔ اور جدہ میں وائس قونصل تھے انھوں نے میرے اور میرے رفقاء کے ساتھ نہایت محبت و اخلاص کا برتاؤ کیا اور ہمارے لئے ہر ممکن آرام اور سہولت کے لئے عملاً خوشی کا اظہار کیا ایک ملاقات میں انہوں نے یہ بھی کہا کہ آپ کی جماعت کی اسلامی خدمات کا اعتراف نہ کرنا ناشکری ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ اس وقت زندہ ہیں تو کہاں ہیں میں ان کے لئے دعائے خیر کرتا ہوں مجھے یاد نہیں کہ ان کو کوئی تحریک اپنے بشن آمد ضروریات کے لئے کی ہو اور اس کا انھوں نے فوری انتظام

غرض اس مقام پر ہمارے معلم کے نمائندے آملے اور یہاں سے ہم محسوس کرتے تھے کہ ہم کو وہ سعادت نصیب ہو رہی ہے جو چودہ سو سال کے قریب صحابہ کو نصیب ہوئی تھی ہم ارضِ مقدس میں داخل ہو چکے ہیں اور فضل و رحمت کے دروازے کھل گئے ہیں اور خاموشی کے ساتھ ایک آواز دل کے کواڑوں پر دستک دیتی تھی۔ (سورۃ البقرہ پارہ اول رکوع ۶ آیۃ ۵۹)

ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ○

اس دروازہ میں فرمانبردار ہو کر داخل ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں کی معافی طلب کرو۔ ہم تمہارے گناہ معاف کریں گے اور ہم تو محسنوں کو ضرور بڑھائیں گے۔

اس کے ساتھ ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کا وہ نقشہ ذہن میں گذرا جب اسے یہ حکم دیا گیا تھا اور قوم نے اس پر عمل نہ کیا اس خیال کے ساتھ معاً قلب میں رقت کی لہر اٹھی اور استغفار کا جذبہ بلند ہوا۔ پھر کیا کہوں کیا کہتے ہوئے عتبہ عالیہ کی طرف بڑھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کا امیدوار ہو کر ایک گدائے بے نوا کی طرح قدم اٹھاتا تھا مگر دل پُر امید تھا اور کہتا تھا کہ

ایں درگہ تو درگہِ نومیدی نیست

آخر وہ وقت آپہنچا کہ اس مقدس بستی میں لبیک کہتے ہوئے باچشم گریاں

داخل ہوگئے۔ اور دعائیں کرتے ہوئے معلم کے مکان پر پہونچے اور تھوڑی دیر بعد طواف اور سعی کے لئے منزل مقصود کو پاکر پوری طمانیت سے کعبہ کو روانہ ہوگئے۔ اور میں نے کہاکہ الحمد للہ جس منزل مقصود کی سالہا سال سے تلاش تھی اور دل جس کے لئے بار ہا بے قرار ہوا۔

آخر آمد زپس پردہ پدید

مکہ میں قیام مکہ میں ہمارا قیام علی زین رضا صاحب مکہ کے مشہور ومعروف ملک التجار (جن کا کاروبار فرانس اور بمبئی تک پھیلا ہوا ہے) کے مکان میں ہو جزاھم اللہ احسن الجزاء میں طواف اور سعی وغیرہ کے متعلق تفصیلاً لکھ آیا ہوں جہاں بعض ضروری واقعات اور حالات لکھوں گا۔ جو اس وقت صرف حافظہ کی بنا پر لکھ رہا ہوں۔

عرب میں مہمان نوازی قیام مکہ کے دو حصے ہیں ایک قبل از حج دوسرا بعد از حج۔ حج سے بفضلہ تعالیٰ فراغت پاکر جب ڈاکٹر حاجی خاں صاحب وغیرہ احباب چلے گئے تو جاتے وقت انھوں نے کہاکہ اس مکان کو خالی کردیا جائے لیکن چونکہ مکان بہت وسیع ہوادار اور تمام ضروریات سے مکمل تھا میں اسے چھوڑنے پر رضامند نہ تھا حضرت نیر صاحب اصرار کر رہے تھے کہ چھوڑ دیا جائے آخر میں ایک دن نیچے اترا کہ علی زین رضا صاحب مکان سے کہوں اتفاق کی بات ہے وہ اوپر آرہے تھے اور میں نیچے اتر رہا تھا۔ سیڑھیوں پر ملاقات ہوئی اور میں نے اصل واقعہ بیان کرکے

کہا کہ اگر آپ چاہتے ہیں تو ہم دوسری جگہ منتقل ہو جاتے ہیں ورنہ مجھے تو آرام یہاں ہی ہے ۔ اللہ تعالیٰ ان پر بڑے فضل کرے۔ انھوں نے نہ صرف اصرار سے بلکہ الحاح سے خواہش کی اور دو پونڈ میری نذر کئے میں انکار کرتا تھا اور وہ منت کرتے تھے کہ ضرور قبول کرو۔ آخر میں نے اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھ کر لے لئے اور جب حضرت نیر رضی اللہ عنہ کو واقعہ سنایا تو وہ بہت حیران ہوئے اور کہا بھائی! یہ تو تمہاری توجہ قلبی کا نتیجہ ہے۔ میں نے کہا توجہ کیا چیز ہے اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، میں نے مسجد الفضل میں اس سفر کی سہولتوں کے لئے دعا کی تھی، مولا کریم نے اسے قبول فرمالیا۔ غرض ہم وہاں رہے پھر حضرت نیر صاحب کے اصرار پر کہ حرم کے قریب ہو جائیں ہم وہاں سے اُٹھے۔ مگر عجیب معاملہ ہے کہ دوسرے دن ہی حضرت سیٹھ ابوبکر صاحب کی طرف سے عزیز مکرم سعید ابوبکر کی علالت شدید کی وجہ سے نیر صاحب کو طلب کرلیا۔ دو چار دن میں وہاں رہا آخر میں نے ملک الحجاز کے وزیر معارف توفیق شریف کو کہا کہ میری واپسی کا انتظام کر دیا جائے۔ میں جانا چاہتا ہوں انھوں نے کہا اتنی جلدی کیوں؟ میں نے کہا مکان کی تکلیف ہے اس پر وہ اسی وقت میرے ساتھ موٹر میں سوار ہو کر جیاد میں ایک عالیشان مکان پر پہنچے اور اس کے دو بڑے کمرے معہ تہ خانہ اور غسل خانہ وغیرہ کے جو فرش سے آراستہ تھے میرے حوالے کئے اور ہر قسم کا انتظام

خورد و نوش بھی وہاں ہی ہو گیا اسی جگہ میرے بہت پرانے
رفیق اور ایک وقت میں احمدیت کے قریب تر مولوی عبدالقادر
قصوری اور عزیز مکرم محمد اسمٰعیل غزنوی بھی وہاں ہی مقیم تھے اللہ تعالیٰ
کے فضل نے ہر قسم کے سامان آسایش عطا کر دئے۔ آخر وقت
تک میں وہاں ہی رہا۔ اور انہی کے ساتھ واپس ہوا مگر جدہ
پہونچنے پر حضرت اقدس کا تار ملا کہ سلطان سے ایک بار پھر ملو
اس لئے سفر ملتوی کر دیا اور اس قافلہ کو رخصت کر دیا۔
اب میں بعض واقعات کا ذکر کرتا ہوں۔
قیام مکہ معظمہ کے ایام میری زندگی میں بہترین ایام تھے میں
محسوس کرتا تھا کہ وہاں کوئی چیز ایسی نظر نہیں آتی جسے دیکھ کر
قلب پر ایک کیفیت پیدا نہ ہوتی ہو اور خدا تعالیٰ کی تجلیات
سے اثر پذیر نہ ہوتا ہو اس کے ریگ زار اور ذرات میں اللہ تعالیٰ
کی ہستی اور اس کی عظمت و جلال کے نشان مجھے نظر آتے تھے
میں بیت الحرام میں بیٹھ کر جب کعبۃ اللہ کو دیکھتا تو اس کی
گزری ہوئی تاریخ ابو الانبیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے
زمانہ سے لے کر میری آنکھوں کے سامنے سے گزر جاتی۔
قرآن مجید کے صداقت کے نئے نئے دلایل میرے دماغ میں
آتے۔

غرض وہ ایام نہایت مبارک اور میری زندگی کے بہترین

ایام تھے یہی وہ مقام ہے جسے دیکھ کر بار بار دیکھنے کی خواہش
پیدا ہوتی ہے اللہ کرے کہ مرنے سے پہلے پھر اس
خدا کے اولین گھر کو دیکھ سکوں ۔

(۲)

ایک دن پھرتے پھراتے میں جنت المعلیٰ کی طرف نکل گیا یہ مکہ معظمہ کا قدیمی قبرستان ہے۔ مکہ معظمہ سے جانب شمال و مشرق منا کے راستے میں ہے اس میں بعض جلیل القدر صحابہ رضوان اللہ علیہم آرام فرما رہے ہیں اسی قبرستان میں حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آرام فرما ہیں۔

اسی قبرستان میں حضرت ابوطالب اور حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے مزارات ہیں یہ قبرستان اپنے ساتھ ایک طویل تاریخ رکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے توفیق دی اور سفر حجاز کا سفرنامہ مرتب کرسکا تو انشاء اللہ العزیز اس میں نہایت دلچسپ حالات و واقعات بیان ہوں گے۔

یہ سال سعودی حکومت کا پہلا سال تھا اب اس قبرستان کی وہ حالت نہ تھی جو شریفی عہد میں تھی اب اس قبرستان میں کوئی امتیاز نہیں اور خواص کے مزارات کا پتہ نہیں لگتا جبتک کوئی بتائے نہیں میرے رفیق نے مجھے اشارہ سے بتایا کہ یہ حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ کا مزار ہے

اس کی حالت دیکھ کر میرا دل بھر آیا۔ میں نے پُر درد دل اور اشکبار آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا اور کہا کہ

یہ وہ مادرِ مہربان ہے جس کے آغوش میں اسلام نے جنم لیا اور پرورش پائی۔

اس تصور کے ساتھ ہی بے اختیار میری زبان سے نکلا

ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ پر سلام اور برکاتِ الٰہی نازل ہوں۔

میرے رفیق نے کہا خاموشی سے نکل چلو مگر میں اپنے قدموں کو دیکھتا تھا کہ ان میں آگے بڑھنے کے لئے حرکت پیدا نہ ہوتی تھی کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست۔

میرے دل پر حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ کی شخصیت کا اثر تھا اور سیدہ کی زندگی یکے بعد دیگرے میری آنکھوں کے سامنے سے گزرنے لگی۔

میں نے حضرت ام المومنین کی فراست پر مرحبا کہا کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک میں انوار نبوت کو سب سے پہلے دیکھا اور آپ پر اسلام کے لئے

اپنا سب کچھ بے تکلف قربان کر دیا۔

اپنی مرضی اپنے اموال اور ہر قسم کے ذرائع کو اس دعوت حق کے لئے قربان کرنے میں خوشی محسوس کی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

لے کر آئے تھے۔ ہر انسان جانتا ہے کہ کسی تاریخی مقام یا تاریخی انسان کے تصور کے ساتھ وہ تمام امور یکے بعد دیگرے اُس کے دماغ میں آجاتے ہیں جو اُس سے وابستہ ہوں۔ ناممکن تھا کہ حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ ؓ کے مزار پر سے کوئی شخص گزرے اور اس کے قلب میں

اسلام کی ابتدائی تاریخ کا تصور پیدا نہ ہو

میں اس کلیہ سے کیونکر الگ ہو سکتا تھا میں نے مختلف نظروں سے حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کو دیکھنا شروع کیا کہ اُنھوں نے کس کس رنگ میں اسلام کے لئے قربانیاں کیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ کس معرفت اور بصیرت کے ساتھ ایمان لائیں اُنھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو پڑھا اور دیکھا تھا وہ آپ کے اخلاق فاضلہ پر آپ کی مطہر زندگی۔ نوع انسان کی غمگساری اور معاملات کی صفائی ہر وقت رو بخدا رہنا ان ساری باتوں کو اس وقت جانچا اور پرکھا جب کہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام جوان تھے۔

میں نے پھر پکار کر کہا کہ

ام المومنین پر سلام اور اللہ کی رحمت ہو

اس پر میرا رفیق گھبرایا کہ ایسا نہ ہو سعودی سپاہی مواخذہ کر لیا

بہر حال ہم وہاں سے نکل آئے اور میں اس قبرستان میں چند گھنٹے گزارنے کی حسرت لے کر چلا آیا۔

(۴)

پھر ایک دن جب مکہ کی گلیوں میں پھرتے پھراتے میں اس محلہ میں گیا جہاں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا مکان بتایا جاتا ہے اور جس کا اب کوئی نشان باقی نہیں رہنے دیا گیا وہاں جو آثار پائے جاتے تھے وہ مٹا دئے گئے۔ ایک ٹوٹی ہوئی دیوار اور بیری کا درخت اس وقت اس جلیل الشان ہستی کی قربانیوں کا ایک تصور میرے دماغ میں تھا

میں نے ساڑھے تیرہ سو برس پیچھے جا کر دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا سے لوٹے ہیں اور آپ پر ایک کیفیت طاری ہے۔ جس خوف کا (وہ خوف نہیں جو غیر اللہ سے ہو یا کسی کی ہیبت وشوکت کا نتیجہ ہو) ایک لذیذ رنگ موجود ہے۔ یہ وہ دن ہے جب کہ جبرئیل علیہ السلام آپ پر وحی لے کر نازل ہوئے اور وحی الٰہی کا آغاز ہوا اور خلعت نبوت سے آپ کو سرفراز کیا گیا۔

یہ عارف خاتون اس ساعت ابتلا میں کس معرفت اور بصیرت کے ساتھ نہ صرف خود بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین دلاتی ہے کہ

آپ جیسا انسان کبھی ضائع نہیں ہو سکتا

میں نے اپنے دل کی آنکھوں اور تصور کی دوربین سے دیکھا کہ یہی وہ مقام ہے جہاں مومنین کی اس مادرِ مہربان نے سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل بصیرۃ سے کامیابی کا یقین دلایا کیونکہ اسی دن کے آنے کا انھیں انتظار تھا اور اس کے آثار کا وہ ۱۵ سال کے عرصہ سے مسلسل مشاہدہ کر رہی تھیں۔ اسی کے سبب سے یہ حال پیدا ہو گیا تھا کہ وہ خود ایک معرفت کے نور سے اپنے دل کو لبریز پاتی تھیں۔ اسی ایقان کے اعتماد سے ان کی زبان پر یہ جملہ جاری ہو کر رہا کہ آپ جیسا انسان کبھی ضائع نہیں ہو سکتا۔ وہ انسان جو دوسروں کا غمگسار ہو، سخاوت شعار مہمان نواز ہو، راستباز اور صداقت شعار ہو، دیانت دار امانت گزار ایسا ہو کہ امین کے لقب سے قوم اس کو مخاطب کر رہی ہو۔

چنانچہ اسی عرفان کے طفیل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی کامیابی اور فوز و فلاح وغیرہ کو دنیا میں سب سے پہلے اس تاریکی میں اسی دیدہ ور خاتون نے دیکھا۔

زمانۂ آغازِ نبوت کے مصائب زبان زدِ خواص و عوام ہیں وہ نومسلموں پر کفار کی سختیاں وہ تبلیغی کوششوں میں قسم قسم کی رکاوٹیں۔ وہ نبی کے رہگزار کو دشمنوں کا خارزار بنانا۔ ان تمام تکلیفوں کی برداشت کرنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی ہمت افزائی اس کامل الایمان ماں ہی کا حصہ تھا۔

یہ امور علی التسلسل دماغ کے کیمرے میں انعکاس پذیر ہوتے رہے اور واقعات تصویروں کی اشکال میں پیش نظر ہوتے رہے جس کے مدنظر میری زبان سے بار بار یہ جملہ نکل کر رہا کہ

اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضل اور کرم ہوں
تجھ پر اے ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے اس مکان کے سامنے کھڑے ہوئے میرے دماغ اور قلب میں ارتعاش تھا میرے دل میں ایک تلاطم پیدا ہوا۔ میں نے کہا کہ کاش میں سلطان ابن سعود کی جگہ ہوتا تو اس مکان اور مزار پر ایک شاندار کتبہ نصب کرتا جس پر دنیا کی اس عظیم الشان خاتون ام المؤمنین کے کارناموں کا ایک مرقع ہوتا اور ان کی قربانیوں کی تفصیل تاکہ آنے والی نسلیں صرف احادیث و تاریخ ہی سے اس کا علم نہ حاصل کرتیں بلکہ ہر آنے جانے والا پڑھ کر اپنا ایمان تازہ کرتا۔ کچھ شک نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پرستی سے اپنی امت کو ڈرایا تھا اور آخری وقت میں بھی آپ کو یہ خیال تھا لیکن محض اس خوف سے ان مقدس ہستیوں کے نشانات گور تک مٹا دینا میرے نقطۂ نظر سے نہایت ہی زبوں امر ہے۔ میں نے

محسوس کیا کہ ان مزاروں پر انسان کے قلب میں ایک نور اور سکینت نازل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے ملائکہ کا ان مقامات سے ایک تعلق ہوتا ہے اور انسان جب اُن کے اِن کارناموں پر (جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں انھوں نے سرانجام دیے) غور کرتا ہے تو انسانی قوت عمل میں ایک تحریک ہوتی ہے اور وہ تحریک نیکی اور سعادت کی تحریک ہوتی ہے یہی ثبوت ہے اس امر کا کہ ان مقامات سے ملائکہ کا تعلق ہوتا ہے۔ اب بھی ضرورت ہے کہ ان تمام قبور پر کتبے لگے دیے جاویں۔

میں نہیں کہتا کہ ان پر قبے بنا دیے جائیں یا عظیم الشان عمارتیں تعمیر ہوں۔ اس خصوص میں میرا اپنا نقطۂ نظر دوسرا ہے اور میں مناسب احاطوں اور سامان حفاظت کو ضروری سمجھتا ہوں لیکن اگر حکومتِ سعودی کا مذہبی تخیل اور ہو تو کم از کم ان قبور کے نشان قائم کرکے ان پر کتبے لگوا دینے چاہئیں۔

مولد النبی (صلے اللہ علیہ وسلم پر)

میں ایک روز اس مقام پر گیا جس کو لوگ کہتے ہیں کہ یہ مولد النبیؐ ہے اس جگہ کو بھی اس وقت (۱۹۲۷ء) میں ویران کر دیا گیا تھا۔ پہلے جو عمارت تھی وہ گرا دی گئی تھی۔ میں نے دیکھا کہ وہاں اونٹوں اور گدھوں کا اڈہ ہے اور اس مقام کی صفائی کا بھی چنداں خیال نہیں۔ ایک درخت تھا جو بہت ہی قریب تھا

کا تھا مگر میں نے دیکھا کہ بعض لوگ اس درخت کے ساتھ لپٹتے اور اظہار محبت اس تصور سے کرتے کہ یہ اس مقام پر جس کو ہمارے آقا اور محسن کی ولادت کا شرف حاصل ہے۔ میں نے حسرت کے ساتھ اس نظارہ کو دیکھا اور میں نے عزم کر لیا کہ سعودی حکومت سے اس کے متعلق گفتگو کروں گا۔ چنانچہ دوسرے دن میں اس وقت کے وزیر خارجہ ڈاکٹر عبداللہ وملوقی (جن سے لندن میں میری ملاقات ہوئی تھی) ملنے کے لئے گیا اور اس روحانی اذیت کا تذکرہ کیا انھوں نے مجھ سے کہا کہ آپ امیر فیصل گورنر مکہ سے (جو سلطان ابن سعود کے صاحبزادہ ہیں) مل کر گفتگو کریں۔ امیر فیصل سے بھی مجھ سے لندن میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا۔ اور وہاں ہی ان کا دفتر تھا چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے ملاقات کا انتظام کر دیا اور اس میں ذرا بھی دیر نہ لگی مجھے یہ بات حکومت سعودی کی بہت پسند آئی کہ وہاں ارکان دولت نہایت بے تکلفی اور سادگی سے ملتے ہیں۔ امیر فیصل نہایت اخلاق سے پیش آئے اور انھوں نے قہوہ پیش کیا۔ رسمی گفتگو کے بعد اصل موضوع پر سلسلہ کلام شروع ہوا۔ میں اس ساری تقریر اور دلائل کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ میں نے ان کو جذباتی رنگ میں اپیل کی اور کہا کہ مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو محبت رکھتے ہیں اس محبت کا تقاضا ہے کہ جن مقامات کو

حضورؐ کے نام سے نسبت ہے ان کی خرابی وہ برداشت نہیں کر سکتے۔ امیر فیصل نے مجھ سے کہا کہ ان مقامات کو اس لئے پیوندِ زمین کر دیا گیا ہے کہ لوگ یہاں مشرکانہ حرکات کرتے تھے۔ میں نے کہا اس کا انسداد ان مقامات کے بقا کے ساتھ دوسرے رنگ میں بھی ہو سکتا تھا۔ آخر آپ کے ہاں دوسرے اعمالِ غیر مشروع یا معصیت کے لئے سزائیں مقرر ہیں۔ میرے سلسلۂ دلائل میں انھیں قوت معلوم ہوئی تو بالآخر انھوں نے کہا کہ دراصل یہ امر مشتبہ ہے کہ یہ مقام فی الواقعہ مولد النبی ہے بھی یا نہیں ہے۔ پر میں نے کہا کہ اس مقام کو زمانۂ دراز سے مولد النبی قرار دیا گیا اور صدیوں پیشتر سے لوگ اسے مولد النبی کہتے ہیں تو پھر یہ مشکوک کیسے سمجھا جا سکتا ہے اور اگر یہ فرض کر لیا جاوے کہ مشکوک ہے تو آپ کا پہلا فرض یہ تھا کہ ایک کمیٹی تاریخ دان علماء کی مقرر کرتے اور وہ اصل مقام کی تحقیقات کرتی اور اسے محفوظ قرار دیتی۔ آج تو لوگ معمولی آثارِ قدیمہ کی تحقیقات میں بڑا وقت اور روپیہ صرف کرتے ہیں، اس مقام کے ساتھ تو ساری دنیا کے مسلمانوں کی عقیدت وابستہ ہے گرانے میں جلدی کی گئی۔ امیر فیصل نے کہا اس کے سوا کوئی اور چارہ نہ تھا۔ میں نے کہا کہ یہ عذر صحیح نہیں ہے اس کا چارہ کار یہ تھا حکومت اس مقام پر ایک شاندار عمارت تعمیر کرتی اور روئے زمین کے

مسلمان اس میں حصہ لیتے اور اس میں سیرۃ النبیؐ کا ایک دفتر قائم کیا جاتا دنیا کے تمام زبانوں میں سیرت النبیؐ پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کی متعدد جلدیں رکھی جاتیں اور یہ مقام دار الحدیث ہوتا جہاں ہر وقت حدیث کا درس جاری رہتا اس طرح پر جن بدعات یا مشرکانہ حرکات کا آپ کو خطرہ تھا وہ بھی باقی نہ رہتا۔ ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جاتا اور لوگ حدیث سنا کرتے یا سیرتؐ کی کتابیں پڑھتے۔ میری اس تجویز پر ان کے چہرہ پر مسرت کی ایک لہر آئی اور انھوں نے اسے بہت پسند کیا اور کہا کہ میں حضرت امام سے ذکر کردوں گا (یہ لوگ ابن سعود کا جب ذکر کرتے ہیں تو حضرت امام سے کرتے ہیں) اس پر یہ انٹرویو ختم ہوگیا۔

مولد النبیؐ میں دار الحدیث

اس سلسلہ میں ایک اور واقعہ کا ذکر بے محل نہیں سمجھتا۔ میں جب حیدر آباد آیا تو خان بہادر نواب احمد نواز جنگ نے اپنے سفر حج کے شکریہ یا یادگار کے طور پر ایک وقف قائم کرنے کا ارادہ کیا اور انھوں نے مجھ سے بھی اس کا ذکر کیا میں نے مندرجہ بالا واقعات کا ذکر کرکے ان کو توجہ دلائی کہ یہ روپیہ آپ اس کام پر خرچ کریں یہ بڑے ثواب کا کام ہوگا۔ ان کو یہ تجویز پسند آئی اور ایک موڈل (نمونہ) اس عمارت کا انھوں نے تیار کرایا۔

ایک عرصہ تک وہ ان کے دفتر پر پڑا رہا لوگ اُسے شوق سے دیکھتے اور اس کے متعلق خان بہادر صاحب کی تصریحات سُن کر دعائیں دیتے ۔

مجھے خوشی ہوئی تھی کہ میری تحریک نے ایک عملی صورت اختیار کر لی لیکن پھر بھی اس تجویز کے متعلق کچھ سننے میں نہ آیا اور میں نے حسرت سے کہا

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

میں اس مفید کام کی اب بھی ضرورت محسوس کرتا ہوں ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ایک قوت اور مقناطیسی اثر رکھتا ہے اس کے سنتے ہی سُست سے سُست اور غافل سے غافل مسلمان کے قلب میں ایک نئی روشنی اور طاقت محسوس ہونے لگتی ہے اور اس کی عزت و جلال کے اظہار کے لئے سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو جاتا ہے ۔ آج حالات بدل چکے ہیں اب ضرورت ہے کہ عصری طریقوں کو کام میں لاکر اس نام کو دنیا میں پھیلایا جائے اور مسلمانوں کے اندر محبت کا عملی جذبہ پیدا کیا جاوے اور اس کی ایک ہی صورت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کارناموں کو دنیا میں نشر کیا جائے اور ہر زبان میں ہر رنگ میں آپؐ کی سیرت کو پیش کیا جائے تاکہ مغربی قومیں نیازمندی کے ساتھ اس ہدایت کو قبول کریں اور مسلمان اپنے اعمال میں اسی روح کو

پیدا کریں جس کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ و السّلام کی بعثت ہوئی تھی۔ عملی زندگی کے اس انقلاب ہی سے وہ وقت قریب تر ہوتا جاوے گا جس کے آنے کی بشارتیں ہم پڑھتے چلے آتے ہیں۔ میں خیالات کے سلسلہ میں بظاہر دور مگر اصل مقصد کے قریب چلا گیا۔ مکہ معظمہ بجائے خود ایک عالم ہے اس دنیا کی کیفیات اپنے اندر ایک اور دنیا رکھتی ہیں جس جس قدر وہ غور و فکر کی قوتوں کو تیز کر کے ان ذرات اور سنگریزوں اور ریگزار میں پھرتا ہے اسی قدر وہاں کے عجائبات اور باطنی حقائق کا مشاہدہ کرتا ہے۔

چاہِ زمزم پر میں اپنے سفر حج کی تفصیلات بیان نہیں کر رہا ہوں۔ ان ایام کی ایک ڈائری میں نے لکھی تھی جو میرے سفر یورپ و بلاد اسلامیہ کی ایک سلک تھی۔ مشرقی پنجاب کے انقلابات (تلک قسمتہ ضیزیٰ کے قاسم ریڈکلف کی بے انصافی کی خونی تاریخ ہے) میں میرے مرکزی دفتر پر جو آفت آئی اس میں ضائع ہوئی تاہم میں اپنے حافظہ کی بناء پر بحمد اللہ اب بھی اس کو کچھ نہ کچھ بیان کر سکتا ہوں یہاں تو میں تاثرات کے سلسلہ میں بعض واقعات لکھ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرصت اور توفیق دی تو سفرنامہ بھی مرتب ہو جائے گا۔

طواف اور مقام ابراہیم پر دو رکعت پڑھ کر میں چاہِ زمزم

پر آیا اور اس پانی سے اپنے لب و حلق کو سیراب کیا جو اللہ تعالیٰ نے اس وادیٔ غیر ذی زرع کے پہلے آبادکاروں حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے لئے جاری کیا تھا۔

مکہ معظمہ کی موجودہ آبادی اور اس کی شان و شوکت کو دیکھ کر یہ خیال بھی نہیں آسکتا کہ یہاں ایک لق و دق میدان تھا شاید بہت ہی کم لوگ ہوں گے جو اس قسم کے اثرات اپنے قلب میں محسوس کرتے ہوں مگر میں اپنا قصہ کہہ رہا ہوں۔

میں نے عالم تصور و تخیل میں اپنے آپ کو ایک لق و دق صحرا میں پایا جس میں نہ کوئی آبادی تھی اور نہ آبادی کے سامان۔ میں نے اس تصور کی آنکھ سے دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی وحی کے ماتحت حضرت ہاجرہ اور اسمٰعیل کو پانی کی ایک مشک اور کچھ کھجوروں کا اذوقہ دے کر چھوڑ گئے۔ انھیں یقین تھا کہ خدا تعالیٰ ان کو ضائع نہیں کرے گا۔ اور ایک بڑی قوم ان سے پیدا ہوگی مگر اس وقت کسی مفکر اور عالم کے وہم میں یہ بات نہ آسکتی تھی۔ میں نے دیکھا اور اسی تصور کے کان سے سنا کہ حضرت ہاجرہ نے پوچھا کہ کیا آپ خدا کے حکم سے ہم کو یہاں چھوڑ کر جا رہے ہو۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ ہاں خدا کے حکم سے تب حضرت ہاجرہ اس کے بعد کچھ بھی تو ان سے مطالبہ نہیں فرماتیں کہ یہ اذوقہ اور پانی

توجلد ختم ہوجائے گا پھر گذارہ کیسے ہوگا؟۔

اس سے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی ایمانی قوت کا راز مجھ پر منکشف ہوا کہ انھیں اللہ تعالیٰ پر کس قدر محکم ایمان تھا۔ اور وہ توکل کے اس اعلیٰ مقام پر تھیں۔ آخر پانی ختم ہوگیا اور اس ریگ زار میں دو پیاسی روحیں بیقرار ہوگئی۔ بچے کی بیقراری کا نے ماں کی ممتا کو اور بھی بیقرار کر دیا اور بے اختیار ہوکر ادھر ادھر پانی کی تلاش میں دوڑنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس سعی (دوڑ دھوپ) کو قبول فرمایا اور وہاں پانی کا ایک چشمہ ابال دیا۔ میں نے اپنے تخیل میں اس چشمہ کو پھوٹتے ہوئے دیکھا اور خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت کا ایک اعجازی نشان دیکھا میں تصورات کی دنیا سے نکل آیا اور میں نے دیکھا کہ یہ چشمہ جو آج ایک کنوئیں کی شکل میں ہے اور اس پر ایک شاندار عمارت کھڑی ہے اور دنیا کے ہر حصے سے لوگ آ آ کر اس سے سیراب ہوتے ہیں یہ خدا تعالیٰ کی قدرت نمائی کی

ایک زندہ نشانی ہے

الحمدللہ کہتے ہوئے میں نے پانی کی صراحی کو منہ لگا دیا اور میں اس چشمہ سے سیراب ہوتا گیا۔ میں نے اس پانی کو رسم و عادت کے طور پر نہیں پیا کہ لوگ طواف کرنے اور مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد زمزم کا پینا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ میں نے

اس پانی کو اس لئے پیا کہ اس کی حقیقت اجرا ایک عظیم الشان نشان ہے۔ خدا تعالیٰ کی ہستی پر اور اس پر بھروسہ اور توکل کرنے والوں کی نصرت کا۔

میں پانی سے سیراب ہو کر بیٹھ گیا اور میں سوچنے لگا کہ یہ چشمہ اگرچہ ایک مادی رنگ رکھتا ہے مگر اسی مقام سے اس نسل سے جس کی بقا کے لئے خدا تعالیٰ نے اس لق و دق میدان میں اُسے جاری فرمایا ہے۔ ایک چشمۂ حیات جاری ہوگا۔ جو مُردہ دلوں کی مسیحائی کرے گا اور ایک نئی زندگی عطا کرے گا وہ چشمۂ حیات وہ وجود ذی جود ہے جس کا نام نامی ہے

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

میں ان سنگ ریزوں کے فرش پر بیٹھے ہوئے یہ لُطف اُٹھاتا رہا۔ اور تب میں نے کہا کہ اس مقام کا ہر ہر ذرّہ اور اس شہر کا ہر مقام اور اس کی ہر اینٹ پتھر اور ہر آدمی اور یہاں پر آنے والی ہر چیز خدا تعالیٰ کی ہستی اور آنحضرت صلعم کی صداقت اور قرآن کریم کے حقانیت کی دلیل ہے میرے سامنے معرفت کا ایک دفتر کھلا ہوا تھا اور قرآن مجید کی وہ آیات جن میں اس اول بیت وضع للناس کو بطور نشان اور دلائل کے پیش کیا ہے۔

میرے ایمان میں ایک نئی روشنی اور معرفت پیدا کر رہی تھیں۔
میں ایک جوش کے ساتھ اُٹھا اور میں نے بیت اللہ کو مخاطب کر کے کہا کہ

"بیشک بظاہر تو پتھر کا ایک مکان ہے لیکن تو زندہ خدا کی ہستی کا ایک ثبوت ہے تو ہی وہ اول بیت وضع للناس کا مصداق ہے تیری ہی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو مبارک ہے اور ہدیٰ للعالمین کا ذریعہ ہے تیری ہی اس خاک سے رحمۃ للعالمین مبعوث ہوا اور تیری ہی شان ہے کہ آیات بینات اور مقام ابراہیم اور امن و سلامتی کا تو گھر ہے"

یہ اس وقت کہا گیا تھا جب دنیا اس نور کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی یہ نہ جانتے تھے ہاں ان کے دل میں ایک تڑپ تھی اور وہ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام سے ایک ایسے نبی کے مبعوث ہونے کے لئے دعا کرتے تھے وہ اپنی دعاؤں کی قبولیت پر یقین رکھتے تھے مگر یہ نہ جانتے تھے کہ کب ہوگا۔

میں اپنے خیالات کی دنیا میں بیت اللہ کے معمار و مزدور علیہما السلام کو دیکھتا تھا کہ وہ اس گھر کی تعمیر وغیرہ کر رہے ہیں اور ہر پتھر کو اُٹھاتے اور لگاتے وقت دعاؤں میں مصروف

ہیں وہ اس گھر کو خدا کی عبادت کے لئے مخصوص کرتے ہوئے تعمیر کر رہے تھے امتداد زمانہ سے وہ بُت خانہ بن گیا لیکن آخر حق آگیا اور پتھروں کے معبودوں کا خاتمہ ہوگیا۔ اور خدا کا کلام صادق آیا کہ اُسے

خدا ہی کی عبادت کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔

مناظر راہ

قرآن مجید میں کعبۃ اللہ کی تعمیر اس کے متعلق بشارات اور پیشگوئیوں کو جب میں پڑھتا تھا تو ان پر ایمان لاتا تھا اور اپنے ذوق اور فہم کے موافق ان کی تفسیر بھی کرتا تھا لیکن ان کی صحیح تفسیر خود مکہ معظمہ میں پہونچ کر سمجھ میں آئی ہے۔ الفاظ کے معانی حقیقت بن کر سامنے آنے لگے۔

میں جب پہلی مرتبہ مکہ معظمہ میں داخل ہوا یعنی حدود حرم میں قدم رکھا تو مجھ پر عجب کیفیت طاری تھی اگرچہ جدّہ سے لے کر مکہ معظمہ تک ہر لحظ اور ہر آن میری روح وجد کرتی تھی میں نے دیکھا کہ ہر ملک ہر قوم کے لوگ ہر قسم کی سواریوں پر سوار اور پیدل ایک ہی قسم کا لباس پہنے ہوئے عاشقانہ رنگ میں لبیک اللھم لبیک کے نعرے بلند کرتے ہوئے جارہے ہیں امیر اور غریب جاہل وعالم میں کوئی امتیاز باقی نہیں سب کے سروں میں ایک ہی سودا اور دھن سمائی ہوئی ہے میں نے ان عاشقان دیار محبوب میں ہندیوں کو اور ہندوستان کے ہر حصّہ کے

لوگوں کو دیکھا آفریقہ، جاوا، سماٹرا، مراقش، یوگوسلاویہ، روس، بخارا، افغانستان غرض ہر ملک کے لوگوں کو دیکھا یہ مختلف زبانیں بولتے ہیں اور مختلف تمدن کے لوگ ہیں مگر اس بیت العتیق کی طرف آتے ہوئے ایک ہی نعرہ لبیک کا لگائے چلے جاتے ہیں۔ اس نظارہ کو میں نے دیکھا اور قرآنِ مجید کی اس آیت کی تفسیر کو میں نے واقعات کے رنگ میں پڑھا

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ

اور لوگوں میں حج کے لئے پکار دے وہ آئیں تیری طرف پیدل بھی اور ہر قسم دبلی سواریوں پر بھی جو ہر دور کے راستہ سے آتی ہوں گی۔

میری آنکھوں کے سامنے وہ نظارہ آگیا حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ کی تعمیر باذنِ الہٰی کر رہے تھے اس وقت کسی کے وہم وگمان میں بھی یہ خیال نہ آسکتا تھا لیکن ہر وہ شخص جسے اس نعمت کا شرف حاصل ہوا ہے اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ دی ہوئی بشارت پوری ہو رہی ہے جدھر نظر کرو لوگ آرہے ہیں سواریوں کو دیکھو وہ ہر قسم کی ہیں اور عجیب تر بات یہ ہے کہ راستہ کی کوفت اور نشیب وفراز نے سب کو چور کر رکھا ہے یہاں تک کہ آج جو موٹروں کا زمانہ

ہے موٹروں کو بھی دیکھتے ہیں تو بھی ہچکو لے کھا کر راستہ کے پتھروں سے ٹکرا کر اپنے رنگ میں کُل ضامِر کی مصداق ہو رہی ہیں پھر جوں جوں سواد مکہ کے قریب ہوتا گیا تو یہ ہجوم بڑھتا گیا ہر طرف سے قافلوں کے قافلے آ رہے ہیں میں نے اس نظارہ کو دیکھا اور میں ایک بصیرت کے ساتھ ایمان لایا کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اظہر من الشمس ہے کیا کسی انسانی طاقت میں ہے کہ ہزاروں برس پیشتر جبکہ اس کے لئے کوئی ظاہری سامان اور اسباب نہ ہوں ایک بات کہے اور وہ پوری ہو یہ علیم و خبیر خدا ہی کا کام وہ عالم الغیب ہے اور غیب کو اپنے مرسلین پر ظاہر کرتا ہے تا کہ ان کی سچائی کی دلیل ہو۔

مَیں ان خیالات میں محو جا رہا تھا کہ میرے خیال میں اس زمانہ کا ایک تازہ واقعہ آیا۔ قادیان پنجاب میں ایک شخص نے جس کو کوئی نہ جانتا تھا اور نہ اس کے گاؤں سے ہی دنیا واقف تھی اپنی گمنامی کے زمانہ میں کہا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے کہا ہے کہ

يَأْتِيكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ

اس وقت سننے والوں نے اسے ایک مذاق سمجھا الا ماشاء اللہ مگر ایک زمانہ آیا کہ دنیا کے ہر ہر گوشہ سے لوگ اس کی خدمت

میں حاضر ہوئے ہیں نے خود اس نظارہ کو بھی دیکھا اُسے دیکھکر
بھی میں قرآن مجید کی صداقت پر ایمان لایا تھا مگر مکہ معظمہ میں
پہونچ کر اس نظارہ کو دیکھکر میں نے کہا

صدق اللہ و رسولہ

مکہ کے بازاروں میں | جب میں مکہ کے بازاروں میں پھرتا اور
دیکھتا تو میری حیرت کی حد نہ رہتی میں یورپ کے بازاروں کو
دیکھتا آیا تھا۔ یہاں کے پُر رونق بازاروں کو دیکھا تو ایسا
معلوم ہوا کہ گویا خواب دیکھ رہا ہوں کہ ہر قسم کی آسائش اور
آرائش کی قیمتی سے قیمتی اشیاء اس جگہ موجود ہیں جہاں آمد
و رفت کے ذرائع محدود ہیں اور یہ وہ بستی اور ملک ہے جو من وجہ
دنیا سے الگ ہے لیکن یورپ اور امریکہ کی ہر قسم کی زیب و زینت
اور تعیش کا سامان یہاں پایا جاتا ہے جہاں پانی ملنا مشکل
تھا وہاں برف اور مختلف قسم کے خوشگوار مشروبات' برف کی
قلفیاں اور آئسکریم ہر وقت ہر مقدار میں میسر ہے اگرچہ
سلطان ابن سعود نے سگریٹ وغیرہ کی ممانعت کر رکھی ہے۔
لیکن پہلے سے عادی لوگوں کے ہاں نہایت قیمتی سگار اور
سگریٹ موجود ہیں مگر اب عالم دوسرا ہی ہے پھر میں نے
میوہ فروشوں کی دوکان پر ایک نظر کی تو میں حیران ہو گیا کہ
دنیا بھر کے ہر قسم کے میوہ جات اس بے آب و گیاہ بستی میں

اس کثرت سے موجود ہیں کہ لاکھوں انسانوں کی اس آبادی کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔ میں نے وہاں اٹلی اور اسپین کے انگوروں کو دیکھا تو پھر میرے دل پر ایک صدمہ سا محسوس ہوا کہ ایک وقت تھا کہ ان ملکوں پر اسلامی پرچم لہراتا تھا۔ اس تصور میں میں نے اسپین کے فاتح اعظم طارق کی فوجوں کو اترتے دیکھا اور اسلامی سلطنت کی شان و شوکت کے نظاروں کو دیکھتا گیا یہاں تک کہ میں اس دور میں پہونچ گیا کہ دجالی کوشش اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت میں شروع ہوگئیں آخر وہ وقت آپہنچا کہ وہاں سے مسلمانوں کا نام و نشان مٹ گیا آہ۔ فلیبك على الاسلام من كان باكيا

ان انگوروں نے اسے اسلامی تاریخ کے جو خوش نما اور درد انگیز دور کی یاد دلاکر منغص کردیا۔ میرے ساتھ منصور علوی ایک مطوف تھا (جو یوگوسلاویہ سے میرے ساتھ آرہا تھا اور راستے میں اس نے میری خدمت بھی کی تھی خصوصاً اس وجہ سے کہ جب اثنائے سفر میں میں نے ان سے کہا کہ میں بھی عرب ہوں صدیاں گذریں کہ میرے بزرگ خاک تیرۂ ہند میں آئے تو اسے خاص دلچسپی ہوئی اور جب اس نے جہاز میں مجھ پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا مشاہدہ کیا کہ جہاز کے آفیسر خصوصاً روسی ڈاکٹر میرا احترام اور اظہار محبت کرتے تھے) اس نے دیکھا کہ میں

افسردہ خاطر ہوں اس نے پوچھا کہ آپ کو کیا ہوگیا میں نے اس سے کہا کہ اسپین کے اور اٹلی کے ان انگوروں نے مجھے دردمند کردیا اس پر بھی ایک رقت سی طاری ہوئی جب میں نے گذشتہ عظمت اسلام کا ذکر کیا۔

میں اس افسردگی کے ساتھ حرم میں چلا آیا اور جب میں نے کعبہ کو دیکھا تو منہ سے نکلا

یا رب البیت صدقت

معاً میری توجہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا کی طرف پھر گئی کہ انھوں نے اپنے رب کو پکارا اور دعا کی کہ

"اے میرے اللہ میں نے اپنی اولاد کو اس وادیٔ غیر ذی زرع میں تیرے معزز گھر کے جوار میں آباد کیا ہے۔ میری نیت اور مقصد یہ ہے کہ وہ نمازوں کو قائم کریں پس لوگوں کے قلوب کو ان کی طرف مائل کردے اور ان کو پھلوں کا رزق عطا فرما۔ تاکہ وہ شکرگزار رہوں۔

اس دعا کا میرے دماغ میں آنا تھا کہ میری افسردگی اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح میں تبدیل ہوگئی کہ ابراہیم علیہ السلام اولاد کو وادیٔ غیر ذی زرع میں آباد کرتے ہیں اور اولاد کے لئے منجملہ اور دعاؤں کے ثمرات کی دعا بھی کرتے ہیں۔ میں

بے اختیار اٹھا اور مقام ابراہیم پر دو رکعت ادا کی میں نے عالم تصور میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہاتھ بلند کیے ہوئے دعا کرتے دیکھا۔ اور میں درُود پڑھنے لگا کہ

یہ سب کچھ ان کی دعاؤں کا مظاہر اور نتیجہ ہے۔

دعاؤں سے فراغت کے بعد جب پھر بازار پہونچا تو دیکھا کہ ہر قسم کے ملبوسات سے دوکانیں اٹی پڑی ہیں میں نے ان تمام چیزوں کو دیکھا اور میرے دل سے ایک آہ نکلی کہ اس تجارتی مال کے ذریعہ اگر کسی قوم نے فائدہ اُٹھایا تو یہ یورپ اور امریکہ کے رہنے والے ہیں جنھوں نے عربی تمدن کو اپنے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے اور یہاں کی تجارت کو اپنے قابو میں کرلیا ہے کیونکہ کثرت سے یہ تجارتی اشیا انہی ملکوں سے آتی ہیں اس میں شک نہیں کہ ہندوستانی جوتے اور بعض اسلامی ممالک. بغداد و دمشق وغیرہ کی قبائیں، عبائیں اور اسی قسم کی دوسری اشیاء اور دوسرا سامان بھی موجود تھا۔

اس سامان کی موجودگی پر جب غور کیا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ مارکٹ پر اصل قبضہ انہی ممالک کی اشیاء کا ہے جنھوں نے بادیہ نشین عربوں کو تعیش پسند بنا دیا میں اپنے خیال میں تاریخ کے ورق اُلٹنے لگا اور میں نے عالم تخیل میں مولانا حالی کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سُنا ؎

ہم شتربانی سے پہونچے تھے جہانبانی تلک ؛ اس لیے باقی شتربانوں کی عادت ہم میں تھی

میں پھر وہاں سے اُٹھا اور پھلوں کی دوکان پر آیا اور میں نے مالٹا کے سنگترے لے کر کھائے اور میرا دل کہہ رہا تھا کہ یہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا کی قبولیت کا نشان ہے اور اس بازار کا ہر پھل شعائر اللہ میں سے ہے کہ صدیوں پیشتر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بے آب گیاہ مقام کی آبادی اور یہاں کے رہنے والوں کے لئے ثمرات کے لئے دعا کی اور آج دنیا کے ہر گوشہ سے یہاں ہر قسم کے پھل آتے ہیں اور تازہ بہ تازہ موجود ہوتے ہیں۔

میں مسلمانوں کی اُجڑی ہوئی سلطنتوں کے انگوروں کو دیکھ کر پریشان ہوا تھا اور گذری ہوئی عظمت اور انقلاب نے میرے دل کو افسردہ کر دیا تھا مگر اب میں اپنے دل میں سکون محسوس کرتا تھا اور میں قرآن کریم کے اس کلیہ کی صداقت پر لطف اُٹھاتا تھا

تلك الايام نداولها بين الناس

میرے دماغ میں خیالات کا ایک ہجوم تھا اور قرآن کریم کے مختلف مقامات میری توجہ کو اپنی طرف جذب کر رہے تھے۔ مالٹا کے سنگتروں کا ذوق میری زبان اور حلق نے تو اُٹھایا ہی تھا مگر میں انھیں

ابراہیمی دعا کا پھل سمجھ کر کھا رہا تھا

بے اختیار میری زبان سے یہ بھی نکلتا تھا

لك الحمد ولك الشكر یا ربنا

میں نے اپنے نفس میں خدا تعالیٰ کے حضور شکر گذاری کے جذبات کو

اُبھرتے ہوئے پایا تب میں نے پھر ایک اور لطف اُٹھایا

* کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اس دعا کے ثمرات کو اس پر
* ختم کیا تھا لعلھم یشکرون تاکہ وہ شکر گزار ہوں تب میں نے پھلوں کی دو کانوں کو پھر ایک نظر سے دیکھا اور کہا کہ یہاں کا ہر ایک پھل خدا تعالیٰ کی ہستی کی ایک ایسی دلیل ہے کہ مادہ پرست اور دہریہ کو بھی اس سے انکار کی گنجائش نہیں۔

سلطان ابن سعود سے ملاقات

جلالۃ الملک سلطان ابن سعود سے مجھے تین مرتبہ ملنے کا موقع ملا۔ دو مرتبہ تو میرے ساتھ حضرت الحاج نیر صاحب مبلغ اسلام (لندن و افریقہ تھے) اور تیسری مرتبہ مجھے تنہا ان سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اور یہ ملاقات بہت اہم تھی مکہ معظمہ میں سلطان ابن سعود کے داخلہ کا پہلا سال تھا اور اہل حدیث کے بہت سے لوگ وہاں گئے ہوئے تھے ان میں ایک مولوی صاحب محمد اسمٰعیل سورتی تھے میں ان سے قیام بمبئی کے ایام سے واقف اور بے تکلف تھا وہ مذہباً اہل حدیث تھے اور عملاً پکے کانگریسی معلوم نہیں اس وقت وہ زندہ ہیں یا مر چکے کیونکہ یہ اکیس برس کا واقعہ ہے مولوی اسمٰعیل صاحب

* کو مولوی اسمٰعیل غزنوی (جو سلطان کے خاص مقربین سے ہیں اور جنھوں نے سلطان کی حکومت کے استحکام کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں) سے نہیں معلوم کیوں کچھ رنجش تھی وہ ان کے اقتدار اور

قرب کو دیکھ نہ سکتے تھے غزنوی صاحب کے ننہال سے خاکسار
عرفانی کو ارادت وعقیدت تھی اس لئے وہ مجھ سے بھی محبت
رکھتے تھے۔ سورتی صاحب کو یہ اچھا موقع ملا کہ میرے متعلق انہوں
نے غزنوی صاحب کو الزام دینے کے لئے ایک حیلہ پیدا کیا اور
شکایت کی کہ غزنوی صاحب ان کو سلطان کے پاس لے گئے
اور ان کی وجہ سے یہاں ایک فتنہ پیدا ہو جائے گا اور یہ ہو گا اور
وہ ہو گا۔

سلطان میرے عقائد سے واقف تھے اور انھوں نے
شیخ الاسلام عبداللہ بن بلہید سے استصواب کیا تھا کہ کیا میں
ان سے ملوں یہ لوگ تو مبلغ ہوتے ہیں شیخ الاسلام نے (خدا اس
پر رحم کرے) نہایت صحیح مشورہ دیا کہ ان لوگوں سے سلطان کو
ضرور ملاقات کرنی چاہیئے اور جو کچھ وہ کہیں سننا چاہیئے چنانچہ
ہم کو موقع ملا اور ہم نے واضح الفاظ میں اپنے عقاید کو پیش کر دیا
تھا بعد میں جب سورتی صاحب کو علم ہوا تو انھوں نے میرے لئے
دراصل نہیں غزنوی صاحب سے سلطان کو بدظن کرنے کے لئے
یہ فتنہ کھڑا کیا۔ مگر سلطان نے واقعات کی روشنی میں جواب دیا کہ میرے
پاس تو وہ توفیق شریف کے ساتھ آئے تھے اور میں نے شیخ الاسلام
کے مشورہ کے بعد ملاقات کی اور انھوں نے جو کتابیں پیش کیں وہ
میں نے قبول کیں۔ غزنوی کا کچھ تعلق نہیں۔ اور سورتی صاحب سے

پوچھا کہ وہ یہاں کیوں آئے ہیں؟
سورتی صاحب نے کہا کہ حج کرنے آئے ہیں اس پر سلطان نے کہا کہ دیکھو ہم بدو لوگ ہیں ہمارے گھر میں تو دشمن بھی آجاوے تو اس کو پناہ دیتے ہیں وہ تو خدا کے گھر کے لئے آئے ہیں میں یا آپ کون ہیں کہ ان کو خدا کے گھر سے نکال دیں۔ رہا فتنہ اگر وہ کسی قسم کی خلاف قانون بات کریں گے تو حکومت اس کا انسداد کرے گی۔ غرض وہ اس منصوبہ میں ناکام ہو گئے۔ مجھے بھی اس ساری گفتگو کا علم ہوا تو میں نے سلطان سے ملاقات کا انتظام کیا میں حاضر ہوا تو مندرجہ ذیل گفتگو سلطان سے ہوئی۔

عرفانی:۔ جلالۃ الملک! آپ جانتے ہیں حرمین شریفین کی خدمت کا شرف آپ کو کیوں ملا۔

سلطان:۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ

عرفانی:۔ بے شک یہ فضل تو ہے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل کے کچھ اسباب ہوتے ہیں۔

سلطان:۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ آپ کیا سمجھتے ہیں۔

عرفانی:۔ شریف عون کے زمانہ میں آپ کے جد حج کے لئے آئے تھے مگر شریف عون نے اختلاف عقیدہ کی وجہ سے ان کو روک دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی اس لئے شریف کے خاندان سے یہ شرف نکل گیا اور آپ آل سعود

کو دیا گیا۔

سلطان:۔ مرحبا۔

عرفانی:۔ میں نے یہ واقعہ آپ کو اس لئے یاد دلایا ہے کہ مکہ معظمہ
روئے زمین کے مسلمانوں کا مرکز ہے یہاں مختلف عقائد
کے لوگ آئیں گے اور آپ کے ساتھ بھی بعض کا اختلاف
ہوگا اگر محض عقائد کے اختلاف کی وجہ سے آپ کسی سے
تعرض کریں گے تو یاد رکھیئے کہ
خدا تعالیٰ آپ سے یہ خدمت چھین لے گا اور اس
کو دے گا جو اختلاف عقائد کی وجہ سے کسی سے
تعرض نہ کرے گا۔

میرے بیان کا ترجمہ توفیق شریف صاحب جو ان دنوں وزیر معارف
تھے کرتے تھے اور کچھ نہ کچھ میں خود بھی اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں بولتا
تھا سلطان یہ سن کر استغفار کرتے ہوئے کھڑے ہوگئے اور کہا کہ
میں انشاء اللہ کبھی ایسا نہیں کروں گا
اور ساتھ ہی کہا کہ آپ خود موجود ہیں آپ سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا
آپ کی شکایت ہوئی اس پر بھی ہم نے توجہ نہیں کی، اس پر میں نے
کہا کہ اسی بات نے مجھے تحریک کی کہ میں یہ حق آپ کو پہنچا دوں الحمدللہ
میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

یہ واقعہ میری زندگی کے ایک پہلو پر جہاں روشنی ڈالتا ہے

سلطان ابن سعود کے اخلاق اور سیرت کا بھی ایک پہلو نمایاں ہے
میں نے اس کے دربار میں دیکھا کہ اس کے ہم وطن اور
بادیہ نشین اعراب آتے تھے اور ان کے ساتھ ایک ہی فرش پر بیٹھتا
اور نہایت بے تکلفی کی باتیں ہوا کرتیں۔ کوئی اپنی اونٹنی کے بچہ کا
ذکر کرتا کوئی اور اسی قسم کے تذکرے اور سلطان نہایت اطمینان سے
سنتا اور توجہ سے جواب دیتا میں نے اس کے دربار کو اسلامی حکومت
کا ایک مظاہرہ پایا قیام مکہ میں مجھے معلوم ہوا کہ سلطان غیر ملکی
سفیروں کے ایک مجمع میں بتقریب دعوت موجود تھا وہاں سلسلہ
کلام میں کہا تمہارے ممالک کی طرح سامان تعیش نہیں بڑی سڑکیں یا
دوسرے سامان نہیں لیکن وہاں جیل خانے ہیں بڑے بڑے
جرائم ہوتے ہیں۔

مگر میرے ملک میں جرائم نہیں ہوتے اور مقدمات میں وہ
طوالت نہیں اور نہ قانونی پیچیدگیاں ہیں۔ اس لئے میں تمہارے
تمدن کے یہاں نہ ہونے پر افسوس نہیں کرتا بلکہ خوش ہوں کہ وہ
یہاں نہیں اور اس کے نتیجہ میں میرا ملک (جو خدا کا ملک ہے)
ہر قسم کے جرائم سے پاک ہے۔

دنیا میں خدا کا پہلا گھر میں بیت اللہ روزانہ جاتا اور بعض
اوقات گھنٹوں وہاں بیٹھتا اور شعائر اللہ کے متعلق ذوق ایمان
محسوس کرتا کبھی باب النبیؐ پہ مختلف طریق پر گردش کرتا اس احساس

کے تحت کہ شاید حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم اس مقام پر پڑے ہوں کبھی دارالندوۃ کے مقام کو دیکھتا اور ان منصوبوں اور سازشوں کا ایک فلم میرے دماغ میں پھر جاتا جو کفار مکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف کرتے تھے غرض وہ ایام نہایت ہی ایمان افروز تھے اور دل چاہتا تھا کہ بقیہ زندگی یہاں ہی گذاروں اور سچ تو یہ ہے کہ یہی وہ مقام ہے۔ جس کو

ایک بار دیکھا اور پھر دیکھنے کی تمنا ہے

میں قرآن مجید کی تلاوت میں بیت اللہ کی تعمیر اور تاریخ کو پڑھ چکا تھا قرآن مجید نے اسے دنیا میں سب سے پہلا خدا کا گھر یعنی بیت اللہ قرار دیا ہے اور اس کی غرض وغایت یہ قرار دی ہے کہ وہاں خدا کی عبادت ہو اور یہ دنیا کی ہدایت کے لئے تبلیغ اسلام کا مرکز ہو۔

میں نے قرآن مجید کے اس دعویٰ کو تاریخ کی روشنی میں دیکھنے کی کوشش کی۔ اس وقت تک میں اسے اللہ تعالیٰ کی مجید کتاب میں اس دعویٰ کو پڑھتا تھا۔ اور اب خود اس گھر کے سامنے بیٹھا ہوا اس کی برکات سے بہرہ اندوز ہونے کی دعائیں کرتا کبھی محبت وعاشقانہ نیازمندی کے جذبات کے ساتھ اس کا طواف کرتا اور کبھی اس کے پردہ کو پکڑ کر

رَبّ البیت کو پکارتا

اور کبھی اقبال کے اس شعر سے لطف اندوز ہوتا۔

دنیا کے بتکدے میں پہلا وہ گھر ہمارا
ہم اس کے پاسبان ہیں وہ پاسباں ہمارا

میں اس ذوق میں نفس مضمون سے دور جا رہا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو تاریخ کی روشنی میں دیکھنا چاہتا کہ یہ سب سے پہلا گھر ہے۔ ایک مومن مسلم کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ خدا کا کلام یہ دعویٰ نہیں کرتا ہے لیکن قرآن کریم کوئی ایسا دعویٰ نہیں کرتا جس کی صداقت روز روشن کی طرح سے ظاہر نہ ہو۔

قرآن مجید نے خود اس دعویٰ کی تائید بعض امور بیان کئے ہیں جن کا تذکرہ اغلب ہے اسی سلسلہ مشاہدات میں آئے لیکن میں نے اسلام کی تلخ ترین دشمنوں کی زبان قلم سے بھی اسی ارشاد ربانی کی تائید کو دیکھا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ایک مبسوط تحقیقاتی تالیف ہے اس کے مصنفین نے تسلیم کیا ہے کہ یہ سب سے قدیم ہے، تاریخ روما کے مشہور و معروف مصنف مورخ نے اعتراف کیا ہے کہ بیت اللہ سے قدیم تر کسی معبد کا نشان نہیں ملتا۔ اگر دنیا کی قدیم ترین تاریخ کے آثار کا پتہ کسی طرح سے مل بھی جاوے (جو محال ہے) تو بھی یہ صداقت اپنی جگہ پر اٹل ہے اس لئے کہ وہ عبادت کے طریق اپنے اندر تکمیل نہیں رکھتے تھے اس لئے کہ خود انسان کی ابتدائی حالت تھی بہر حال رومی مورخ کے علاوہ دوسرے

مصنفین نے بھی ان کو تسلیم کیا ہے ہمارے زمانہ کے مستشرقین اور متعصب مصنفین کو بھی بالآخر تسلیم کرنا پڑا۔

اسلام کا تلخ ترین عیسائی مصنف ولیم میورنے اس پر بڑی بحث کرنی چاہی اور اس صداقت کو جھٹلانے کے لئے زور لگانا چاہا۔ لیکن بالآخر اسے بھی اعتراف کرنا پڑا کہ اس سے قدیم تر معبد کا پتہ نہیں ملتا۔ یہودی مستشرق مارگولی اتھہ (جس سے میں لنڈن میں اور پھر اپنے وطن میں ملا تھا) اس نے بھی بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر صداقت کو توڑ نہ سکا۔

غرض میں نے خدا تعالیٰ کے اس اوّلین گھر کو دیکھا اور کہا۔ اے خدا کے گھر تو میرے خدا کی ہستی کی زندہ اور غیر فانی شہادت ہے، دنیا ہزاروں انقلابات میں سے گذری اور دنیا کے مختلف حصص میں بڑی بڑی شاندار عمارتیں تیار ہوئیں اور وہ خاک میں مل گئیں آج کوئی ان کے محل وقوع کا بھی نشان نہیں بتا سکتا۔ یونان میں پٹرامون کا معبد سکندر رومی نے تعمیر کرایا اور وہ اپنی نسبت ابوت پٹرامون کی طرف کرتا تھا کچھ عرصہ تک وہ مندر باعث رونق رہا۔ اور آج کوئی اس کا نام ونشان بھی نہیں بتا سکتا۔

میں ۱۹۲۷ء میں جبکہ حج کے لئے جارہا تھا تو یونان کے ساحل پر اتھنز میں کچھ عرصہ کے لئے جہاز لنگر انداز ہوا۔ اس کو وہاں گایوں کا ایک گلہ اتارنا تھا میں اجازت لے کر پہنچ گیا۔ اور

چاہا کہ اس مندر کا سراغ لے سکوں مگر میں ناکام واپس لوٹا۔
ہندوستان میں تو اکثر پرانی حکومتوں کے دارالخلافوں میں جانے کا اتفاق ہوا۔ مگر ان مشہور و معروف عمارتوں کا نشان نہ پایا۔ جو اپنے تاریخی زمانہ میں مرجع خلائق سمجھی جاتی تھی۔
غرض میں خدا کے اس پہلے گھر کو دیکھتا اور اس کی صداقت کا لذیذ ایمان کے ساتھ اعتراف کرتا تھا۔

یہ گھر عدیم النظیر ہے | میں جس قدر اس گھر کے متعلق سوچتا اپنے قلب میں ایک وجد کی سی کیفیت محسوس کرتا کبھی اس گھر کی تعمیر میں معمار اور مزدور کی حالت پر سوچتا۔ تو ایک نئی دنیا میرے سامنے آتی معمار جو اللہ کی کہ تمام امتحانات میں کامیاب ثابت ہوا۔ جسے خود اللہ تعالیٰ نے منیب و سلیم اور امام الناس قرار دیا اور صدیق کہا جس کی راستبازی ایک نمونہ اور معیار تھی اور مزدور رہی ابوالانبیاء کا سعادت مند بیٹا۔ جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑی برکات کے وعدے دے اور جس کی نسل میں سے اس رفیع الشان سید الاولین والآخرین حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر فانی کتاب اور زندہ مذہب اسلام دے کر مبعوث فرمایا۔

زہے معمار و حبذا مزدور (علیہما السلام)

دنیا کی عمارتوں اور عبادت گاہوں کی تاریخ پر نظر کرو۔ تو تم دیکھو گے کہ ایسی کوئی عمارت نہیں نکلے گی۔ جسے خالصاً خدا کے نبیؑ نے

اور اس کے ہونے والے نبیؑ بیٹے نے تعمیر کیا ہو۔

پھر تعمیر کے وقت خدا تعالیٰ کے حضور رطب اللسان ہیں۔ یہ ہے اخلاص و ایمان کامل کا مظاہرہ غرض جس رنگ سے دیکھو یہ گھر عدیم النظیر ہے۔

لنڈنی مسجد کی تعمیر کا ضمنی ذکر

لنڈن کی پہلی مسجد واقع پٹنی کی جب بنیاد رکھی گئی تب بھی اور جب اس کی تعمیر شروع ہوئی تو الحمدللہ علیٰ احسانہ میں موجود تھا تعمیر کے وقت ہم کدال لے کر مٹی کھود رہے تھے اور بلند آواز سے ابراہیمی دعاؤں کی تکرار کر رہے تھے قلب میں ایک سرور تھا اور جانتا تھا کہ تثلیث کے اس مرکز خدائے واحد کی عبادت کے لئے یہ بھی پہلا گھر ہے۔

میں تحدیث بالنعمۃ کے طور پر لکھتا ہوں کہ اس مسجد کی بنیاد کے وقت شمولیت کی سعادت اور پھر تعمیر کے وقت کام کرنے کی توفیق اور بالآخر اس کی تکمیل پر اس کے افتتاح میں شرکت ہوئی اس کی پہلی نماز میں تکبیر کی سعادت بھی خاکسار کو نصیب ہوئی

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

(عرفانی کبیر)

ملاقاتیں

قیام مکہ کے ایام میں بعض خاص لوگوں سے ملاقاتوں کا بھی موقع ملا۔ میں ان میں سے صرف تین کا ذکر کروں گا۔

مولانا عبیداللہ سندھی سے ملاقات مولانا عبیداللہ سندھی جو دیوبند کے فارغ التحصیل تھے ایک زمانہ میں حضرت خلیفۂ اول رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قادیان آئے تھے مولانا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فلسفہ کے ایک فہیم مقلد تھے میری ان سے قیام قادیان کے ہی زمانہ میں ملاقات ہوئی۔ پھر جب میں ایک وفد کے ساتھ مدارس اسلامیہ کے تعلیمی نظام کے مطالعہ کیلئے دیوبند گیا اس وقت وہ دیوبند کے طلباء قدیم کی انجمن کی تنظیم کا کام کر رہے تھے اس کے بعد وہ بعض اختلافی اسباب کی بناء پر دہلی آگئے اور نظارت المعارف کے نام سے ایک تبلیغی اور تعلیمی ادارہ قائم کیا۔ ان ایام میں بھی ان سے ملاقات ہوئی اور وہ میرے اخبار کے باقاعدہ پڑھنے والوں میں تھے آخر وہ ایک سیاسی لیڈر بن گئے۔ اور ہندوستان سے نکل کر افغانستان چلے گئے۔ اب تک وہ کانگرس میں شریک نہ تھے کانگرس میں ان کا جنم کابل میں ہوا۔ وہاں سے وہ روس۔ ٹرکی ہو کر بالآخر مکہ معظمہ میں مقیم ہوئے۔ حرم میں ان سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے ناشتہ کی دعوت دی تاکہ گھر پر مفصل باتیں ہو سکیں ان سے متعدد ملاقاتیں ہوئیں اور بڑی تفصیلی گفتگوئیں ہوئیں میں صرف ایک مجلس کا ذکر کرونگا

مولانا:۔ میں نے ملک اور قوم کے لئے بڑے دکھ اُٹھائے ہیں اور اپنی زندگی

کا بہترین حصہ صرف کیا اور اب میں مایوس ہو گیا ہوں۔

عرفانی:۔ مومن تو کبھی مایوس نہیں ہو سکتا اور علاوہ بریں اگر مقصد نیک اور نیت بخیر ہے تو عملی زندگی ختم نہیں ہونی چاہیئے کامیابی کا معیار اور پیمانہ خود بخود تجویز نہیں کرنا چاہیئے

مولانا:۔ میں مانتا ہوں کہ مومن مایوس نہیں ہوتا۔ لیکن میرے تجربہ میں یہی آیا ہے میں نے ہندوستان، افغانستان، ٹرکی کے مسلمانوں کو چاہا کہ ایک مرکز پر جمع کروں نہ کر سکا۔

عرفانی:۔ کسی مرکز پر جمع کرنا تو ہر انسان کا کام نہیں یہ روح لے کر تو امام آتا ہے۔ آپ نے ہر قسم کی زندگی کا تجربہ کر لیا آپ نے ابتداً طلباءِ قدیم کی تنظیم سے کی مراد آباد میں اس کا بڑا شاندار اجلاس ہوا۔ آخر آپ نے دیکھا کہ آپ علماء کو ایک مرکز پر اور ایک کلمہ پر جمع نہ کر سکے میں تو آپ کی جدوجہد کو دیکھ کر رائے قائم کرتا ہوں کس حد تک وہ صحیح ہے کس حد تک غلط یہ آپ سمجھ سکتے ہیں۔ پھر آپ نے ایک تبلیغی ادارہ قائم کیا اور دیوبند اور علیگڈھ کے نقطہ ہائے خیال کو ایک مقصد پر جمع کرنا چاہا ہے آپ نے اس میں بھی شکست کھائی پھر آپ نے سیاسی دائرہ میں اس مرکز کی تلاش کی اور بلائیں اور صعوبتیں جھیلیں۔ ترک وطن کیا اور ہر مکتب خیال کے لوگوں سے ملاقات کی اور سیاست کے مختلف خیالات کو پڑھا اور پرکھا اور اب آپ کو یقین ہو گیا کہ

یہ کام نہیں ہو سکتا اور آپ ہار گئے یا تھک گئے

مولانا:۔ میں ہار تو نہیں گیا تھک ضرور گیا ہوں اور منزل مقصود کے لئے کوئی دوسری راہ مجھے نظر نہیں آتی اس لئے اب یہاں ہی آ گیا ہوں کہ کم از کم موت تو ایسی جگہ آئے جو مرکز اسلام ہے

عرفانی :۔ آپ نے منزلِ مقصود کی تلاش میں جنگلوں اور پہاڑوں کو عبور کیا راستہ کے مصائب اور جلاوطنی نے ابھی کمر کو نہیں توڑا لیکن ناکامی نے آپ کو مایوس کر دیا۔ آپ کیوں یہ نہیں سوچتے کہ یہ راہ غلط تھی۔ اور طریق عمل خلاف مقصد تھا یا مقصد ہی کو غلط پیرایہ میں سمجھا

مولانا۔ ہو سکتا ہے۔ مگر میں تو اس کے لئے اپنی نیت میں کوئی فتور نہ رکھتا تھا میں اصلاح چاہتا تھا اور اسلام اور مسلمانوں کی ترقی۔

عرفانی۔ بے شک مقصد مناسب اور نیک ہے مگر طریق عمل خلاف منشاء الٰہی ہے اس لئے کہ اسلام اور مسلمانوں نے ترقی تو قرآن کریم کی اتباع اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوۂ حسنہ پر عمل کر کے کی تھی آپ اسے چھوڑ کر اس یا اُس سیاسی تحریک کے ذریعہ مسلمانوں کو ترقی چاہتے ہیں یہ تو

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است!

مولانا۔ میں تو اسی راہ سے کعبہ پہونچ گیا۔ (ہنسکر)

عرفانی۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کعبہ تو پہونچ گئے۔ مگر کعبۂ مقصود تو آپ خود کہتے ہیں کہ نہ ملا۔ اگر آپ میری بات سنیں اور اس پر ایک ایسے طالب علم کی طرح عمل کریں جو مکتب میں جاتا ہے تو آپ اس کعبۂ مقصود کو پا لیں گے اور وہ یہ ہے کہ اب آپ ہمارے ساتھ ہو کر کام کریں اور اس تنظیم کے ایک فرد ہو کر چلیں تو آپ کو منزل کا پتہ ہی نہیں منزل مقصود مل جاوے گا۔

مولانا۔ میں آپ کے عقائد کے خلاف نہیں ہوں بہت بڑی حد تک آپ کے ساتھ

ہوں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ کی جماعت قابل قدر کام کر رہی ہے۔ اور اس کی ضرورت بھی ہے اور میں نے نظارۃ المعارف کو اسی مقصد کے زیر نظر قائم کیا تھا لیکن میرے لئے مشکل ہے اولاً میں ہندوستان نہیں جا سکتا دوسرے میں آپ لوگوں کے طریق عمل میں اصلاح چاہوں تو اختلاف ہو گا۔

عرفانی۔ ہندوستان جانے اور وہاں کی حکومت سے اجازت اور ضمانت کے لئے میں ذمہ لیتا ہوں۔ طریق عمل میں اصلاح مشورہ کی حد تک قبول کرنے میں شاید کسی کو انکار نہ ہو مگر یہ میں نہیں مان سکتا کہ یہ حق دیا جاوے کہ آپ اپنی بات منوانے پر بضد ہوں اسی روح نے آپ کو شاید کامیاب نہیں ہونے دیا۔ آپ جانتے ہیں کہ ہمارا ایمان ہے کہ یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے اور منہاج نبوۃ پر قائم کیا ہے شاورھم فی الامر کے ماتحت ہر شخص سے مشورہ لیا جا سکتا ہے اور وہ دے سکتا ہے۔ مگر تنظیم کا ذمہ دار تو خلیفہ ہے اس کے فیصلہ پر اپنی رائے چھوڑ کر عمل کرنا ہو گا اس طرح ذمہ داری نتائج کی دوسری طرف منتقل ہو جاتی ہے اور ہم ثواب بھی پا لیتے ہیں۔ وہ آخر میں کچھ مائل تھے اور کہتے تھے کہ وہ ہندوستان آ کر (اگر آ سکا) تو فیصلہ کروں گا۔ میں نے کہا یہاں دعائیں کرو کہ حق کا انکشاف اللہ تعالیٰ کر دے۔ مگر ان میں خود اپنی لیڈری کا خیال تھا۔ مجھے افسوس ہے جب وہ ہندوستان آئے میں ان سے مل نہ سکا اور وہ اپنے حلقہ احباب میں پھر ایک پیشرو کی حیثیت اختیار کر کے ادھر نہ آ سکے اور آخر وہ فوت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے اور ان کی غلطیوں کو معاف

فرمائے۔ وہ ایک کشادہ دل اور فہیم انسان تھے۔

موسیٰ جار اللہ سے ملاقات | موسیٰ جار اللہ ایک روسی فاضل اجل تھا ۱۹۲۶ء میں مکہ میں سلطان ابن سعود کے پہلے سال حکومت میں جو اسلامی کانفرنس ہوئی تھی اس میں وہ روسی مسلمانوں کے نمایندے تھے بڑے علم دوست انسان تھے ان سے دوسرے سال ۱۹۲۷ء کے حج کی تقریب پر میری ملاقات اولاً جدہ میں ہوئی۔ وہ ایک کتاب لکھنا چاہتے تھے اور مکہ کے اخبار ام القریٰ کے فائل دیکھ رہے تھے دوسری ملاقات حرم میں ہوئی۔ مقام ابراہیم کے قریب میں اور وہ بیٹھے ہوئے تھے میں نے انھیں احمدیت کا پیغام پہونچایا اُنھوں نے بڑے شوق اور اخلاص سے سنا اور کہا کہ اس کے قبول کرنے میں بظاہر کوئی عذر نہیں میں نے مرزا احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی تالیفات کو پڑھا نہیں. مگر اس میں شک نہیں کہ اس وقت ضرورت ہے کہ احیاء اسلام ہو اور یہ مجدد ہی کرسکتا ہے علماء سے ممکن نہیں علماء میں قوت فیصلہ اور قوت اجتہاد نہیں رہی اس کی جگہ جدال نے لے لی ہے۔ روس کے متعلق پیشگوئی کا بھی ذکر آیا اور انھوں نے تسلیم کیا کہ اگر ۱۹۰۵ء میں یہ پیشگوئی ہوئی تو لفظاً لفظاً پوری ہوئی میں تمام حالات کو جانتا ہوں۔ میں نے ان کو درثمین اور بعض عربی کتب دیں جب تک وہ مکہ میں رہے ملتے رہے اور یہی ذکر کرتے اور ارادہ ظاہر کیا کہ ہندوستان جاؤں گا تو قادیان ضرور جاؤں گا۔ اس کے بعد وہ مجھے حیدرآباد میں بڑی محبت سے ملے اور معانقہ کیا۔ اور قادیان جانے کا عزم ظاہر کیا۔

بالآخر میں نے ان کو قادیان میں پایا اور مسجد مبارک میں بڑے تپاک سے ملے اور انھوں نے پچھلی ملاقاتوں کا ذکر کیا اور شاید وہ بھوپال میں فوت ہوگئے۔ میرا جہاں تک یقین ہے وہ اس سلسلہ کو حق پر تسلیم کرتے تھے اور کبھی انکار کسی رنگ میں نہیں کیا۔ ایک ذی علم۔ علم دوست اور محقق باعمل عالم تھا اللہ تعالیٰ اس پر بڑے بڑے رحم کرے اور ستاری فرمائے آمین۔

شیخ سنوسی سے ملاقات | سنوسی فرقہ کے مسلمان افریقہ میں ایک منظم جماعت ہے اور وہ اپنی آزادی کو قائم رکھنے کے لئے ہمیشہ اٹلی سے برسر جنگ رہے ان کے امام ۱۹۲۷ء میں جناب سید احمدؒ صاحب تھے مکہ معظمہ میں ان کی ایک رباط ہے جس میں ان کے معتقدین رہتے ہیں ان ایام حج میں اس فرقہ کے امام جناب سید احمدؒ صاحب بھی آئے ہوئے تھے میں ان کی ملاقات کے لئے گیا۔ وہ ایک حجرہ میں خلوت نشین تھے اور زائرین کے آنے پر باہر آتے اور گفتگو بھی کرتے۔ جو لوگ میں نے وہاں دیکھے وہ مرتاض اور اپنے علم و فہم کے موافق ایک متقیانہ زندگی بسر کرنے والے نظر آئے جناب شیخ جب باہر آئے تو میں نے ان کے چہرہ پر عبادت گذاری اور شب بیداری کے آثار کو نمایاں دیکھا وہ نہایت خوبصورت اور متبسّم انسان تھے۔ عام گفتگو کے بعد میری ان سے حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

عرفانی۔ ایک شخص حضرت مرزا احمدؑ نے پنجاب میں دعویٰ کیا ہے کہ وہ مسیح موعود اور مہدی مسعود ہیں اور یہ دونوں نام ایک ہی شخص کے ہیں وہ کہتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ مجھ سے کلام کرتا ہے میری دعاؤں کو قبول کرتا ہے مجھ پر غیب کھولا جاتا ہے آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں۔

شیخ سنوسی۔ میں ایسے مدعی کو اپنے دعوی میں صادق نہیں سمجھتا۔

عرفانی۔ آپ نے ان کی کوئی کتاب پڑھی ہے اور جو دلائل وہ اپنے دعویٰ کے پیش کرتے ہیں آپ نے دیکھے ہیں۔

شیخ سنوسی۔ میں نے ان کی کوئی کتاب نہیں پڑھی۔

عرفانی:۔ قرآن کریم میں آتا ہے لاتقف مالیس لک بہ علم۔ جس چیز کا آپ کو علم نہیں اس کے متعلق تو کچھ نہیں کہنا چاہئے۔ اور کسی کو کاذب کہنے کے لئے علم ضروری ہے۔ پھر یہ جرأت آپ نے کس طرح پر کی؟ میرے اس کہنے پر شیخ صاحب پر ایک کیفیت ندامت پیدا ہوئی اور انھوں نے استغفار کرنا شروع کر دیا اور کہا آپ نے مجھے بھولی ہوئی بات یاد دلائی آپ کا شکر گذار ہوں۔ میں اپنے بیان سے رجوع کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حضور استغفار کرتا ہوں مجھ پر ان کی اس تقویٰ شعاری کا خاص اثر ہوا اور اب تک ہے میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس نیک بندے پر رحم کرے گا اور اس کو منکرین میں نہ اٹھائے گا۔ اس کے بعد انھیں کتاب خطبہ الہامیہ دیا کہ آپ اس کو پڑھیں اور خدا تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ آپ پر حق کھول دے۔ شیخ سنوسی نے پھر شکر کیا اور کہا اس کی کیا قیمت ہے میں نے کہا یہ ہدیہ ہے قبول کیجئے۔ اور

پڑھ لیجئے۔ اس کے بعد میں نے ان سے سوال کیا۔

عرفانی: میں آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ اٹلی سے جنگ آزادی لڑتے ہیں آپ سامانِ حرب کہاں سے لاتے ہیں۔

شیخ سنوسی: (ہنسکر) سامانِ حرب اللہ تعالیٰ ہمیں دشمن ہی سے دلادیتا ہے۔

عرفانی: وہ کس طرح۔

شیخ سنوسی: (ہنسکر) اٹلی جب ہم پر حملہ کرتے ہیں تو ہم ان کا سامان چھین لیتے ہیں اور اسی سے ان کے حملہ کا جواب دیتے ہیں۔

عرفانی: کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ اٹلی کو شکست دیں گے وہ بہت بڑی طاقت ہے۔

شیخ سنوسی: یہ کفر اور اسلام کی جنگ ہے اسلام کے لئے شکست نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ آپ ایسے سامان پیدا کردے گا کہ وہ بھاگ جائے گا۔

جاء الحق و زھق الباطل

عرفانی: لاریب الحق یعلوا ولا یُعلیٰ مگر ضرورت ہے کہ ہم حق کو لے کر کھڑے ہوں گے۔

شیخ سنوسی: ہاں یہ تو ضروری ہے۔

اس کے بعد میں نے اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا چاہیئے۔ اور آپ مرزا احمدؑ کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔

عرفانی: جزاکم اللہ احسن الجزا۔ میں حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے دعویٰ میں صادق یقین کرتا ہوں اور میں نے ان کی صحبت کا شرف

حاصل کیا ہے وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

اس کے بعد چائے پی کر میں رخصت ہوا شیخ سے میں نے مصافحہ کیا اور ان کے وقت دینے کا شکریہ ادا کیا انھوں نے مکرر میرا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے مجھے میری بھولی ہوئی بات یاد دلا دی۔

میں اس شخص کے متعلق اور اس کی جماعت کے متعلق نیک خیالات لے کر آیا۔ اس لئے کہ میں نے اس میں خوف خدا کا مشاہدہ کیا۔

انجمن اصلاح و تفتیش انھیں ایام میں سلطان ابن سعود نے ایک مجلس قائم کی اس وقت میں یہی سمجھا تھا کہ وہ وقتی ہے اور اب مجھے معلوم نہیں اس کا مقصد یہ تھا کہ مختلف احباب ان فروگزاشتوں یا ضرورتوں پر مشورہ دیں جو ایام حج میں حجاج کی فلاح اور بہبودی کے لئے انتظاماً ضروری ہیں میں نے بھی ایک مبسوط مضمون اس تحریک پر لکھا تھا اور مجھے خوشی ہے کہ بعد میں ان اصلاحات کی طرف توجہ ہوئی ہے میں اب اس سلسلہ کو لمبا کرنا نہیں چاہتا ورنہ اپنی تجاویز کا خلاصہ لکھدیتا توفیق ملی تو علیحدہ سفرنامہ بھی لکھنا چاہتا ہوں ورنہ یہ مختصر تاثرات حجاز کے سفر کے لئے کفایت کر سکتے ہیں بشرطیکہ

اگر در خانہ کس است

آخری بات

طے ہوئی آج کی منزل میں مسافت میری

الحمد للہ ثم الحمد للہ کتاب الحج سے میں فراغت پاچکا۔
مجھے یہ افسوس ہے کہ میں اس کتاب کو جس وسعت و وضاحت سے لکھنا چاہتا تھا نہ لکھ سکا۔ اس لئے کہ وہ تمام وسائل جو ایسے کاموں کے لئے ضروری ہیں مجھے میسر نہیں آئے۔ میرے ساتھ اس کام میں علمی تعاون کرنے والا کوئی شخص نہیں باوجودیکہ یہاں ہماری جماعت میں بعض فاضل موجود ہیں مگر وہ اپنے مادی مشاغل میں مصروف ہیں اور میں اپنی دیوانگی میں یہ کام جاری رکھنے سے رک نہیں سکتا اور اسی کو سرمایۂ نجات یقین کرتا ہوں۔

اس کے بعد کتاب الزکوٰۃ کا اس سلسلہ میں لکھنے کا عزم ہے اور یہ اللہ تعالیٰ ہی کے فضل پر موقوف ہے میں نے سنا ہے کہ کوئی کمیٹی کتاب الزکوٰۃ لکھنے کے لئے مقرر کی گئی ہے اگر کسی مجلس نے یہ کام اپنے ہاتھ میں لیا تو میں

کتاب الاخلاق والآداب

لکھنے کا عزم رکھتا ہوں وباللہ التوفیق۔ اور دوسری تالیفات کا سلسلہ بھی جاری رہے گا یہ سب کچھ رب کریم کی توفیق اور فضل سے

ہوگا ورنہ میرے جیسا پیر فرتوت (۹۰ سالہ) نہ اب وہ قوت رکھتا ہے اور نہ وسائل۔ اسی کے آستانہ پر میرا سر جھکا ہوا ہے وہی اپنا فضل کرے گا تو سارے ضعف قوت سے بدل جاویں گے اس لئے کہ ساری قوتوں کا سرچشمہ تو وہی قدیر مولیٰ ہے اور اس کی سامان سازی تو عجائبات کا رنگ رکھتی ہے پس میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں کہ وہی ایک ہے جس پر بھروسہ نتیجہ خیز ہو سکتا ہے

آخر میں احباب سے درخواست دعا ہے اور ان سے تعاون کی اپیل کرتا ہوں اس لئے کہ تدبیر بھی ضروری ہے اور بالآخر اپنے ان تمام بھائیوں کے لئے بھی درخواست دعا کرتا ہوں جنہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں میرے ساتھ تعاون کیا ہے۔

خاکسار

عرفانی الکبیر

۵ / نومبر سنہ ۱۹۵۰ء

اَب تو جاتے ہیں میکدے سے میر
پھر ملیں گے اگر خدا لایا

اِدارہ حقایق و معارف قرآنیہ کی تالیفات

(۱) اسماء القرآن فی القرآن	قیمت	سے ۴ر
(۲) البیان فی اسلوب القرآن	"	سے ۴ر
(۳) قرآنی دعاؤں کے اسرار	"	سے ۴ر
(۴) اعجاز القرآن یا مثبت بالقرآن	"	سے ۴ر
(۵) رحمتہ للعالمین فی کتاب مبین	"	سے ۴ر
(۶) سیرۃ حضرت مسیح موعودؑ آپ کی دعاؤں کے آئینہ میں۔ (صرف پچاس کاپیاں باقی ہیں)	"	سے ۴ر
(۷) مکتوبات احمدیہ جلد ششم	"	عہ ۸ر
(۸) مکتوبات احمدیہ جلد پنجم	"	عہ ۸ر
(۹) ذکر حبیب لیکچر نمبر اول	"	۵ر
(۱۰) کتاب الصیام اور اسکی حقیقت	"	سے ۲ر

تمام درخواستیں اس پتہ پر آئیں۔

عرفانی الکبیر (مؤسس الحکم) الہ دین بلڈنگ سکندر آباد (دکن)

(مطبوعہ اشوک پرنٹنگ پریس ترپ بازار)

سیرۃ اُم المومنینؓ

(دو جلدوں میں)

حضرت اُم المومنین سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ (مدظلہا)
کی سیرۃ مرتبہ شیخ محمود احمد عرفانی مرحوم و مغفور ایک
خاص کتاب جو ہر احمدی گھر میں رہنی چاہیئے
دو جلدوں میں شایع ہو چکی ہے

قیمت ہر دو جلد چھ روپیئے

دفتر ترقی اسلام

الہ دین بلڈنگ سکندر آباد دکن

سیرۃ امُ المومنینؓ

(دو جلدوں میں)

حضرت ام المومنین سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ (مدظلہا)

کا سیرۃ مرتبہ شیخ محمود احمد عرفانی مرحوم و مغفور ایک

خاص کتاب جو ہر احمدی گھر میں رہنی چاہیئے

دو جلدوں میں شایع ہو چکی ہے

قیمت ہر دو جلد چھ روپیئے

دفتر ترقی اسلام

الہ دین بلڈنگ سکندر آباد دکن

ٹائیٹل علمہ
مطبوعہ
اشوک پرنٹنگ پریس ترپ بازار حیدرآباد دکن

اشوک پرنٹنگ پریس ترپ بازار حیدر آباد دکن